هو الاعلیٰ

حصہ دوم

کتاب مستطاب السیرۃ العلویہ بذکر المآثر مرتضویہ

موسومہ بہ

نفائس المنن

فی ذکر

فضائل سیدنا ابی الحسن

مولفہ

محب اہلبیت النبی العربی مولوی حافظ محمد علی حیدر علوی دام فیضہ

حسب فرمائش

جناب نواب محمد عبدالکریم خانصاحب بہادر تعلقدار اربا سط نگر

دام اقبالہ

حسن علی بک ڈپو
بڑا امام باڑہ کھارادر

ھو الاعلیٰ

حصہ دوم

کتاب مستطاب السیرۃ العلویہ بذکر الماثر مرتضویہ

موسومہ بہ

نفائس المنن

فی ذکر

فضائل سیدنا ابی الحسن

مولفہ

محبِّ اہلبیت النبی العربی مولوی حافظ محمد علی حیدر علوی دام فیضہ

حسب فرمائش

جناب نواب محمد عبدالکریم خانصاحب بہادر تعلقدار ارباسط نگر

دام اقبالہ

حسن علی بک ڈپو
بڑا اما ... کھارادر
کراچی پوسٹ ... 74 فون: 2433055
Email: hassanalibookdepot@yahoo.com

فہرست مضامین کتاب نفائس المنن فی ذکر فضائل ابی الحسنؑ

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذکر علی عبادۃ رواہ الدیلمی

بحمد خالق البریہ حصہ دوم کتاب مستطاب السیرۃ العلویہ بذکر المآثر المرتضویہ

موسومہ بہ

نفائس المنن

فی ذکر

فضائل ابی الحسن

جسمیں حضرت ہارون منزلت امیر المومنین علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ کے ذاتی حالات متعلق بہ
فضیلت مثل فضائل علمی وعملی وفضائل خصائص و کرامات وغیرہ کا تفصیلی تذکرہ ہے

مؤلفہ

جرعہ نوش بادۂ خم غدیر، مدہوش میخانۂ تولائے جناب امیر، خوشہ چین گلستان پیغمبر
محمود حب ساقی کوثر مولانا حافظ شاہ محمد علی حیدر لازال کاسمہ سمی الحیدر الصفدر

حسب فرمائش

مخزن صدق وصفا، معدن حب وولا، صدف ارادت و عقیدت راے بہادر
نواب محمد عبدالکریم خانصاحب بہادر دلم بالمجد والتفاخر تعلقدار باسط نگر متعلقہ شاہ آباد ضلع ہردوئی
باہتمام محمد مجید حسن پرنٹر مدینہ برقی پریس بجنور طبع گردید

کتاب ہذا کی قدیم طبع کے سرورق کی تصویر

هو العلی الاعلی

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله الذی فضل نبیه محمداً علی سائر الانبیاء و فضل نبیه علیاً علی جمیع الاولیاء و الصلوة و السلام علی رسوله و خیر خلقه الذی قال فی حق وصیه و حبیبه لحمک لحمی و دمک دمی و انت منی و انا منک للاستعلاء فیا له العز و المجد و الفضل و البهاء و علی آله الاتقیاء و اصحابه الاصفیاء مادام للشمس و القمر نور و ضیاء.

امابعد، بندۂ احقر محب اہلبیت النبی الاطہر علی حیدر حشرہ اللہ تعالی فی زمرۃ موالی القنبر ابن حضرت قدر قدرت وصی حیدر الصفدر مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر قدس سرہ الاطہر۔ وخوشہ چین خرمن فضل وفیض آگین حضرت وارث الانبیاء محب المرتضی مولانا شاہ حبیب حیدر قلندر مدظلہ العالی عارض مدعا ہے کہ یہ جلد ثانی کتاب مستطاب ﴿السیرۃ العلویہ بذکر المآثر المرتضویہ﴾ کی بیان فضائل جناب امیر المؤمنین علی مرتضی کرم اللہ وجہہ میں بعد مبحث تفضیل و مفاضلہ واقسام فضائل مثل فضائل علمی وعملی، تعلیمی وذہنی، صوری ومعنوی وفضائل جسمی ظاہری وباطنی وفضائل خارجی کسبی ووہبی وخصائل وخصائص وکرامات کو بالتفصیل مع بیان جرح وتعدیل حاوی ہے۔اس جلد میں مخصوص طور پر انہیں امور کا بیان ہے۔

ناظرین اس سے معلوم کرسکیں گے کہ ذات مجمع الصفات مولائے کائنات کیسی جامع فضائل تھی۔ ان امور کو معلوم کر کے ہر عالم وجاہل شخص بخوبی جان سکتا ہے کہ رسول برحق نے مولائے کائنات کو جس طرح کے فضائل وخصائص عطا فرمائے تو جناب ممدوح الشان اسی کے شایاں شان بھی تھے۔ باوجود اس قسم کے فضائل کے بنی امیہ کا سب وشتم عجب حالت رکھتا ہے۔ سوائے اس کے کیا کہا جائے:

حسن ز بصرہ بلال از حبش صہیب ز روم   ز خاک مکہ ابوجہل، این چہ بوالعجبی است؟

اس جلد کا نام "**نفائس المنن فی ذکر فضائل ابی الحسن**" ہے۔ اللہ تعالی بطفیل نبی کریم واہل بیت ذوالفضل العظیم شرف قبولیت سے مشرف کرے اور اس کو باعث نجات و حسن خاتمت فرمائے۔ **واللہ علی ما نقول وکیل و ھو الھادی الی سواء السبیل۔**

سریر آراست اندر دل، جہاں پرور شہنشاہی ... علی نامی، نبی شانی، سلیماں عزت و جاہی
امیر فاتح، باب ولایت، مرجع دوران ... علی مرتضی، قرآن ناطق، حجۃ اللٰہی
امام العارفین، صفدر، امیر المؤمنین، حیدر ... جہاں آرا، بہارافزا، عجب شاہی است، ذیجاہی
حبیب مصطفیٰ، مولائے عالم، راحت جانہا ... درخشاں زوست قلب تیرہ ام، مثل شب ماہی
فروزاں گشت جان و دل، گلستاں گشت آب وگل ... نظر فرمود یک ساعت، چو بر من عرش خرگاہی
ضیاء بخشی، گہر پاشی، جمیل عشق افزایی ... تصدق برزخ پاکش ھمہ از مہر تا ماھی
بہ تمثیل صفات انبیاء، ضرب المثل ذاتی ... علی مشکل کشا، نفس نبی، نور و ید اللٰھی
ھمہ دلھا گرفتارش، ھمہ جانھا خریدارش ... ھمہ عالم طلبگارش، فتادہ بر سر راھی
وصالش عاشقان را نعمت کونین بخشایی ... جمالش طالبان را فرح بخش و مشعل راھی
قلوب المؤمنین را عرش فرمود است پیغمبرؐ ... ترا عرش قلوب عارفان گشتہ گذرگاھی
گدایان در اقدس شرف دارند بر شاھان ... بہ مشتاقان ھمی بخشند خوش عیشی، بہ یک آھی

تولایش حیات من، تمنایش نجات من
فدایش باد ذات من، علیہ رحمۃ اللٰھی

مقدمہ در بحث فضیلت

ایک شخص کو کسی خاص صفت کے یا صفات مختلفہ کے مجموعہ کے باعث دوسرے پر ترجیح حاصل ہونے کو فضیلت کہتے ہیں۔ جب یہ کہا جائے گا کہ زید عمرو سے افضل ہے تو اس سے یہ سمجھا جائے گا کہ زید کو ہر طرح پر اور ہر قسم کے صفات میں عمرو پر ترجیح حاصل ہے۔ یعنی اگر کسی صفت میں زید اور عمرو کا موازنہ کیا جائے تو زید ہی عمرو سے افضل نکلے۔ بعضوں نے افضل کی یہ تعریف کی ہے کہ ''افضل وہ ہے جو ہر طرح کی فضیلت اور ہر قسم کے اوصاف حمیدہ کا جامع ہو۔ ہر قسم کے علوم کا عالم اور تمام عبادت اور اخلاق اور شرافت اور حسب ونسب میں کامل ہو''۔ اکثر بلا خیال موازنہ کل صفات، کسی خاص صفت میں بھی تفضیل مراد لی جاتی ہے یعنی ایک شخص کو اگر چہ تمام اوصاف میں ترجیح ہوتی ہے لیکن دوسرا کسی خاص صفت میں اس سے مرجح سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے بعض نے افضل کی یہ تعریف کی ہے کہ '' اکثر ثواباً من عنداللہ بما کسب من خیر ''نیکی کے ذریعہ سے خدا سے زیادہ ثواب حاصل کرنے والا۔ جسکو خدا کے نزدیک زیادہ ثواب ہو، وہی افضل سمجھا جاتا ہے۔ اگر چہ دوسرے امور میں وہ دوسروں سے کم ہی کیوں نہ ہو۔

اقسام فضیلت

فضیلت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک اختصاصی دوسری جزئی۔

فضیلت اختصاصی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو یا کسی چیز کو محض اپنے فضل وکرم سے بلا کسی عمل وعبادت کے، عطا فرمائے اور اس کو اس کے ہمجنس پر ترجیح بخشے۔ جس طرح کہ اس نے ناقۂ حضرت صالح کو تمام اونٹوں پر اور کعبہ شریفہ کو تمام عالم کی مساجد پر فضیلت عطا فرمائی اس فضیلت کی وجہ کبھی عقل میں آتی ہے اور کبھی نہیں آتی ہے جیسے ''حجر اسود'' کی فضیلت دوسرے احجار پر جس کی وجہ دریافت کرنے سے عقل انسانی قاصر نظر آتی ہے۔

فضیلت اختصاصی کی بھی دو قسمیں ہیں ایک اصلی جیسے حجر اسود کی فضیلت، دوسری طفیلی جیسے

اس مینڈھے کی فضیلت جو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا فدیہ ہوا۔

فضیلت جزئی وہ ہے جو عمل کے صلہ میں کسی کو خدا کی طرف سے عطا ہوئی ہو اسکی کئی قسمیں ہیں۔ یہی فضیلت محل تنازع ہوا کرتی ہے۔ فضیلت دینے میں اس کے تمام اقسام پر اولاً نظر غائر ڈالنا چاہیے اور متنازعین میں جو حق بجانب ہو اس کو اختیار کرنا چاہئے۔ تفضیل بوجہ عمل سات وجوں سے حاصل ہو سکتی ہے اور یہی معیار فضیلت بھی قرار دیئے گئے ہیں۔

۱۔ ماہیت عمل۔ یعنی ایک شخص کا عمل دوسرے کے عمل سے ذاتاً افضل ہو جیسے فرائض ادا کرنے والے کا عمل نوافل ادا کرنے والے کے عمل سے افضل ہوا کرتا ہے۔

۲۔ نیت عمل۔ یعنی دو آدمیوں کا عمل ایک ہی ہو لیکن اغراض مختلف ہوں، ایک محض بغرض رضائے الٰہی عمل کرے اور دوسرا لوگوں کو دکھانے کے لئے۔

۳۔ کیفیت عمل۔ یعنی ایک شخص ایک عمل کو اس کے پورے آداب کے ساتھ کرے اور دوسرا بے پروائی کے ساتھ، تو عمل میں اگرچہ دونوں شریک ہونگے لیکن پہلے کو فضیلت حاصل ہوگی۔

۴۔ مقدار عمل۔ یعنی عمل میں کمی یا زیادتی جیسے کہ ایک شخص متعدد حج کر چکا ہو اور دوسرے نے صرف ایک ہی کیا ہو۔

۵۔ فضیلت زمانی۔ جو بوجہ تقدیم و تاخیر زمانہ کے حاصل ہو۔ اس لئے وہ شخص جس نے کہ ابتداء اسلام یا قحط سالی میں مسلمانوں کی دستگیری کی اس سے افضل سمجھا جائیگا جس نے قوت اسلام یا قحط فرو ہونے کے بعد ایسا عمل کیا ہو۔ اسکا فیصلہ خود اللہ تعالیٰ نے کلام مجید میں بہ ایں الفاظ فرمادیا:

لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح و قاتل ؕ اولٓئک اعظم درجة من الذین انفقوا من بعد و قاتلوا.

تم میں سے کوئی ان کی برابر نہیں ہیں، جنہوں نے قبل فتح خرچ کیا اور قتال کیا وہ لوگ ان لوگوں سے زائد عظیم المرتبہ ہیں جنہوں نے بعد فتح خرچ کیا اور قتال کیا۔

اسی وجہ سے سابقین اسلام کو اور سب پر فضیلت حاصل ہوئی کہ:

والسابقون الاولون من المهاجرین و الانصار

سابقین اولین میں مہاجرین وانصار ہیں۔

۶۔مکان عمل۔یعنی جگہ کی وجہ سے فضیلت حاصل ہو جس طرح کہ ایک نماز حرم کعبہ یا مسجد نبوی میں پڑھنا دوسری مسجدوں میں ہزار رکعت نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔

۷۔کبھی امور خارجیہ کی اضافت سے فضیلت حاصل ہوتی ہے۔جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک رکعت نماز پڑھنا تنہا ہزار رکعت پڑھنے سے بہتر ہے۔اسی وجہ سے جو اعمال نیک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو حضرات صحابہ سے واقع ہوئے وہ دوسرے اوقات کے اعمال سے بدرجہا بہتر اور افضل سمجھے گئے۔

فضیلت اختصاصی ہو یا جزئی اس کا نتیجہ دو حال سے خالی نہیں ہوتا۔اول فاضل کی تعظیم مفضول پر واجب ہونا۔دوسرے فاضل کا درجہ دنیا و آخرت میں بہ نسبت مفضول کے بلند ہونا۔اگر فضیلت سے یہ دونوں نتیجہ نہ پیدا ہوں تو لفظ فضل محض بے معنی لفظ ہوگا۔

اگر کثرت ثواب معیار فضیلت قرار دیا جائے تو اس کی بھی دو قسمیں ہیں۔اول فضیلت اصلی یعنی ایک شخص میں وجہ فضیلت پائی جائے اور دوسرے میں نہ ہو جیسے ایک عالم ہو دوسرا جاہل۔ دوسری فضیلت زائدہ یعنی ایک شخص بہ نسبت دوسرے کے وجہ فضیلت زائد رکھتا ہو مثلاً ایک عالم ہو دوسرا اعلم۔اس دوسری قسم کو مفاضلہ بھی کہیں گے۔اور یہ اس وقت ثابت ہوتا ہے جبکہ دو چیزیں ایک ہی امر میں ایک ہی حالت سے شریک ہوں۔اگر وجہیں مختلف ہوں تو مفاضلہ ثابت نہیں ہوتا۔

غرضکہ مفاضلہ میں شرکت وجہ،ضروری چیز ہے۔اگر یہ کہا جائے کہ جس وصف میں دو شخص شریک ہوں ان دونوں میں کون سا افضل سمجھا جا سکتا ہے۔تو یہ بحیثیت اشتراک وجہ کہا جا سکتا ہے اگر وجوہ مختلف ہوں تو مفاضلہ کسی صورت میں ثابت نہیں ہو سکتا۔یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ناقۂ صالح علیہ السلام افضل ہے یا رمضان،اس لئے کہ وجہ مفاضلہ متحد نہیں ہو سکتی۔یوں کہا جا سکتا ہے کہ جناب امیرؑ افضل ہیں یا حضرت ابو بکرؓ۔کیونکہ وجہ مفاضلہ میں یہ دونوں شریک ہیں۔اگر شرکت نہ ہوتی تو یہ مبحث لائق بحث ہی نہ ہوتا۔اور جب مفاضلت کے وجوہ ہفت گانہ میں تعارض واقع ہو تو آیات قرآنی اور احادیث رسول اللہؐ کے مطابق احق واولی بالاعتبار کی فضیلت پر یقین کرنا پڑیگا۔یہ امر شریعت سے ثابت ہی ہے کہ عمل کی کمیت کا اعتبار کیفیت کے مقابلہ میں نہیں ہوتا۔زمان عمل کے سامنے یہ دونوں باتیں غیر وقیع ہیں جس کے متعلق آیت قرآنی ﴿لا یستوی منکم الخ﴾ خود

ناطق ہے۔

یہ امر بھی ثابت ہے کہ صحابہ کرام نے جو اعمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں کئے وہ بوجہ معیت آنحضرتؐ ان اعمال سے جو انہوں نے بعد رحلت آنحضرتؐ کئے بہت افضل اور اعلیٰ ہوئے۔

اسی وجہ سے انس ابن مالک، ابو امامہ باہلی، عبداللہ ابن بشر، عبداللہ ابن حارث، سہل ابن سعد ساعدی، جابر ابن عبداللہ انصاری جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد عرصہ دراز تک زندہ اور اعمال صالحہ میں مشغول رہے، خلفائے راشدین کے ہم پلہ نہیں ہوئے۔ جو ذوات مقدسہ آنحضرتؐ کے انتقال کے وقت افضل و اعلیٰ تھے وہی بعد وفات بھی بشرط اعمال صالحہ افضل و اعلیٰ رہے۔

صحابہ میں تقدیم و تاخیر اسلام بھی باعث فضیلت ہے۔ ملاحضہ ہو آیات کلام اللہ ﴿السابقون الاولون من المهاجرين و الانصار﴾ اور ﴿السابقون السابقون اولئک المقربون فی جنات النعیم﴾۔ یعنی پیشقدمی کرنیوالے اسلام میں سبقت کرنیوالے ہیں اور وہی مقربین سے ہیں اور جنات نعیم میں رہنے والے ہیں۔

اسی اعتبار پر حضرت خدیجہ، حضرت علی مرتضیٰ حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت زید ابن حارثہ، جو سب سے پہلے ایمان لائے تھے سب سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ (حضرت علی اور حضرت ابوبکر صدیق کے سبقت اسلام کے متعلق مفصل بحث کتاب السیرۃ العلویہ بذکر الماثر المرتضویہ کے جلد اول احسن الانتخاب فی ذکر معیشۃ سیدنا ابی تراب میں دیکھنا چاہیے)۔ ان کے بعد وہ جلیل القدر اصحاب ہیں جو ہجرت سے پہلے اسلام لائے۔ پھر اہل عقبہ، پھر اہل بدر، پھر احد سے لے کر صلح حدیبیہ تک جن کے لئے نزول آیت سکینہ ہوا۔ اسکے بعد بالقطع پھر کوئی ایسا مشہد نہیں جو مدار فضل سمجھا جائے اس لئے کہ پھر اکثر منافق اور مؤلفۃ القلوب بھی مسلمان ہو گئے تھے۔ ملاحظہ ہو آیت کلام اللہ:

و ممن حولکم من الاعراب منافقون	اور تمہارے گرد، گنوار منافق ہیں اور بعض
و من اهل المدينة مردوا على النفاق	مدینہ والے نفاق پر اصرار کر رہے ہیں۔

ان لوگوں کی فضیلت قابل بحث نہیں۔ خلفائے اربعہ میں باہمی فضیلت البتہ قابل بحث ہو سکتی ہے اس لئے کہ یہی لوگ بالاتفاق سابق الاسلام تھے۔

فضیلت دو طرح پر ثابت کی جا سکتی ہے۔ عقلاً یا نقلاً۔ فضیلت (ما فی البحث) کا عقلی کوئی ثبوت نہیں جو قطع حجت کر سکے۔ اب رہی فضیلت نقلی تو اس کے جانچنے کے دو طریقے ہیں۔ اول نص شارع، دوم تتبع احوال۔ (۱)

اس امر میں کہ فضیلت منصوص ہے یا نہیں، علمائے اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ یہ بالاجماع ثابت ہے کہ افضلیت متعین نہیں اور نہ کوئی نص پائی جاتی ہے۔

افضلیت بمعنی کثرت ثواب پر بھی عقلاً طریق استدلال حاصل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ یہ مسئلہ نقل سے مستند سمجھا جا سکتا ہے۔ یہ ایسا مسئلہ نہیں کہ جس کے ساتھ عمل ہی کا لگاؤ ہوتا کہ مجرد ظن اس کے لئے کافی سمجھا جائے کیونکہ احکام عملیہ کے لئے ظن ہی کافی ہوا کرتا ہے۔ درحقیقت یہ مسئلہ علمی یعنی اعتقادی ہے جس میں جزم اور یقین مطلوب ہوتا ہے۔ لیکن طرفین کے نصوص باہم متعارض ہونے کی وجہ سے قطعیت کا فائدہ نہیں بخشتے۔ قطع نظر متعارض ہونے کے وہ نصوص آحاد و ظنی الدلالۃ بھی ہیں۔ نہایت امر یہ ہے کہ وہ نصوص اسباب کثرت ثواب کے اختصاص پر دلالت کرتے ہیں لیکن کثرت ثواب کے اسباب کا مترتب ہونا قطعاً موجب ثواب نہیں ہو سکتا صرف ظن کا فائدہ دیتا ہے۔ کیونکہ اجر و ثواب خدا کی مہربانی پر موقوف ہے نہ کسی خاص سبب پر۔ اگر خدا چاہے تو ایک غیر مطیع کو ثواب عطا فرمائے اور مطیع کو محروم رکھے۔

فضیلت قطعی ہے یا ظنی؟

اب رہا یہ امر کہ تفضیل قطعی ہے یا ظنی اس میں علماء مختلف ہیں۔ ابوالحسن اشعری قطعیت کے قائل ہیں۔ اور ابوبکر باقلانی اور امام الحرمین ظنی ہونے کے۔ علامہ سعد الدین تفتازانی شرح مقاصد میں لکھتے ہیں کہ تفضیل ایک امر اجتہادی ہے اسکے لئے کوئی قطعی دلیل نہیں۔ امام غزالی بھی اس امر کے قائل ہیں کہ حقیقت فضل خدا کو معلوم ہے اور سوائے رسول اللہ کے اس پر کوئی مطلع نہیں ہوا۔

۱۔ شروع سے لے کر یہاں تک یہ تمام عبارت رسالہ ''سر الجلیل فی مبحث التفضیل'' مصنفہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے اقتباساً ماخوذ ہے۔ سر الجلیل فتاوے حضرت شاہ صاحب میں بتمامہ طبع ہو گیا۔ ملاحظہ ہو جلد ۲ فتاوے عزیزی صفحہ ۱۹۴ مع ترجمہ اردو سرور عزیزی۔ اس کے علاوہ یہ رسالہ علیحدہ بھی طبع ہوا۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۳ تا صفحہ ۷۔ ۱۲

شارح مواقف لکھتے ہیں کہ فضیلت کا مسئلہ ایسا نہیں جس سے جزم ویقین کا خیال کیا جائے امامت کا ثبوت اگر چہ قطعی ہے۔ مگر وہ بھی افضلیت کا قطعی ثبوت نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ مفضول کی امامت افضل کی موجودگی میں ہم اہلسنت والجماعت کے یہاں جائز ہے اس کا نا جائز ہونا قطعی نہیں۔ ہم نے سلف کو یہی کہتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ افضل ہیں۔ پھر حضرت عمرؓ، پھر حضرت عثمانؓ اور پھر حضرت علیؓ۔ ہمارا سلف کے حق میں گمان نیک ہے اور یہ فعل اس امر کا مقتضی بھی ہے کہ اگر ان کے پاس کوئی دلیل نہ ہوتی تو وہ ہم کو اس اعتقاد کا حکم نہ دیتے ہم ان کے پیرو ہیں اس امر میں ہم پر ان کا اتباع واجب ہے اور ہم اس کی اصل حقیقت کو خدا کے سپرد کرتے ہیں۔ آمدی کا قول ہے کہ تفضیل سے مراد ایک شخص کی خصوصیت ہے دوسرے شخص سے کسی خاص صفت میں خواہ وہ اصلی فضیلت ہو یعنی ایک میں وہ فضیلت پائی جائے اور دوسرے میں نہ ہو۔ جس طرح صفت علم کی وجہ سے عالم جاہل سے افضل ہوتا ہے۔ کیونکہ صفت علم عالم میں پائی جاتی ہے نہ کہ جاہل میں۔ یا اس کو بسبب کسی خاص وجہ کے زیادہ ہونے کے فضیلت حاصل ہو یعنی دونوں ایک ہی صفت میں شریک ہوں۔ مگر وہ صفت ایک میں زائد ہو دوسرے میں کم۔ جیسے اعلم عالم سے بوجہ صفت علم کے زیادہ ہونے کے افضل سمجھا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے صحابہ کرام میں کسی کی فضیلت کے بارے میں کوئی قطعی حکم نہیں لگایا جاسکتا ہے۔ کیونکہ جو فضیلت ایک صحابی کے لئے ثابت کی جاتی ہے اکثر اس میں دوسرا بھی شریک پایا جاتا ہے۔ اگر بالفرض شریک نہیں پایا جاتا تو کسی اور ایسی فضیلت سے ممتاز نظر آتا ہے جس سے اس کی فضیلت دوسرے کی فضیلت کے مقابل پڑ جاتی ہے۔ اور کثرت فضیلت سے ترجیح نہیں دی جاسکتی۔ اس لئے کہ ممکن ہے ایک ہی فصیلت بہ باعث شرف بہت سی فضیلتوں پر راجح ہو اور اسے منجانب اللہ زیادہ ثواب حاصل ہوا ہو۔ لہذا افضلیت پر قطعی حکم نہیں لگایا جاسکتا۔'' اس لئے کہ سلف میں خلفائے اربعہ کی فضیلت کے بارے میں متقدمین اہل سنت والجماعت مختلف تھے۔ اکثر لوگ ''فضلهم علی ترتیب الخلافة'' کے قائل تھے اور ترتیب خلافت کے مطابق حضرت ابوبکر صدیق کو سب سے افضل سمجھتے تھے پھر حضرت عمر فاروق کو پھر حضرت عثمان غنی کو پھر حضرت علی مرتضی کو۔ بعض لوگ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو تو افضل سمجھتے تھے لیکن حضرت عثمان اور حضرت علی کو برابر سمجھتے تھے۔ امام مالک کا یہی عقیدہ تھا۔

محقق دوانی، علامہ جلال الدین، شرح عقائد میں لکھتے ہیں کہ جمہور کے نزدیک افضلیت بر ترتیب خلافت ہے۔ امام مالک سے توقف ما بین حضرت عثمان وحضرت علی منقول ہے۔ امام الحرمین کا قول ہے کہ ظن غالب یہ ہے کہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر سے افضل ہیں پھر ظنون درمیان حضرت عثمان وحضرت علی باہم متعارض ہیں۔

فخر الاسلام حسن بزودی کہتے ہیں کہ بعض اہلسنت والجماعت ان دونوں کو برابر سمجھتے ہیں چنانچہ امام ابی حنیفہ سے بھی مروی ہے کہ وہ حضرت عثمان کو حضرت علی پر فضیلت نہیں دیتے تھے۔ (۱)

علامہ ابن عبدالبر استیعاب میں لکھتے ہیں کہ ابو عمر کا قول ہے کہ اہلسنت نے مابین حضرت علی وعثمان توقف کیا ہے۔ ان میں سے کسی ایک کو فضیلت نہیں دیتے ہیں انہیں لوگوں میں سے مالک ابن انس ویحیی ابن سعید قطان بھی تھے۔ کوفہ کے اہلسنت والجماعت مثل سفیان ثوری کے حضرت علی کو حضرت عثمان پر فضیلت دیتے تھے۔ تدریب الراوی صفحہ ۲۰۷ میں بھی ہے کہ کوفہ کے لوگ جن میں سفیان ثوری بھی ہیں ان کا اعتقاد یہ ہے کہ حضرت علی، حضرت عثمان سے افضل ہیں۔ علامہ ابن حجر فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۱۴ صفحہ ۳۵۸ میں بروایت ہارون ابن اسحاق یحیی ابن معین کا قول لکھتے ہیں کہ جو شخص ابوبکر وعمر وعثمان وعلی کہتا ہو اور علی کی سابقیت وفضل کا معترف ہو وہ اہلسنت و الجماعت سے ہے۔

تکمیل الایمان ص ۴۰ (۲) میں ہے کہ ابوبکر ابن خزیمہ بھی حضرت علی کی فضیلت کے قائل تھے۔ امام یافعی کا مسلک ان کے قصیدہ مجادی الاطغان فی تفضیل علیؑ علیٰ عثمان سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ اور امام مالک کا بھی ابتدا میں یہی مسلک تھا۔ اکثر علما نے لکھا ہے کہ امام مالک ابتدا میں تفضیل علیؑ علیٰ عثمان کے قائل تھے بعد میں توقف کی طرف مائل ہو گئے۔ امام یافعی لکھتے ہیں:

بعد تفضیلنا الشیخین معتقدی   تفضیله قبل ذی النورین فی بالی

تفضیل شیخین کے بعد میرا قلبی اعتقاد تفضیل علیؑ علیٰ عثمان کا ہے۔

۱؎ یہ عبارتیں روض الازہر فی مآثر القلندر فصل ۴ در مسئلہ تفضیل شیخین صفحہ ۳۲۸ سے مقتبس ہیں اور استیعاب جلد ۲ صفحہ ۴۷۹ میں بھی ہیں۔

۲؎ مصنفہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔

بستان المحدثین صفحہ ۴۱ مؤلفہ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر محدثین مثل حاکم وغیرہ کے بھی اسی کے قائل تھے۔ اس سے زیادہ ثبوت ایک اور ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر کا بھی یہی مسلک تھا چنانچہ صحیح بخاری پارہ ۱۴ صفحہ ۳۸۶ میں ہے۔

عن سعد ابن عبیدہ قال جاء رجل الی ابن عمر فسئله عن علی فذکر محاسنه قال هو ذاک بیته اوسط بیوت النبی (صلی الله علیه و سلم) ثم قال لعل ذاک بسؤک قال اجل قال فارغم الله بانفک انطلق فأجهد علیّ جهدک

سعد ابن عبیدہ سے مروی ہے کہ ایک شخص (نافع بن ازرق) عبداللہ ابن عمر کے پاس آیا، اس نے حضرت علی کے متعلق پوچھا آپ نے ان کی خوبیاں بیان کیں اور کہا کہ علی ایسے تھے کہ ان کا گھر آنحضرتؐ کے مکانوں کے درمیان تھا پھر کہا کہ شاید تجھ کو یہ برا لگتا ہے اس نے کہا ہاں ابن عمر نے فرمایا: اللہ تیری ناک خاک آلود کرے۔ جا تجھ سے جو کچھ ہو سکے میرے لئے کر لے اس میں کچھ کمی نہ کرنا۔

علامہ ابن عبدالبر استیعاب میں لکھتے ہیں کہ حضرت علی اور حضرت ابوبکر کی فضیلت میں اسلاف مختلف المذاہب تھے۔ عبدالرزاق سے مروی ہے کہ معمر کا قول ہے اگر کوئی شخص حضرت عمرؓ کو حضرت ابوبکر سے افضل کہے تو میں اس کو مانع نہ ہونگا اور نہ اس پر سختی کروں گا۔ اسی طرح اگر حضرت علی کو حضرت ابوبکر و حضرت عمر پر فضیلت دے تو بھی میں سختی نہ کرونگا بشرطیکہ ان سب سے محبت رکھے اور ان کی مدح و ثنا کرتا رہے۔ خطابی نے بھی اپنے بعض مشائخ سے نقل کیا ہے کہ:

ابوبکر خیر من علی و علی افضل من ابی بکر

ابوبکر علیؓ سے بہتر ہیں اور علیؓ ابوبکر سے افضل ہیں (۱)

امیر محمد ابن اسماعیل یمانی رسالۂ الروضۃ الندیہ شرح تحفۃ العلویہ صفحہ ۱۵۹ میں لکھتے ہیں کہ

۱۔ تکمیل الایمان صفحہ ۴۰

مسئلہ تفضیل ایسا مسئلہ ہے جس میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے۔ محدثین اور معتزلہ سے بعض لوگ اس طرف گئے ہیں کہ تفضیل بر ترتیب خلافت ہے اور حضرت علی کا فضل میں چوتھا مرتبہ ہے۔ بعض ایسے ہیں کو جو حضرت علی کو حضرت عثمان پر مقدم کرتے ہیں اور ان کو تیسرے مرتبہ پر قرار دیتے ہیں اور بعض ائمہ معتزلہ اور ایک جماعت ائمہ آثار مثل حاکم ونسائی وغیرہ اس کے قائل ہیں کہ حضرت علی بعد آنحضرتؐ کے افضل امت ہیں اور یہی حق ہے۔

حاکم ونسائی کو لوگوں نے بوجہ تعصب کیا کچھ نہیں کہہ ڈالا۔ ابوعبداللہ حاکم مصنف مستدرک علی الصحیحین کے متعلق ذہبی تذکرۃ الحفاظ جلد ۳ صفحہ ۲۲۸ میں لکھتے ہیں کہ ابو طاہر ناقل ہیں کہ میں نے ابو اسماعیل انصاری سے حاکم کے متعلق پوچھا وہ کہنے لگے کہ حاکم حدیث میں ثقہ ہیں مگر رافضی خبیث ہیں۔ پھر ابن طاہر کہتے ہیں کہ حاکم متعصب شیعہ تھے تقدیم اور خلافت میں تو اپنے آپ کو سنی ظاہر کرتے تھے مگر معاویہ اور اس کی اولاد سے منحرف تھے۔ ذہبی کا قول ہے کہ میرے نزدیک شیعی تھے۔ رافضی نہیں تھے۔ امام نسائی کے حال میں ابن خلکان نے تاریخ میں لفظ "و کان یتشیع" لکھا ہے حالانکہ ان کی شیعیت یہی تھی کہ وہ حضرت علی کے فضائل بیان کیا کرتے تھے اسی میں ان کی جان گئی۔ (ملاحظہ ہو بستان المحدثین ص ۱۱۱)

علامہ تاج الدین سبکی شافعی طبقات الکبریٰ میں لکھتے ہیں کہ بعض لوگوں کا یہ مسلک تھا کہ حضرات حسنینؑ کو بوجہ جزئیت بضعۃ الرسول کے خلفا سے افضل سمجھتے تھے۔ چنانچہ جلال الدین سیوطی خصائص میں لکھتے ہیں کہ امام علم الدین عراقی کا قول ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ زہرا اور ان کے بھائی ابراہیم ابن رسول اللہ بالاتفاق تمام صحابہ سے افضل ہیں۔ چنانچہ امام مالک کا قول ہے کہ بضعۂ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی ایک کو فضیلت حاصل نہیں۔ (۱)

علامہ ابن حزم[۲] کتاب الفصل فی الملل والنحل میں لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کا اس امر میں اختلاف رہا کہ بعد الانبیاء افضل الناس کون ہیں۔ بعض اہل سنت و معتزلہ و مرجئہ اور تمام شیعہ اس طرف گئے ہیں کہ اس امت میں آنحضرتؐ کے بعد افضل ترین شخص علی ابن ابیطالب ہیں۔ اس قول

---

۱ تکمیل الایمان صفحہ ۴۰

۲ یہ اموی یزیدی موالی یزید ابن ابی سفیان سے تھے ان کا تفصیلی حال تذکرۃ الحفاظ للذہبی جلد ۳ صفحہ ۳۴۱ میں ہے۔ جس سے ان کا ثقہ وصدوق ومعتبر ومعتمد ہونا معلوم ہوتا ہے۔

کو تصریحاً ہم نے بعض صحابہ اور جماعت تابعین وفقہاء سے روایت کیا ہے۔ اور جمیع خوارج اور بعض اہل سنت ومعتزلہ ومرجہ اس طرف گئے ہیں کہ آنحضرتؐ کے بعد حضرت ابوبکر وحضرت عمر تمام صحابہ سے افضل تھے (جلد ۴ صفحہ ۱۱۲)۔

ان بیانات سے یہ امر ضرور واضح ہوتا ہے کہ مسئلہ تفضیل ظنی ہے۔ جس کی یہ حالت ہے کہ ابن حزم لکھتے ہیں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کا قول ہے کہ حضرت ابوہریرہ جعفر ابن ابیطالب کو آنحضرتؐ کے بعد افضل الناس سمجھتے تھے۔ خالد ابن الخذاء عکرمہ سے روایت کرتے ہیں کہ عکرمہ نے ابوہریرہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے آنحضرتؐ کے بعد کسی کو جعفر ابن ابی طالب سے افضل نہیں پایا۔ اس حدیث کو ترمذی ونسائی نے روایت کیا اسکے اسناد حسن ہیں یہ واقعہ اصابہ جلد ا صفحہ ۲۲۸ و استیعاب جلد ا صفحہ ۸۲ میں بھی موجود ہے۔ حضرت عثمان حضرت زبیر ابن العوام کو تمام سب پر فضیلت دیتے تھے۔ اصابہ جلد ۳ صفحہ ۵ میں حضرت عثمان کا قول حضرت زبیر کے متعلق یوں مرقوم ہے کہ

انہ لا خیرھم و احبھم الی رسول اللہ رواہ احمد و البخاری فی الصحیح	یہ (زبیر) ان لوگوں میں بہتر اور محبوب تر آنحضرتؐ کے نزدیک ہیں اسکو امام احمد اور بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کیا۔

اس کے متعلق ابن حجر عسقلانی فتح الباری پارہ ۱۴ صفحہ ۳۹۰ میں لکھتے ہیں کہ داؤدی کا قول ہے کہ خیرۃ سے مراد حسن خلق ہے۔ اگر یہ ظاہر الفاظ پر محمول کیا جائے تو اس میں قول حضرت عبداللہ ابن عمرؓ

ثم نترک اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم. لا نفاضل بینھم	پھر ہم اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ترک کرتے ہیں اور ان میں آپس میں ایک کو دوسرے پر فضیلت نہیں دیتے ہیں۔

نہیں وارد ہوگا۔ کیونکہ یہ کل صحابہ کے لئے ہے بعضوں نے بعض کو تفضیل دی ہے جیسے حضرت عثمان نے حضرت زبیر کو فضیلت دی۔ اگر حضرت ابن عمر کے قول سے تقید زمان آنحضرتؐ سمجھی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اصابہ واستیعاب جلد ا صفحہ ۲۰۸ و اسد الغابہ جلد ۲ صفحہ ۱۹۸ میں ہے

کہ حسان ابن ثابت نے بھی حضرت زبیر کو تمام سب پر فضیلت دی۔ جس طرح حضرت ابوہریرہ نے جعفر ابن ابیطالب کو تفضیل دی۔ استیعاب جلد ا صفحہ ۲۰۸ میں بروایت محمد بن بشار مرقوم ہے کہ ابواسحاق سبیعی کہتے ہیں کہ میں نے ایک مجلس میں جس میں بیس سے زیادہ صحابہ تھے پوچھا کہ آنحضرتؐ کے نزدیک سب سے بزرگ کون تھا سب نے کہا علی ابن ابیطالب اور زبیر ابن العوام۔ فتح الباری پارہ ۱۵ صفحہ ۴۱۶ میں ہے کہ تاریخ بخاری و مسند ابویعلی میں بطریق ابن اسحاق حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ انصار میں تین شخص تھے جن کے علاوہ کسی ایک پر بھی فضل کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا وہ تینوں بنی عبدالاشہل میں سے تھے سعد ابن معاذ اسید ابن حضیر عباد ابن بشر۔ ایک روایت میں ہے کہ کوئی بھی فضل میں انکا ہم پلہ نہ تھا۔ (۱) اسد الغابہ جلد صفحہ میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق اُسید کی تعظیم کرتے اور کسی کو ان پر مقدم نہ کرتے۔ استیعاب جلد ۲ صفحہ ۴۲۵ و ۴۲۶ میں ہے کہ ابن جعفر جریر طبری و ابوالعباس محمد بن اسحاق سراج بروایت عبداللہ ابن زبیر حضرت عائشہ کا قول لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ کے بعد مسلمانوں میں کوئی سعد ابن معاذ و اسید ابن حضیر و عباد ابن بشر سے افضل نہ تھا۔ مسند امام احمد (۲) و اصابہ (۳) سے حضرت ام سلمہ کا قول وقت تزویج آنحضرتؐ بعد انتقال ابوسلمہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ابوسلمہ کو بہتر سمجھتی تھیں۔ ان کا قول کہ "ومن خیر من ابی سلمہ" یعنی ابوسلمہ سے بہتر اور کون ہے اسی امر پر دال ہے۔ علامہ ذہبیؒ تذکرۃ الحفاظ میں عبداللہ ابن مسعود کے حال میں لکھتے ہیں کہ ان کے شاگرد مسروق و تمیم و ابراہیم نخعی کسی صحابی کو ان پر فضیلت نہیں دیتے تھے۔ حافظ عسقلانی صابہ میں لکھتے ہیں ک تمیم ابن حزام سے مروی ہے کہ میں اصحاب آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا لیکن میں نے کسی کو ابن مسعود سے زیادہ زاہد و صالح نہیں پایا۔ اس حدیث کو علامہؒ بغوی نے بھی معجم میں روایت کیا (۴)۔

طبرانی معجم اوسط میں بسند صحیح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے

---

۱ اصابہ جلد ا صفحہ ۴۸ ترجمہ اُسید و جلد ۳ صفحہ ۸۸۔

۲ مسند امام احمد جلد ۶ صفحہ ۳۱۳ و ۳۱۷۔ احادیث ام سلمہ۔

۳ اصابہ جلد ۴ صفحہ ۴۵۔

۴ اصابہ جلد ۴ صفحہ ۱۳۰۔

کسی کو فاطمہ سے افضل علاوہ ان کے باپ کے نہیں پایا۔ یہ روایت زرقانی شرح مواہب اللدنیہ جلد ۳ صفحہ ۲۰۲ میں بھی موجود ہے۔ حاکم مستدرک میں اور بغوی معجم کبیر میں سعید ابن المسیب سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عباس اس امت کے بہترین شخصوں میں سے ہیں آنحضرتؐ کے وارث اور چچا ہیں۔ حافظ ذہبی کا قول ہے کہ اس کی سندیں صحیح ہیں یہ روایت زرقانی جلد ۳ صفحہ ۲۸۳ میں بھی موجود ہے۔ استیعاب جلد ا صفحہ ۱۹۵ میں ہے کہ مالک ابن انس کا قول ہے کہ مدینہ میں حضرت عمر کے بعد ہمارے نزدیک امام الناس زید ابن ثابت تھے۔ ان کے بعد عبداللہ ابن عمر۔ اصابہ جلد ۳ صفحہ ۲۶ و اسد الغابہ جلد ۳ صفحہ ۲۲۶ میں ہے کہ حضرت عمر جب اسامہ کو دیکھتے تو عبداللہ ابن عمر سے فرماتے کہ اے ابن عمر! یہ تجھ اور تیرے باپ سے زیادہ آنحضرتؐ کے حضور میں محبوب تھے۔ استیعاب جلد ۲ صفحہ ۵۷۶ و اسد الغابہ جلد ۳ ص ۳۴۶ میں ہے کہ حضرت عمر سالم مولے حذیفہ کی بہت تعریف کرتے تھے ایسا کہ اپنی وفات کے وقت فرمایا تھا کہ اگر سالم زندہ ہوتے تو میں مجلس شوریٰ نہ کرتا۔ اصابہ جلد ا صفحہ ۱۶ میں ہے کہ حضرت عمر ابی ابن کعب کو سید المسلمین فرماتے تھے۔ اسی طرح کے اور بہت سے ارشادات ہیں جن سے تفاضل مابین اصحاب نبیؐ ثابت ہوتا ہے۔

حضرت علیؑ کی حدیث سے فضیلت

جناب علی مرتضی کی فضیلت کا ثبوت احادیث صحیحہ و آثار صحابہ سے ملتا ہے سب سے قطع نظر کر کے حدیث منزلت "انت منی بمنزلة هارون من موسی" "تم میرے لئے بمنزلہ ہارون کے ہو جو موسیٰ کے لئے تھے۔ جو ائمہ حدیث کے نزدیک اثبت الاخبار اصح الاسناد خبر متواتر متفق علیہ ہے۔ جس کی شرح امام نووی شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے حضرت علی کی فضیلت کا اثبات بلا تعرض دیگر صحابہ پر ہوتا ہے اور اس سے ان کی خلافت پر استدلال نہیں ہو سکتا۔ (جلد ۲ شرح صحیح مسلم صفحہ ۲۷۸)۔

خطیب تاریخ بغداد میں طریف ابن عبداللہ موصلی کے حال میں لکھتے ہیں کہ حکیم بن جبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے پوچھا کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا اور انہوں نے ابو جحیفہ وہب ابن الخیر سے سنا کہ آپکے جد حضرت علی نے برسر ممبر ارشاد فرمایا کہ

بعد آنحضرتؐ کے اس امت میں سب سے بہتر ابوبکرؓ وعمرؓ ہیں جناب امام نے ارشاد فرمایا کہ ہم سے سعید ابن المسیب نے بیان کیا کہ آنحضرت نے فرمایا: اے علی! تم میرے لئے ویسے ہو جیسے ہارون موسیٰ کیلئے تھے۔ یہ کہہ کر امام نے فرمایا کہ: "مؤمن ہمیشہ اپنی کسر نفسی کیا کرتا ہے" (جلد ۹ صفحہ ۳۶۵)۔

صحابہ میں سے حضرت عباس کا قائل تفضیل ہونا ثابت ہوتا ہے۔ حافظ خطیب تاریخ بغداد میں قاضی شریک کے حال میں لکھتے ہیں کہ یہ ایک مرتبہ مہدی عباس کے پاس گئے۔ مہدی نے ان سے پوچھا کہ تم علی کے حق میں کیا کہتے ہو؟ انہوں نے کہا جو تمہارے اجداد حضرت عباس اور عبداللہ ابن عباس ان کے حق میں کہتے تھے وہی میں بھی کہتا ہوں۔ پوچھا وہ کیا کہتے تھے؟ کہا کہ حضرت عباس کا ہمیشہ یہی اعتقاد رہا کہ علی تمام صحابہ سے افضل ہیں کیونکہ وہ یہ دیکھتے تھے کہ اکابر مہاجرین کو عبادات میں جو مشکلیں پیش آتی تھیں وہ حضرت علی ہی سے حل کرتے تھے۔ اور عبداللہ ابن عباس تمام لڑائیوں میں حضرت علی کے تابع اور ان کی فوج کے سردار رہے اگر ان کی امامت جابرانہ سمجھتے تو سب سے پہلے وہی ان کی شرکت سے کنارہ کش ہو جاتے۔ مہدی یہ سن کر خاموش ہو گئے۔ (جلد ۹ صفحہ ۲۹۲)۔

عبداللہ ابن عباس کے متعلق استیعاب میں ہے کہ حضرت عمر نے ان سے فرمایا کہ تم یہ کہتے ہو کہ تمہارے دوست علی خلق سے بہتر ہیں۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ ہاں میں یہ بوجہ سابقیت وعلم وقرابت وصہریت کے کہتا ہوں (جلد ۲ صفحہ ۴۸۰)۔

فتح الباری سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی کی تفضیل کے قائل صحابہ میں سے عبداللہ ابن مسعود بھی تھے جیسا کہ ان سے بسند صحیح مروی ہے "ان علیاً افضلھم" یعنی حضرت علی ان میں افضل ہیں۔ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ اس حدیث کی مؤید وہ حدیث ہے جو بزار نے حضرت ابن مسعود سے روایت کی ہم کہا کرتے تھے۔ اہل مدینہ میں افضل علی ابن ابیطالب ہیں۔ اس کے رجال موثق ہیں۔ پھر ابن حجر کہتے ہیں کہ یہ امر بھی محمول ہے کہ حضرت ابن مسعود نے اس کو بعد شہادت حضرت عمرؓ فرمایا ہو۔ (فتح الباری پارہ ۱۴ صفحہ ۳۷۹)۔

جیسا کہ محبّ طبری ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۰۹ میں بہ روایت امام احمد ابن حنبل کتاب

المناقب میں لکھتے ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن عمر بھی حضرت علی کی فضیلت کے قائل تھے۔ ابن حجر فتح الباری پارہ ۱۴ صفحہ ۳۵۹ میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عمر والی یہ حدیث ہے

کنا نخیر(۱) فی زمان رسول اللہ ابابکر ثم عمر ثم عثمان ثم نترک الخ

ہم آنحضرتؐ کے زمانہ میں سب سے اچھا ابوبکر کو جانتے تھے پھر حضرت عمر کو پھر حضرت عثمان کو پھر اس ذکر کو ترک کرتے۔

اس حدیث میں محدثین نے سخت اضطراب ظاہر کیا ہے اور اس کی مختلف تاویلیں کی ہیں سب سے بہتر تاویل وہ ہے جو ملا علی قاری نے مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح جلد ۵ صفحہ ۵۲۶ میں لکھی ہے کہ نترک سے یہ مراد ہے کہ اہل بدر واحد و بیعت الرضوان تمام صحابہ سے افضل ہیں۔ اور یہ تفاضل مابین اصحاب ہے نہ کہ اہل بیتؑ ان کا حکم ان سب سے مغایر ہے۔ محب طبری ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۲۰۸ میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث کے متعلق بعض طرق سے یوں مروی ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمر سے کہا کہ اور علی ابن عمر نے فرمایا کہ علی اہل بیت سے ہیں ان پر اور کسی کا قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ علی ابن نعیم بصری کہتے ہیں کہ ابن عمر کے سکوت سے نفی فضیلت نہیں اگر اس شخص کے دریافت کرنے پر بھی سکوت اختیار کرتے تو ممکن بھی تھا۔ علاوہ اس کے افضل الناس من اصحابہ ہے نہ کہ من اہل بیتہ۔ اس کو علامہ ابراہیم شافعی نے "الاکتفاء فی فضیلۃ اربعۃ الخلفاء" (۲) میں بھی لکھا ہے اور مودۃ اہلبیت القربیٰ میں مرفوعاً حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ "خیر رجالکم علی ابن ابیطالب"۔ بہترین مردوں میں علی ابن ابیطالب ہیں۔

۱۔ مولوی وحید الزمان خان المخاطب بہ نواب وقار نواز جنگ بہادر تیسیر الباری شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں کہ اس سے حضرت ابوبکر صدیق کی افضلیت نکالنا قطعی نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ ایک صحابی کا خیال ہے۔ اور اعتقادیات میں خبر واحد مرفوع بھی کافی نہیں سمجھی جاتی تو خبر موقوف وہ بھی ایک اجتہادی رائے کیونکر کافی ہوگی علاوہ اس کے جن لوگوں نے اس اثر سے دلیل لی ہے انہوں نے خود اس کے خلاف کیا ہے۔ یعنی ان میں سے بعضوں نے حضرت علی کو حضرت عثمان پر فضیلت دی ہے۔ اسکے سوا عبدالرزاق نے اس اثر کو پورا نکالا۔ اس میں یہ ہے کہ کسی نے ابن عمر سے پوچھا پھر علی کدھر گئے؟ انہوں نے کہا علی تو اہلبیت میں ہیں۔ ہمارا مطلب ان صحابہ سے تھا جو اہلبیت میں داخل نہیں ہیں۔ ۱۲ پارہ ۱۴ صفحہ ۳۷۔

۲۔ ملاحظہ ہو قول المستحسن صفحہ ۴۳۱۔

علامہ ابن عبدالبر استیعاب میں لکھتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسیؓ، ابوذر غفاریؓ، مقداد ابن الاسودؓ، عمار ابن یاسرؓ، خباب ابن الارت، حذیفہ ابن الیمانؓ، ابوسعید خدریؓ، زید ابن ارقمؓ بھی فضیلت کے قائل تھے۔ ان سب کا ارشاد ہے کہ حضرت علی وہ شخص ہیں جو سب سے پہلے اسلام لائے ان پر دوسروں کو فضیلت نہیں (جلد ۲ صفحہ ۴۷۰)۔

ابو طفیل عامر ابن واثلہ ابن الاسقع کے متعلق بھی علامہ ابن عبدالبر استیعاب جلد ۲ صفحہ ۴۶۵ میں لکھتے ہیں کہ یہ حضرت علی کی فضیلت کے قائل تھے۔ شیخین کی مدح وثنا کرتے۔ حضرت عثمان کے ساتھ ہمدردی کیا کرتے۔

حضرت عائشہ کے ارشاد سے ان کا خود بھی یہی خیال معلوم ہوتا ہے جب لوگوں نے ان سے حضرت علی کے متعلق پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ وہ بہترین خلق سے ہیں۔ ینابیع المودۃ میں ہے کہ امام احمد کتاب المناقب میں بروایت عقبہ بن سعد العوفی لکھتے ہیں کہ حضرت جابر سے جب میں نے حضرت علیؑ کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ یہ خیر البشر تھے۔ (مودۃ ثالثہ صفحہ ۲۴۶، ینابیع المودہ و ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۲۰)

ان امور سے ثابت ہوتا ہے کہ اعتقاد تفضیل بہت سے صحابہ و تابعین و تبع تابعین میں موجود تھا چونکہ خیر القرون میں ایسا اعتقاد پایا جاتا تھا لہذا اس کو بدعت قرار دینا خود بدعت ٹھہریگا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات حسب ذیل ہیں۔ منقول ہے کہ خود آپ نے حضرت فاطمہؓ سے بعد نکاح فرما دیا تھا کہ میں نے تمہارا نکاح اپنے خاندان میں سب سے افضل تر شخص سے کیا ہے۔

اس واقعہ کو علامہ شبلی نے اپنی کتاب سیرۃ النبیؐ کے جلد اول صفحہ ۲۶۸، حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے نکاح کے بیاں میں طبقات ابن سعد سے لیکر لکھا ہے جس سے حضرت علی کا خاندان رسول میں افضل ہونا ثابت ہوتا ہے اور خاندان رسول یعنی بنی ہاشم کا تمام قبائل عرب سے افضل ہونا متعدد احادیث مرویۂ مسلم و ترمذی وغیرہ سے ثابت ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود و بریدہ ابن الحصیب و حذیفہ ابن الیمان سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "علی خیر البشر" ہیں جس نے انکار کیا وہ کافر ہوا۔ اس حدیث

کو امام فخر الدین رازی نے اربعین میں اور ابوبکر ابن مردویہ نے مناقب میں روایت کیا۔ سید علی ہمدانی نے رسالۂ مودۃ اہل بیت القربیٰ میں اس حدیث کو بروایت حضرت عائشہ صدیقہ لکھا ہے رسالۂ مذکورہ کتاب ینابیع المودۃ مؤلفہ شیخ سلیمان رضوی بلخی قندوزی میں تمام و کمال منسلک ہے (ملاحظہ ہو از صفحہ ۲۴۲ تا ۲۶۶)۔

سید علی ہمدانی (۱) مودۃ اہلبیت القربیٰ میں لکھتے ہیں کہ امام محمد باقر اپنے آبائے کرام سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت سے خیر الناس کے متعلق پوچھا گیا آپ نے فرمایا کہ

خیرها و اتقاها و افضلها و اقربها الی الجنة، اقربها منی و لا اتقی و لا اقرب الیّ من علی ابن ابیطالب	بہتر اور بڑا متقی اور افضل اور جنت میں قریب ہونیوالا وہ ہے کہ جو مجھ سے قریب تر اور مجھ سے قریب تر اور بڑا متقی علی ابن ابیطالب سے زائد کوئی نہیں۔
(مودة ثالثه صفحه ۲۴۷)	

اب رہا یہ امر کہ تفضیل ظنی ہے اور اسکے ظنی ہونے پر سلف نے اتفاق کر لیا ہے۔ تفضیل بر ترتیب خلافت قطعی نہیں نہ علماء اسکے خلاف عقیدہ رکھنے والے کو بدعتی وغیرہ کہہ سکتے ہیں۔ ورنہ اس کا اثر سلف صالحین تک پہونچے گا۔ لوگوں کا یہ قول کہ فضیلت کے ظنی سمجھنے سے اجماع کی مخالفت لازم آئے گی، اور جو روایتیں کہ فضیلت کے ظنی ہونے کے بارے میں نقل ہوئیں وہ شاذ ہیں ان کی طرف چنداں توجہ نہیں کی جاسکتی۔ حضرت ابوبکر کی فضیلت پر اجماع ہو چکا ہے۔ اور اجماع دلائل قطعیہ میں سے ہے لہذا افضلیت کو بھی قطعی سمجھنا چاہیے۔ یہ امر راستی سے دور ہے اس لئے کہ اجماع کا دلیل قطعی ہونا تو ضرور صحیح ہے۔ لیکن اجماع کے تمام اقسام قطعی نہیں کتب اصول فقہ میں اسکی مفصل بحث موجود ہے۔ قطعی اس کو کہتے ہیں جس میں بالکل اختلاف نہ ہو اور جسمیں اختلاف ہو اگر چہ وہ اختلاف شاذ ہی ہو وہ ظنی ہے۔ قطعیت کے حد سے نکل جاتا ہے۔ اگر چہ شاذ ہونے کی وجہ سے اختلاف چنداں قابل اعتماد بھی نہ ہو لیکن اس اجماع کا درجہ قطعیت سے گھٹا رہتا ہے۔ علاوہ اس کے

۱۔ امیر سید علی بن شہاب بن محمد الہمدانی ملقب بعلی ثانی۔ نفحات میں ہے کہ یہ علوم ظاہری و باطنی کے عالم تھے۔ انکے مصنفات بہت مشہور ہیں مرید یہ شیخ شرف الدین محمود مزدقانی کے تھے۔ تعلیم طریقت شیخ تقی الدین علی سے پائی۔ انکا تفصیلی حال کفوی نے اعلام الاخیار میں لکھا ہے۔ روائح المصطفیٰ من ازہار المرتضیٰ صفحہ ۲۸۰ میں بھی انکا حال موجود ہے۔ ۱۲ مؤلف۔

اگر اجماع بھی ہوا ہے تو ظن ہی پر ہوا ہے۔ صاحبان اجماع نے اس کی قطعیت پر حکم نہیں لگایا چنانچہ ہم سابقاً ابوبکر باقلانی امام الحرمین، امام غزالی وغیرہ کے اقوال نقل کر چکے ہیں۔ (منقول از روض الازہر صفحہ ۳۵۲)

ان بیانات سے واضح ہوتا ہے کہ اس مسئلہ فضیلت میں بعد از اجماع نہایت امر یہ ہے کہ اجماع سے ترتیب خلافت کا ثبوت ملتا ہے نہ فضل بر ترتیب خلافت کا۔ چنانچہ اس سے قبل ثابت ہو چکا ہے کہ سلف کا حضرت عثمان کے احق بالخلافت ہونے پر اجماع اور افضل ہونے پر اختلاف رہا ہے اس سے ثابت یہ ہوتا ہے کہ قطعیت خلافت سے قطعیت افضلیت ہرگز لازم نہیں آتی ہے۔

طالوت ایک مؤمن بادشاہ خلیفۂ وقت تھا۔ حضرت داؤد و دیگر انبیاء علیھم السلام اسکے عہد میں موجود تھے اور اسکے تابع حکم تھے کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ طالوت ان انبیاء کرام علیھم السلام سے افضل تھا۔

یہاں پر ایک اعتراض یہ ہوسکتا ہے کہ جب افضل کی تعظیم مفضول پر واجب ہوئی تو ہر واجب التعظیم افضل ہوگا۔ کافر و مشرک والدین بھی واجب التعظیم ہیں۔ اسلئے وہ بھی افضل مانے جائینگے۔ کافر کو افضل سمجھنا خلاف شریعت ہے جس کا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ کفار والدین کی تعظیم عرف شرع میں تعظیم کہلاتی ہے اصطلاح میں اس کو "بِر و احسان" کہتے ہیں۔ شرع میں کفار والدین کی تعظیم جائز نہیں بلکہ اس سے برائت واجب ہے شرعی تعظیم وہی ہے جو محبت للہ پر مبنی ہو (سر الجلیل ص ۵)۔

خلافت و امارت میں فاضل و مفضول کی بحث فضول ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے حیات میں حضرت ابوبکر و حضرت عمر پر عمرو ابن العاص اور اسامہ بن زید کو امیر مقرر فرمایا تھا۔ حضرت جعفر طیار پر زید ابن حارثہ کو امیر کیا۔ مدینہ سے اپنی غیبت میں بار ہا عبداللہ ابن ام مکتوم اور دیگر اصحاب کو خلیفہ کیا، حالانکہ ان سے بہتر لوگ موجود تھے۔ عمر ابن العاص، اسامہ ابن زید، زید ابن حارثہ کو کسی طرح حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت جعفر طیار پر فضیلت نہیں ہوسکتی ہے جب آنحضرتؐ نے خود افضل کی موجودگی میں مفضول کو امیر و خلیفہ بنایا تو بعد میں اگر مسلمانوں نے مجتمع ہو کر ایسا کیا تو کیا حرج و نقصان ہوا۔ یہ سب اس صورت میں ہے کہ جب حضرت علی اور

خلفائے ثلاثہ میں سے کسی ایک کو دوسرے سے افضل ماننا ضروری سمجھا جائے۔ حالانکہ یہ خود ہی قابل غور ہے کہ ان لوگوں میں باہم افضلیت کی بحث بھی کی جاسکتی ہے یا نہیں کیوں کہ کسی کو افضل جب ہی کہہ سکتے ہیں جب حیثیتیں متحد ہوں ورنہ فضل جزئی تو قابل توجہ نہیں ہوا کرتا۔ یہاں یہ حیثیتیں واقع ہوئی ہیں کہ دو خسر، دو داماد۔ دو دامادوں میں ایک بھائی جو بخیال حقوق تربیت بمنزلۂ اولاد کے ہے دوسرا محض غیر۔ جب حیثیت ہی متحد نہ ہو تو افضلیت اور غیر افضلیت کا سوال کیونکر پیدا ہو سکتا ہے ایک کو آنحضرت سے سرمایہ عینیت حاصل ہے، دوسرے کو مایۂ ناز فضل معیت ہے۔ ایک نفس نبی ہے دوسرے اعزا و احباب۔ باہم افضلیت و مفضولیت کی گفتگو ختم کرنے کے لئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ صحابہ میں حضرت ابو بکر سب سے افضل تھے اور اہلبیت میں حضرت علی۔ اہلبیت میں حضرت علی کا ہونا احادیث نبوی اور ارشادات ابو بکر سے مثل روز روشن واضح و لائح ہے۔ اہلبیت و صحابہ میں باہم تفضیل کی گفتگو بالکل بیکار ہے۔

جمہور کا یہ عقیدہ کہ ترتیب فضیلت بحیثیت ترتیب خلافت ہے یہ غالباً عوام و جہلا کو فتنہ میں پڑنے سے محفوظ رکھنے کے لئے ہے۔ جن کو یہ معلوم کر کے کہ حضرت علی خلفائے ثلاثہ سے افضل ہیں۔ خلفائے ثلاثہ سے بدعقیدگی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور یہ معلوم کر کے کہ حضرت ابو بکر افضل ہیں ان کی خلافت پر اطمینان ہو جاتا ہے ورنہ افضل نہ ہونے کی حالت میں وہ ان کو کسی طرح مستحق خلافت ہی نہیں سمجھتے۔

یہ تفضیل جو مختار اہل حق ہے وہ چند اعتبارات سے ہے نہ من جمیع الوجوہ، یعنی نسب و شجاعت و قوت و علم وغیرہ میں حضرت علی کو تمام سب پر فضیلت یقینی ہے جیسا کہ شاہ ولی اللہ فاروقی محدث دہلوی رسالہ حسن العقیدہ ص ۷ا میں لکھتے ہیں۔

و ابوبکر افضل الناس بعد رسول الله ثم عمر و لا نعنی الافضلیة من جمیع الوجوہ حتی یعم النسب و الشجاعة و القوة و العلم و امثالهابل بمعنی عظم نفعه فی الاسلام.	اور ابو بکر بعد آنحضرتؐ کے افضل الناس ہیں انکے بعد عمر اور یہ فضیلت من جمیع الوجوہ ہم نے مراد نہیں لی ہے۔ جو نسب و شجاعت و قوت و علم وغیرہ کو بھی حاوی ہو بلکہ اس سے عظیم النفع فی الاسلام مراد ہے۔

حضرت ابوبکر(۱) پر حضرت علی کی تفضیل بحیثیت جہاد سیفی و سنانی و فن قضا و کثرت روایت حدیث و ہاشمیت خصوصاً زوجیت حضرت فاطمہ قطعی و یقینی ہے۔ جس میں کچھ بھی محل انکار نہیں اور اگر تفضیل من کل الوجوہ سمجھی جائے تو شیخین میں سے کسی کو حضرت علی پر من کل الوجوہ تفضیل نہیں حاصل ہو سکتی۔

اب رہی تفضیل بحیثیت خلافت رسول جس کے قائل حضرت امام احمد بن حنبل بہ ایں الفاظ ہیں جیسا کہ محب طبری ریاض النضرہ جلد۲ ص ۲۰۸ میں لکھتے ہیں کہ

و عن احمد بن حنبل و قد سئل عن تفضيل اصحاب رسول الله صلى الله عليه و آله وسلم فقال ابوبكر خير الناس بعد رسول الله ثم عمر ثم عثمان ثم علی ابن ابیطالب فی الخلافه.

اور مروی ہے احمد بن حنبل سے کہ ان سے اصحاب رسول اللہ کی تفضیل کے متعلق پوچھا گیا انہوں نے کہا: خلافت میں بعد آنحضرتؐ کے بہترین خلق ابوبکر ہیں پھر عمر پھر عثمان پھر علی بن ابیطالب۔

۱۔ امام بخاری نے صحیح بخاری کے پارہ ۱۴ صفحہ ۳۷ میں ایک باب بہ این عنوان مدون کیا کہ باب فضل ابی بکر بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی یہ باب ہے اس بیان میں کہ آنحضرت کے بعد حضرت ابوبکر صدیق کو دوسرے صحابہ پر فضیلت ہے۔ اسکی شرح میں مولوی وحید الزمان خان المخاطب بہ نواب وقار نواز جنگ تیسیر الباری شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں کہ امام بخاری نے جو یہ باب بنایا اس سے معلوم ہوا کہ وہ بھی جمہور علماء کے موافق ابوبکر صدیق کو تمام صحابہ سے افضل جانتے تھے۔ اکثر سلف کا یہی قول ہے اور خلف میں سے بھی اکثر نے یہی کہا ہے لیکن بعض محققین کا یہ قول ہے کہ ابوبکر اور عمر اور عثمان اور علی میں باہم ایک دوسرے پر من جمیع الوجوہ فضیلت دینے میں کوئی نص قطعی وارد نہیں ہے اور بغیر نص قطعی کے افضلیت من جمیع الوجوہ جو ایک اعتقادی بات ہے ثابت نہیں ہو سکتی۔ اور ایسی افضلیت پر اجماع کے منعقد ہونے میں کلام ہے البتہ یہ صحیح ہے کہ ابوبکر صدیق کی خلافت پر تمام صحابہ کا اجماع ہو گیا لیکن خلافت ایسی افضلیت کو مستلزم نہیں ہے اور ہمارے مشائخ میں سے شاہ ولی اللہ محدث صاحب نے ازالۃ الخفا میں بہت زور سے شیخین کی افضلیت تمام صحابہ پر ثابت کی۔ مگر سب اشارات اور کنایات سے جو اعتقادیات میں حجت نہیں ہو سکتے اور احادیث اور آیات کے اشارات متعارض ہیں۔ مثلاً حدیث "یا علی انت منی بمنزلة هارون من موسی" اور آیت "انما ولیکم الله و رسوله والذین امنوا" سے حضرت علی کی تفضیل سب پر نکلتی ہے اس طرح اس حدیث سے "یافاطمة انت و هذا النائم یعنی علیاً و انا فی مکان واحد یوم القیامة" اسی لیے مصنف متبع سنت کا یہ طریقہ ہونا چاہیے اور یوں کہے کہ تمام صحابہ میں آنحضرت کے بعد یہ چاروں افضل ہیں۔ ابوبکر اور عمر اور عثمان اور علی اور ان کی خلافتیں بھی اسی ترتیب سے صحیح اور حق ہیں۔ واللہ علی ما نقول شہید ۱۲۔

تو درحقیقت خلافت رسول خود ہی ایک خاص فضیلت وشرف ضرور ہے جو باعث عطائے اعزاز واکرام بیحد سمجھا جاسکتا ہے۔ یہ منصب خلافت بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بغرض تکمیل نظام عالم خلفائے راشدین کے سپرد ہوا جو حضرت امام حسن علیہ السلام پر ختم ہوگیا پھر خالص حکومت دنیا رہ گئی۔

خلافت نہ تو منصوص من اللہ تھی نہ مستلزم فضیلت کلی، کیونکہ استحقاق من حیث النبوت تو کسی کو جب ہوتا کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبوت نہ بند ہوئی ہوتی۔ خلفائے راشدین جامع ظاہرو باطن تھے ان میں سے ہر ایک ہدایت واصلاح ظاہر کرسکتا تھا۔ نسبتاً ایک سے دوسرے کو تفوق اور تفضیل حاصل ہونا امر آخر ہے۔ ابقائے ملت، اصلاح امت، نظام شرائع، اقامت اوامر ونواہی میں تبلیغ وتوسیع اسلام کا استحقاق چاروں خلفاء کو برابر تھا اس میں تقدیم وتاخیر سے کسی کی تنقیص لازم نہیں آتی۔ ان امور میں درحقیقت حضرات شیخین کامیاب ہوئے اگر چاروں خلافتوں کا موازنہ کیا جائے تو جو کام ابقائے ملت واصلاح امت کا حضرت ابوبکر نے اپنے مختصر دوسالہ عہد میں کیا وہ کسی سے باوجود درازی عہود نہ ہوسکا اور جو توسیع فتوحات واشاعت اسلام حضرت عمر نے کی وہ اور کسی کو نصیب نہ ہوئی۔ جمع واشاعت آیات قرآنی میں حضرت عثمان کا کوئی نظیر نہ ہوسکا اور جو باطنی اصلاح، تصفیۂ قلوب، تزکیۂ نفس، تعلیم زہدواتقاء ترک مکروہات دنیا، حضرت علی نے کئے اس امر میں ان کا کوئی ہم پلہ نہ ہوا۔

خلاصۂ کلام یہ کہ محققین اہلسنت کے نزدیک فضیلت کی اصلیت خدا ہی کو معلوم ہے کسی کو اس پر پوری اطلاع نہیں ملی۔ خلفائے اربعہ کے مناقب میں حدیثیں وارد ہیں اور باہم متعارض ہیں سلف کا افضلیت کے بارے میں اختلاف بھی ہے اس بات پر قطعی اجماع نہیں ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کون افضل واعلیٰ ہے۔ زیادہ تر افضلیت سے اکثریت ثواب مراد لیا جاتا ہے جس کا ثبوت صرف مخبر صادق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے مل سکتا ہے۔ احادیث میں تعارض واقع ہے۔ جب تعارض واقع ہو تو جانب اولیٰ کو ترجیح دینا چاہیے اور احادیث قوی و ضعیف کو خیال رکھنا چاہئے۔

ایک کو افضل سمجھنے والا دوسرے کے افضل سمجھنے والے کو گمراہ اور بے دین نہیں سمجھ سکتا۔ ہر

شخص اس امر میں آزاد خیال ہے اس بارے میں کسی پر کوئی پابندی منصوص من اللہ و مامور من الرسول عائد نہیں ہوتی۔ خود حضرت علی کا ارشاد اس بارے میں ہے کہ مجھکو ابوبکر و عمر پر فضیلت نہ دو (۱)۔ یا آنحضرتؐ کے بعد ابوبکر افضل ہیں یہ بالکل ویسا ہی ہے جیسا کہ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے کہ مجھے یونس بن متی پر فضیلت نہ دو۔ حالانکہ آنحضرت کی تفضیل حضرت یونس ابن متی کیا تمام انبیاء علیھم السلام پر ثابت ہے۔ یہ ارشاد آپ کا بجز انکسار کے جو خاصۂ نبوت ہے اور کس چیز پر محول کیا جاسکتا ہے۔ ایسا ہی حضرت علی کے ارشاد کو بھی سمجھنا چاہیے۔ علاوہ بریں حضرات شیخین نے بھی تو اپنے اوپر حضرت علی کو فضیلت دی ہے۔

مسئلہ فضیلت کے متعلق جو بحث ہم نے اوپر درج کی ہے اس سے ناظرین کو اس کے متعلق اسلاف کے اقوال وعقائد، صحابہ و تابعین کے ارشادات واحادیث نبوی کا علم ہو گیا ہوگا۔ اب ہم ناظرین کے سامنے حضرت علی مرتضی کے فضائل حمیدہ و خصائل پسندیدہ کا ایک تفصیلی تذکرہ پیش کرنا چاہتے ہیں تا کہ ناظرین خود اس امر کا اندازہ کرلیں کہ حضرت علی کی فضیلت من جمیع الوجوہ روز روشن کی طرح واضح ہے اور کسی دلیل و حجت کی محتاج نہیں۔ نہ خلفائے ثلاثہ کے فضائل ترتیبی کو اس سے کوئی تعارض ہے۔

۱۔ مولوی وحید الزمان خان شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں کہ حضرت علی کے اس قول سے ان لوگوں نے دلیل لی ہے جو حضرت ابوبکر صدیق کو آنحضرت کے بعد سب سے افضل کہتے ہیں۔ پھر انکے بعد حضرت عمر کو جیسے جمہور اہلسنت کا قول ہے عبدالرزاق محدث فرماتے ہیں کہ حضرت علی نے خود شیخین کو اپنے اوپر فضیلت دی۔ لہذا میں بھی فضیلت دیتا ہوں۔ ورنہ کبھی فضیلت نہ دیتا۔ دوسرے روایت میں حضرت علی سے منقول ہے کہ جو کوئی مجھکو شیخین کے اوپر فضیلت دے میں اس کو مفتری کی حد لگاؤں گا۔ مخالفین کہتے ہیں کہ حضرت علی نے یہ کسر نفسی اور تواضع سے فرمایا۔ کیا کوئی آدمی خود اپنی فضیلت بیان کرتا ہے۔ اسکی مثال حدیث میں موجود ہے۔ آنحضرتؐ نے یہ فرمایا مجھکو یونس بن متی پیغمبر سے افضل نہ کہو۔ دوسری حدیث میں ہے کہ پیغمبروں کو ایک دوسرے پر فضیلت نہ دو باوجودیکہ ہمارے پیغمبر صاحب سب پیغمبروں سے افضل ہیں تو حضرت یونس سے بطریق اولیٰ افضل ہونگے۔ اسکے علاوہ حضرت علی کا قول بھی ایک حدیث موقوف ہے اس سے اعتقادی مسئلہ ثابت ہونا مشکل ہے۔ خصوصاً ایسے حال میں جب یہ معاملہ انہیں کی ذات سے متعلق ہو۔ اور کسر نفسی جو لازمۂ انسانیت ہے اس میں محتمل بلکہ یقینی ہو۔ اور دلیل اسکی خود ایسی روایت موجود ہے کیونکہ جمہور اہلسنت کے نزدیک شیخین کے بعد یا حضرت عثمان یا حضرت علی باقی صحابہ سے افضل ہیں۔ حالانکہ اس میں یہ مذکور ہے کہ حضرت علی عوام مسلمانوں کے مثل ہیں پس واجب ہوا اس کا پھیرنا ظاہر سے۔ اور جب تاویل کی گنجائش نکل آئے تو شیخین کے متعلق جو مضمون ہے اس میں بھی تاویل ہو سکتی ہے اب رہا وہ اثر حضرت علی کا کہ جو مجھکو شیخین پر فضیلت دے میں اسکو مفتری کی حد لگاؤں گا۔ یہ ہمارے خلاف نہیں کیونکہ ہم اسکے قائل نہیں ہیں کہ حضرت علی شیخین سے افضل تھے، ہم تو یہ کہتے ہیں کہ مسئلہ تفضیل حل نہیں ہوا اور دلائل متعارض ہیں۔ لہذا اسمیں سکوت بہتر ہے۔ اللہ خوب جانتا ہے کہ کون اسکے نزدیک افضل ہے۔ اگر شارع سے کوئی نص صاف وصریح آجاتا تو اور بات تھی۔ ۱۲ پارہ ۱۴ صفحہ ۸۰۔

افضلیت بہ اعتبار اقسام تین قسموں پر منحصر ہے۔ فضیلت نفسی، فضیلت جسمی، فضیلت خارجی۔ مگر قبل اسکے کہ ہم فضائل نفسی وجسمی وخارجی کو تفصیل وار لکھیں اور خصائص واسباب کثرت ثواب کو لکھ کر افضلیت کو ثابت کریں، ہم کو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم ناظرین کے سامنے تمہید کے طریقے سے حسب ذیل امور بھی پیش کردیں۔

۱۔ احادیث مناقب کے متعلق محدثین کی رائے
۲۔ حضرت علی کے ذکر کا داخل عبادت ہونا
۳۔ اکتساب فضائل
۴۔ آپ کا جامع مدارج فضل ہونا
۵۔ آپ کے فضائل ومناقب کا بیشمار ہونا
۶۔ فضائل میں سبقت
۷۔ مخصوص فضائل

احادیث مناقب کے متعلق محدثین کی رائے

طبری ریاض النضرۃ،(۱) زرقانی شرح مواہب، (۲) ینابیع المودۃ، (۳) روائح المصطفیٰ، (۴) مناقب مرتضوی، (۵) صواعق محرقہ، (۶) استیعاب، (۷) مستدرک للحاکم (۸) اور تفسیر ثعلبی میں ہے کہ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے حضرت علی مرتضیٰ کے برابر کسی کے فضائل وارد نہیں ہوئے۔ سند جید کے ساتھ۔ قاذی اسماعیل ابن اسحاق اور ابوعلی نیشا پوری کا بھی یہی قول ہے۔ امام نسائی کا قول ہے کہ صحابہ میں سے کسی کی شان میں حضرت علی سے زائد حدیثیں جید اسانید کے ساتھ روایت نہیں ہوئیں۔

---

۱ جلد ۲ باب ۴ فصل ۹ صفحہ ۲۱۳۔ ۲ زرقانی شرح مواہب جلد ۳ صفحہ ۲۱۶۔ ۳ باب ۵۹ صفحہ ۲۷۹۔ ۴ فصل فی الاحادیث صفحہ ۱۷۔ ۵ اس کے مصنف میر صالح کشفی ہیں انکی متعلق روائح المصطفیٰ صفحہ ۳۸۹ میں ہے کہ یہ صاحب انوار جلیہ ومدارج عالیہ وجامع علوم دینی و دنیوی تھے۔ انکے خوارق وکرامات مشہور ہیں۔ سلسلہ قادریہ میں انکو شاہ نعمت اللہ سے بیعت تھی۔ دیگر سلاسل کی اجازت بھی انہیں سے حاصل تھی۔ حالت ذوق میں یہ اشعار خوب کہتے۔ انکا دیوان بھی تھا۔ انہوں نے ۱۰۶۰ھ میں انتقال کیا انکی کتاب مناقب مرتضویہ غیر مطبوع موجود ہے ۱۲۔ مؤلف۔ ۶ فصل ثانی صفحہ ۴۷۔ ۷ جلد ۲ صفحہ ۲۷۹۔ ۸ جلد ۳ صفحہ ۱۰۷۔

عبداللہ ابن قتیبہ کتاب الامامۃ والسیاسۃ میں لکھتے ہیں کہ ہمدان کا ایک باشندہ برد نامی کسی کام سے معاویہ کے پاس گیا اس نے سنا کہ عمرو ابن العاس حضرت علی کو برا بھلا کہہ رہے ہیں۔ برد کہنے لگا اے عمرو ہمارے بزرگوں نے آنحضرت کو فرماتے سنا ہے کہ جس کا میں مولا ہوں علی بھی اسکے مولا ہیں۔ آیا یہ بات سچ ہے یا جھوٹ؟ عمرو ابن العاس نے کہا کہ میں تم کو اس سے بھی بڑھکر بات سناؤں کہ آنحضرتؐ کے کسی صحابی کے اتنے مناقب نہیں ہیں جتنے کہ علیؑ کے مناقب ہیں۔ مگر کیا کریں مجبور ہیں، وہ حضرت عثمان کے قتل میں شریک ہوئے (۱) (جلد ا صفحہ ۹۳) قبل امارت مصر و دوستی معاویہ عمرو ابن العاص کے خیالات اچھے تھے۔ معاویہ نے جب حضرت علی سے جنگ کرنا چاہی تو اپنے بھائی عتیبہ ابن ابی سفیان کے مشورے سے عمرو ابن العاس کو لالچ دیکر اپنی طرف بلا لیا۔ یہ امر اس خط و کتابت سے جو معاویہ و عمرو ابن العاص میں ہوئی اور جس میں معاویہ نے حضرت علی پر بھی الزام لگایا اور ان سے جنگ کرنے کا ارادہ ظاہر کیا اور عمرو ابن العاص کو مصر کا لالچ دیکر ملانا چاہا۔ جس کے جواب میں عمرو ابن العاص نے حضرت علی کی برائت بھی ظاہر کی اور حضرت علی کے مناقب میں حدیث منزلت، حدیث ثقلین، حدیث طیر، حدیث مدینۃ العلم و آیت تطہیر کو لکھا، بخوبی ثابت ہے۔ ملاحظہ ہو مناقب خوارزمی کے سولھویں باب کی تیسری فصل صفحہ ۱۴۴، اخطب خوارزم مصنف مناقب خوارزمی و مناقب امام اعظم مستند فضلائے زمانہ سے تھے جیسا کہ ذہبی و سیوطی و ابن حجر مکی و سمہودی و کفوی و ابن الصباغ مالکی وغیرھم کی تحریرات سے واضح ہے۔

حضرت علی کے ذکر کا داخل عبادت ہونا

حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ میں نے آنحضرت کو فرماتے ہوئے سنا کہ میرے تمام بھائیوں سے بہتر علی ہیں اور تمام چچاؤں میں بہتر حمزہ ہیں اور علی کا ذکر عبادت ہے (فردوس الاخبار دیلمی و کنز العمال ج ۶ صفحہ ۱۵۲)

ا۔ عمرو ابن العاص کا یہ فقرہ کہاں تک صحیح ہے۔ اسکا اندازہ کتاب ہذا کے جلد اول احسن الانتخاب کے مطالعہ سے بالتفصیل ہوسکتا ہے۔ معاویہ ابن ابی سفیان و عمرو ابن العاص نے حضرت علی پر یہ بہتان باندھا۔ اسکے ذریعہ سے لوگوں کے قلوب کو برانگیختہ کیا اور حضرت علی سے لڑائی ٹھان لی۔ اور ان کی امارت و خلافت کو اسطرح سے درہم و برہم کرنے کی کوشش کی۔ برد نے چونکہ برا کہنے پر ٹوکا تھا اور حدیث پیش کی تھی لہذا اس کے جواب میں انہوں نے یہ غلط الزام لگا دیا۔ تاکہ وہ یعنی معاویہ و عمرو ابن العاص جو بدگوئی کر چکے ہیں، جائز ہو جائے۔ ۱۲ مؤلف۔

حضرت ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ علی کا ذکر عبادت ہے (دیلمی)۔

اکتساب فضائل

حضرت علی کے مثل کسی نے اکتساب فضائل نہیں کیا حضرت عمر کا قول ہے کہ آنحضرتؐ فرماتے تھے کہ کسی نے علی کے مثل فضائل حاصل نہیں کیے وہ اپنے دوست کو ہدایت کا راستہ دکھلاتے ہیں اور اس کو برائی سے بچاتے ہیں (ریاض النضرہ ج ۲ باب ۴ فصل ۹ صفحہ ۲۱۴)

آپ کا جامع مدارج فضل ہونا

مدارج فضل کے متعین کرنے میں اگرچہ لوگوں نے بہت کچھ طبع آزمائی کی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے کلام مجید میں جن مدارج کا ذکر کیا ہے درحقیقت وہی مدارج فضل ہیں۔ انسانی قیاس سے ایسے مدارج کا مقرر کرنا صرف ایک امر اعتباری ہے آیت کلام اللہ

اولئک الذین انعم اللہ علیھم من النبین والصدیقین و الشھداء والصالحین	وہ لوگ جن پر اللہ نے نعمتیں بخشیں وہ انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین سے ہیں۔

سے معلوم ہوتا ہے کہ حقیقتاً مدارج فضل چار ہیں مرتبہ انبیا، مرتبہ صدیقین، مرتبہ شہداء، مرتبہ صالحین۔ اس امر پر مفسرین کا اتفاق ہے کہ اس آیت میں صدیقین، شہداء، صالحین انبیاء سے مغائر ہیں لیکن ان صفات ثلثہ میں مفسرین کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک ان تینوں اوصاف سے موصوف واحد مراد ہے... اور بعض کے نزدیک ہر صفت سے جداگانہ موصوف مراد ہے یعنی صدیقین اور ہیں، شہداء اور ہیں، صالحین اور۔ اور حضرت علی کی ذات مستجمع الصفات میں بجز منصب نبوت یہ تینوں اوصاف پائے جاتے ہیں۔

۱۔ صدیق یعنی جس میں صدق غالب ہو۔ صدق صفت فاضلہ میں سے ایک ممتاز صفت ہے کیونکہ ایمان کی تکمیل تصدیق بالقلب کے سوا نہیں ہوسکتی۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ صدیق وہ ہے جو تمام امور دین کی تصدیق کرے اور کسی امر میں شک نہ کرے چنانچہ آیت

والذین اٰمنو باللہ و رسلہ اولیئک ھم الصدیقون	جو لوگ اللہ کے اور اسکے رسولوں پر ایمان لائے ہیں وہ صدیقین میں سے ہیں۔

سے یہی معنی ثابت ہوتے ہیں مفسرین نے صدیقین سے آنحضرتؐ کے افاضل اصحاب مراد لئے ہیں بعض کے نزدیک صدیق وہ ہے جو اسلام لانے میں سب پر سبقت رکھتا ہو اور سب سے پہلے رسول کی تصدیق کرے (۱) حضرت علیؑ کیا بوجہ سبقت اسلام اور کیا بہ اعتبار تصدیق امور دین سرگروہ صدیقین تھے۔ موفق ابن احمد خوارزمی و حافظ ابو نعیم صاحب حلیۃ الاولیاء و حموینی و حافظ ابوبکر ابن مردویہ مناقب میں اور سبط ابن الجوزی تذکرہ خواص الامہ میں حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ اس آیت

یا ایھا الذین اٰمنوا اتقو اللہ و کونوا مع الصادقین	اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو

میں حضرت علیؑ کی معیت مراد ہے اس لئے وہ سید الصادقین ہوئے (ینابیع المودۃ صفحہ ۱۱۹)

محب طبری ریاض النضرۃ میں بروایت حاکمی حضرت ابوذر غفاری سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ تم وہ شخص ہو کہ جو سب سے پہلے مجھ پر ایمان لائے اور میری تصدیق کی (جلد ۲ صفحہ ۱۵۷) امام احمد مناقب میں امام نسائی خصائص میں حاکم مستدرک میں اور حافظ ابو زید عثمان ابن ابی شیبہ اور ابن عاصم سنن میں اور حافظ ابو نعیم حلیۃ الاولیاء میں اور عقیلی عباد ابن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ فرماتے تھے میں خدا کا بندہ اور اس کے رسول کا بھائی ہوں میں صدیق اکبر ہوں میرے سوا کوئی یہ نہیں کہہ سکتا (۲) صواعق محرقہ میں ہے کہ ابن النجار ابن عباس سے اور ابو نعیم ابن ابی لیلیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا صدیق تین ہیں حبیب نجار حواریین حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لانے والے حزقیل آل فرعون میں حضرت موسیٰؑ پر ایمان لانے والے اور علی ابن ابیطالبؑ جو ان سب سے افضل ہیں۔

۲۔ شہید۔ اس کے معنی میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ شہید اور شاہد کے معنی ایک

۱۔ تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۲۶۵۔
۲۔ ملاحظہ ہو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۴۔

ہیں یعنی رسالت پر شہادت دینے والا۔ بعض کہتے ہیں کہ مقتول فی سبیل اللہ مراد ہے (تفسیر کبیر جلد۳ صفحہ ۲۶۶) یہ دونوں باتیں حضرت علیؑ میں پائی جاتی ہیں ا۔شہید بمعنی شاہد۔ ابن مردویہ اور فقیہ ابن المغازلی وابن ابی حاتم وابن عساکر وسیوطی درمنثور میں اور ثعلبی اپنی تفسیر میں اور واحدی و ابن جریر طبری وابن المنذ روابوالشیخ وصاحب تفسیر معالم التنزیل بروایت عباد ابن عبداللہ لکھتے ہیں کہ حضرت علی نے منبر پر فرمایا کہ قریش میں کوئی ایسا نہیں ہے کہ جس کے حق میں ایک یا دو آیتیں نازل نہ ہوئی ہوں۔ ایک شخص نے پوچھا کہ آپ کی شان میں کونسی آیت نازل ہوئی آپ نے غصہ سے فرمایا اگر تو نے سب کے سامنے نہ دریافت کیا ہوتا تو میں ہرگز نہ بتاتا کیا تو نے سورہ "ہود" نہیں پڑھی ﴿افمن کان علیٰ بینة من ربه و یتلوه شاهد منه﴾ آیا وہ شخص جو اپنے رب کے یہاں سے دلیل روشن پر ہے اور اسی کے قریب ایک گواہ اسی طرف سے ہے۔ آنحضرت تو "علیٰ بینة من ربه" ہیں۔ اور "یتلوه شاهد منه" میں ہوں۔ تفسیر ثعلبی میں بروایت حضرت ابن عباس ایسا ہی مروی ہے ۲۔شہید بمعنی مقتول فی سبیل اللہ ابو یعلیٰ حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت کو دیکھا کہ آپ نے حضرت علیؑ کو گلے سے لگا کر فرمایا کہ "بابی الوحید الشهید" یعنی میرا باپ قربان یہ اکیلا شہید ہونیوالا ہے۔ حضرت علیؑ کی شہادت کے متعلق آنحضرتؐ نے بہت سی پیشگوئیاں فرمائی تھیں جو بیان شہادت میں درج کی جاچکیں۔ ملاحظہ ہو جلد اول۔

۳۔صالح جو شخص اپنے اعتقاد و اعمال میں صالح ہو اس کو صالحین کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے جہل سے فساد فی الاعتقاد ظاہر ہوتا ہے اور معصیت سے فساد فی العمل (۱)۔ حضرت علیؑ باب مدینہ علم وحکم تھے اس لئے "فساد فی الاعتقاد و العمل" سے محفوظ تھے اور آلودگی معصیت سے ظاہر ہونے کی وجہ سے فساد فی العمل سے معصوم تھے۔ جس کو اللہ تعالیٰ اپنے کلام مجید میں صالح المومنین کا لقب عطا فرمائے۔ اس سے "فساد فی الاعتقاد و فساد فی العمل" کس طرح ظاہر ہوسکتا ہے۔ ابن مردویہ وابن عساکر حضرت ابن عباس سے اس آیت ﴿هو مولاه و

۱۔تفسیر کبیر جلد۳ صفحہ ۳۶۶۔

جبرئیل و صالح المومنین ﷺ کے متعلق روایت کرتے ہیں کہ صالح المؤمنین سے مراد حضرت علیؑ ہیں (۱)۔ امام احمد، مناقب میں حضرت ابی سعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا علیؑ کو پانچ باتیں ایسی عطا ہوئی ہیں جو دنیا و مافیھا سے زائد مجھے محبوب ہیں منجملہ ان کے یہ ہے کہ مجھے ہرگز اس بات کا خوف نہیں کہ علیؑ پارسا ہونے کے بعد زنا کی طرف اور ایمان لانے کے بعد کفر کی طرف عود کرے گا۔

آپ کے فضائل و مناقب کا بے شمار ہونا

سبط ابن الجوزی تذکرۂ خواص الامہ میں لکھتے ہیں کہ مجاہد کہتے ہیں کہ ابن عباس سے ایک شخص نے کہا سبحان اللہ جناب امیر کے فضائل کس قدر زائد ہیں میرا خیال ہے کہ تین ہزار ہوں گے۔ ابن عباس نے کہا تین ہزار تو کیا تیس ہزار ہونگے پھر کہنے لگے اگر دنیا کے تمام درخت قلم بن جائیں اور سمندر سیاہی ہو جائیں اور انسان لکھنے والے اور جن حساب کرنے والے ہوں تو بھی علیؑ کے فضائل شمار نہ کر سکیں۔ خوارزمی و محمد بن یوسف کنجی شافعی و حافظ ہمدانی مناقب میں لکھتے ہیں کہ حضرت امام زین العابدین اپنے والد حضرت امام حسین اور اپنے جد حضرت امیر المومنین علیؑ مرتضی کرم اللہ وجہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ خدا نے میرے بھائی علیؑ کو اس قدر فضائل عطا فرمائے ہیں جن کا شمار نہیں ہو سکتا جو شخص ان کے فضائل میں سے کسی ایک فضیلت کو مقر ہو کر لکھتا ہے اللہ تعالی اس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیتا ہے اور جو کوئی ان کے فضائل میں سے کسی ایک فضیلت کو لکھتا ہے تو جب تک وہ لکھتا رہتا ہے فرشتے اس کے گناہوں کے لئے خدا سے مغفرت مانگتے رہتے ہیں اور جو کوئی ان کی کسی ایک فضیلت کو سنتا ہے اللہ تعالی اس کے کان کا گناہ بخش دیتا ہے اور جو کوئی ان کی کسی فضیلت کو دیکھتا ہے اللہ تعالی اس کی آنکھ کا گناہ بخش دیتا ہے پھر فرمایا علی بن ابیطالبؑ کی طرف دیکھنا عبادت ہے اور اس کا ذکر خدا کی بندگی ہے اللہ تعالی کسی مومن کے ایمان کو قبول نہیں کرتا، مگر علیؑ کی دوستی اور ان کے دشمنوں سے بیزار ہونے کی وجہ سے۔ یہ روایت ینابیع المودۃ میں بھی ہے۔

۱۔ روائح المصطفیٰ صفحہ ۱۴۔

فضائل میں سبقت

نفس فضائل میں حضرت علی مرتضی سے متقدمین نہ سبقت لے گئے نہ اب متاخرین ان فضائل تک پہنچ سکیں گے۔ امام احمد مسند میں نسائی سنن میں دولابی مناقب میں طبرانی معجم کبیر میں اور ابن جریر طبری و ابن عساکر اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ بعد شہادت حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ حضرت امام حسن نے خطبہ میں فرمایا کہ آج تم سے ایک ایسا آدمی جدا ہو گیا کہ اگلے لوگ اس سے کسی بات میں زیادہ نہ تھے۔ اور نہ اب پچھلے اس تک پہنچ سکتے ہیں۔ یہ روایت کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۴۱۲ بروایت عاصم ابن ابی ضمرہ سنن ابن ابی شیبہ سے مرقوم ہے۔ اس روایت میں اس قدر زائد ہے کہ آنحضرت آپ کو جس جنگ میں روانہ کرتے تو آپ کے داہنے جانب جبرئیل اور بائیں جانب میکائیل ہوتے اور آپ بغیر فتح واپس نہ ہوتے۔

بعض مخصوص فضائل

معاویہ ابن ابی سفیان نے ضرار ابن الازور اسدی سے حضرت علیؑ کے اوصاف بیان کرنے کی فرمائش کی۔ ضرار کہنے لگے اے امیر مجھے اس سے معاف رکھو۔ معاویہ کہنے لگے کہ تمہیں ان کے اوصاف ضرور بیان کرنا ہونگے۔ ضرار نے کہا آپ مجھ کو مجبور کرتے ہیں تو سنئے واللہ وہ نہایت قوی اور بلند حوصلہ تھے۔ فیصلہ کن بات کہتے۔ عادلانہ بات کرتے۔ علم کا دریا ان کے دل میں موجزن تھا۔ حکمت کا دریا ان کی زبان سے جوش زن ہوتا وہ دنیا کی خوبیوں سے گریز کرتے۔ اندھیری رات کی وحشت سے مانوس ہوتے۔ نہایت رونے والے اور بہت زیادہ غور وفکر کرنے والے تھے۔ حقیر لباس، موٹا اناج پسند تھا۔ ہم میں بالکل ہماری ہی طرح رہتے جب ہم سوال کرتے تو جواب دیتے جب انتظار کی درخواست کرتے تو انتظار کرتے۔ باوجودیکہ وہ ہم کو اپنے سے قریب کر لیتے اور خود بھی ہم سے قریب ہوجاتے، لیکن خدا کی قسم ہم ان کی ہیبت سے گفتگو نہ کرسکتے۔ وہ اہل دین کی عزت کرتے، غریبوں کو اپنا مقرب بناتے۔ قوی کو اس کے باطل میں حرص کرنے کا موقع نہ دیتے انکے انصاف سے ضعیف ناامید نہ ہوتا۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے ان کو بعض معرکوں میں دیکھا کہ رات گذر چکی ہے ستارے ڈوب چکے ہیں اور وہ اپنی ریش مبارک پکڑے ہوئے اس طرح

مضطرب ہیں جس طرح سانپ کا ڈسا ہوا مضطرب ہو۔ غمگین آدمی کی طرح روتے اور کہتے کہ اے دنیا! مجھ کو فریب نہ دے دوسرے کو دے تو مجھ سے چھیڑ چھاڑ کرتی ہے میں نے تو تجھ کو تین طلاقیں دی ہیں جن سے رجعت نہیں ہو سکتی ہے تیری عمر اور حکم اور تیرا مقصد حقیر ہے۔ افسوس زاد راہ کم اور سفر دور دراز در پیش ہے اور راستہ وحشت خیز ہے۔ معاویہ یہ سن کر رونے لگے اور کہنے لگے خدا ابوالحسن پر رحم کرے بخدا وہ ایسے ہی تھے۔ اے ضرار ان کے انتقال سے تم کو کیسا رنج ہوا ضرار کہنے لگے کہ جیسے عورت کی گود میں اسکا بچہ ذبح کیا جائے (استیعاب جلد ۲ صفحہ ۴۷۶۔ ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۲۱۲)۔

اس واقعہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت علی کے فضائل ایسے مسلم تھے کہ جن کے تسلیم کر لینے پر معاویہ ایسے مخالف نے بھی اپنے کو مجبور پایا۔ "والفضل ما شهدت به الاعداء" فضیلت وہ ہے کہ جس کی شہادت مخالف بھی دیں۔

امام احمد مناقب میں اور علامہ مخلص ذہبی سعید ابن العاص سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عبداللہ ابن عیاش ابن ربیعہ سے کہا کہ مجھ سے حضرت علی اور حضرت ابوبکر کا حال بیان کرو۔ حضرت ابوبکر معمر تھے۔ سابق الاسلام تھے، پھر لوگ حضرت علی کے گرویدہ کیوں تھے۔ عبداللہ ابن عیاش ابن ربیعہ کہنے لگے کہ حضرت علی میں حسب ذیل اوصاف تھے۔ نسباً عالی تھے۔ رسول اللہ سے قرابت قریبہ تھی۔ آنحضرت کے داماد تھے۔ اسلام میں ان کو سبقت حاصل تھی۔ قرآن کا علم تھا۔ سنت میں تفقہ حاصل تھا۔ حرب میں بہادری بخشش میں جود تھا (ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۲۲۱)۔

امام احمد مناقب میں بروایت حضرت ابن عباس لکھتے ہیں کہ لوگوں نے ان سے حضرت علی کے متعلق پوچھا کہ وہ کیسے تھے۔ ابن عباس نے فرمایا کہ آنحضرتؐ کی قرابت کے ساتھ ان کا پیٹ علم و حکمت و ہیبت و شجاعت سے بھرا ہوا تھا۔ (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۹۴)۔

فضائل

جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں، فضائل تین قسم کے ہوا کرتے ہیں۔ ۱) نفسی ۲) جسمی ۳) خارجی۔

فضائل نفسی سے وہ فضائل مراد ہیں جن کا تعلق نفس ناطقۂ انسانی سے ہوتا ہے جو اخلاق

حسنہ سے بھی تعبیر کئے جاتے ہیں۔ اصل الاصول فضائل یہی ہیں اسی سے انسان درجۂ بہیمیت سے نکل کر مرتبہ ملکوتیت پر فائز ہوتا ہے۔

فضائل جسمی سے وہ فضائل مراد ہیں جن کا تعلق انسان کے جسم سے ہوتا ہے جیسے حسن و خوبصورتی جسم کا معتدل ہونا، قوت بدن وغیرہ...

فضائل خارجی سے وہ فضائل مراد ہیں جن کا تعلق انسان کے ساتھ قدرتی ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے ہمجنسوں سے افضل ہوجاتا ہے جیسے حسب ونسب کا کھرا پن، قرابت کا اعلیٰ ہونا، اولاد صالح ہونا، بیوی کا نیک ملنا۔

فضائل نفسی مشتمل بر دو قسم علمی و عملی

بیان قسم اول، فضائل علمی حضرت علی علیہ السلام

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فطرتاً ذکی الطبع تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علمی استعداد اور قابلیت اعلیٰ درجہ کی عطا کی۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک سرآمد انبیاء وحکماء وعقلا تھی۔ حضرت علی نے سن تمیز بلکہ یوم ولادت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کنار عاطفت میں تربیت پائی۔ حصول علم میں ان کی طبیعت خود ہمیشہ سے راغب تھی کبھی مثل دیگر اطفال لہو ولعب کی طرف راغب نہ ہوئے۔ آنحضرت ان کی تعلیم وتربیت میں ہمیشہ سعی بلیغ فرماتے تھے۔ اسی وجہ سے حضرت علی کو وہ علم حاصل ہوا جس سے تمام عقلائے زمانہ حیران رہ گئے۔ علم میں آپ کو آنحضرت کا معجزہ سمجھنا چاہیئے۔ حضرت علی کو ہر علم میں دستگاہ تمام تھی۔ یہ مرتبہ دیگر اصحاب کبار کو حاصل نہ تھا۔ آپ پانچ سال کی عمر سے آنحضرت کے حضور میں رہے۔ مصاحبت شبانہ روزی سفر وحضر میں حاصل رہی۔ دوسرے اصحاب اس شرف دائمی سے معذور رہے۔ کبھی ان کو حضور نبوی میں باریابی ہوتی اور کبھی نہ ہوتی برخلاف آپ کے کہ آپ ہر وقت حاضر ہوسکتے تھے اور حاضر رہتے۔ بچپن ہی سے درسگاہ نبوت میں تعلیم وتربیت حاصل کرنے کا آپ کو موقع ملا اور یہ سلسلہ ہمیشہ قائم رہا۔ خود حضرت علی سے مروی ہے کہ میں روزانہ صبح کو ایک خاص وقت میں معمولاً آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا یہ درجہ تقرب کا میرے سوا اور کسی کو حاصل نہ تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ رات دن میں آپ کو دو مرتبہ ایسا موقع حاصل ہوتا۔ (مسند امام احمد ابن حنبل جلد ا صفحہ ۷۷ وصفحہ ۸۰ صفحہ ۸۵) غالباً یہ حاضری تخلیہ میں

ہوتی۔ مکان سے مکان ملا ہوا تھا دیگر اوقات میں بلا تخلیہ ہر وقت موجود ہی رہتے تھے۔ سفر میں رفاقت کی وجہ سے بہت سے شرعی احکام سے واقف ہونے کا موقع حاصل ہوتا رہتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود آپ کو کلام اللہ کی تعلیم دیتے تھے اور اس کی آیتوں کی تفسیر کرتے تھے۔ چند مخصوص حدیثیں بھی آپنے قلمبند فرمائی تھیں۔ ظاہری نوشت وخواند میں آپ کو پورا ملکہ حاصل تھا کاتبین وحی میں اپ کا نام بھی داخل ہے۔ اس کے علاوہ آنحضرت کی طرف سے جو مکاتیب و فرامین لکھے جاتے تھے ان میں بیشتر آپ کے دست مبارک کے لکھے ہوئے ہوتے تھے۔ صاحب استیعاب جلد ا صفحہ ۲۶ میں کاتب عہود مخصوص طور پر آپ ہی کو لکھا ہے۔

و کان الکاتب لعهوده اذا عهد و صلحه اذا صلح علی ابن ابی طالب	آنحضرتؐ کے عہود کے جب کہ معاہدہ کرتے یا صلح کے جب کہ مصالحت کرتے، علی ابن ابی طالب کاتب ہوتے۔

احادیث وسیر میں صلحنامہ حدیبیہ کا آپ کے دست مبارک سے لکھا جانا مذکور ہے۔ غرضکہ آپ ابتداء ہی سے علم وفضل کے گہوارہ میں تربیت پا کر غیر معمولی تبحر اور فضل وکمال کے مالک و طغرائے خاص ''انا مدینۃ العلم وعلی بابھا'' سے ممتاز ہوئے۔ حدیث مدینۃ العلم سے زائد کوئی دلیل آپ کے فضل وکمال علمی کی نہیں ہوسکتی بعض علماء ومحدثین مثل یحییٰ ابن معین وبخاری وترمذی وابن جوزی وتقی الدین ابن دقیق العید ونووی وذہبی وجزری اس کے بے اصل ومنکر وغریب وموضوع ہونے کے قائل ہو گئے تھے مگر ان میں سے بیشتر اشخاص نے اپنے قول سے رجوع کیا۔ متاخرین نے بلا تحقیق جرح وقدح شروع کردی۔ اس لئے ہم اولاً اس حدیث کو کما حقہ ثابت کریں گے اور اس کے بعد جو لوگ اس کے منکر وغریب وموضوع ہونے کے قائل ہوئے تھے انہیں کے اقوال درج کریں گے۔ جن سے ناظرین کو اس امر کا پتہ چل جائیگا کہ اس حدیث کی کیا حیثیت ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے۔

محمد عربی کابروئے ہر دو سراست	کسیکہ خاک درش نیست خاک بر سر او
شنیدہ ام کہ تکلم نمود ہمچو مسیح	خوشا حدیث لب لعل روح پرور او
کہ من مدینہ علمم علی درست مرا	عجب خجستہ حدیثے است من سگ او

اثبات حدیث مدینۃ العلم

اسامی صحابہ کرام "رواۃ حدیث"

۱۔ حضرت علیؑ مرتضی کرم اللہ وجہ۔ آپ کی مرویہ روایت کو محدثین میں سے سوید ابن سعید، احمد ابن حنبل، عباد ابن یعقوب، ترمذی، ابو بکر باغندی، محمد ابن مظفر بغدادی، ابن شاذان، ابوعبداللہ حاکم، ابن مردویہ، ابونعیم، ابن بشران، ابن المغازلی، احمد بن محمد عاصمی، ابن اثیر جزری، ابن نجار، سبط ابن الجوزی، محمد ابن یوسف گنجی، محب الدین طبری، جلال الدین سیوطی، نور الدین سمہودی، ابن حجر مکی، علی متقی، عبدالحق دہلوی، ابراہیم کردی، مرزا محمد بدخشانی، ابراہیم وصابی، شیخ ابن عبداللہ العیدروس، احمد مکی، شیخانی قادری، شیخ صبان مصری، عبد القادر عجیلی، ملا مبین فرنگی محلی، ولی اللہ فرنگی محلی، حسن علی محدث، نورالدین سلیمانی، ثناء اللہ پانی پتی، سلیمان بلخی نے لکھا۔

۲۔ حضرت امام حسنؑ۔ آپ کی روایت کو سلیمان بلخی نے بروایت ابوسعید بختری لکھا۔

۳۔ حضرت امام حسینؑ۔ آپ کی روایت کو ابن مردویہ و ابن بشران و ابن المغازلی و عاصمی و ابن نجار و سلیمان ابن ابراہیم بلخی نے نقل کیا۔

۴۔ عبداللہ ابن عباس۔ ان کی روایت کو یحیی ابن معین، ابن فہم بغدادی، ابوالعباس اصم، ابن تمیم قنطری، ابن جریر طبری، ابو القاسم طبرانی، ابوالشیخ اصبہانی، حاکم نیشاپوری، ابن مردویہ، ابو بکر بیہقی، خطیب بغدادی، ابن عبد البر قرطبی، ابن المغازلی، ابوعلی بیہقی، عاصمی، اخطب خوارزم، ابن اثیر جزری، محمد ابن یوسف گنجی۔ حموی، مزی، زرندی، علائی، مجد الدین فیروز آبادی، شمس الدین جزری، عسقلانی، سیوطی سمہودی، علی متقی، وصابی، جمال الدین شیرازی، مناوی، علی عزیزی، مرزا محمد بدخشانی، صدر عالم، شاہ ولی اللہ دہلوی محمد مبین لکھنوی، ثناء اللہ پانی پتی، ولی اللہ لکھنوی، نور الدین سلیمانی، سلیمان بلخی نے لکھا۔

۵۔ جابر ابن عبداللہ انصاری۔ ان کی روایت کو عبدالرزاق، بزار، طبرانی، قفال شاشی، ابن السقاء حاکم، ابو الحسن شافعی، خطیب، ابو محمد غند جانی، ابن المغازلی، شیرویہ دیلمی، شہردار دیلمی، ابن عساکر، ابو عبد اللہ گنجی، علی ہمدانی، شمس الدین جزری، عسقلانی، سیوطی، سمہودی، ابن حجر مکی، علی

متقی، عیدروس یمنی، جمال الدین شیرازی، منادی، عزیزی، کردی، بدخشانی، ولی اللہ محدث دہلوی، صبان مصری، محمد مبین، ثناء اللہ، حسن علی محدث نے لکھا۔

۶۔ عبداللہ ابن مسعود۔ ان کی روایت کو سید علی ہمدانی وسلیمان بلخی نے لکھا۔

۷۔ حذیفہ ابن الیمان۔ ان کی روایت کو سلیمان بلخی نے بروایت ابن المغازلی لکھا۔

۸۔ عبد اللہ ابن عمران۔ ان کی روایت کو طبرانی، حاکم، ابن حجر مکی، عیدروس یمنی، بدخشانی، صبان مصری، محمد مبین، ثناء اللہ، ولی اللہ، سلیمان بلخی نے لکھا۔

۹۔ انس ابن مالک۔ ان کی روایت کو ہمدانی وبلخی نے لکھا۔

۱۰۔ عمرو ابن العاص۔ ان کی روایت کو ابوالموٗید اخطب خوارزم نے لکھا۔

اسامی تابعین عظام ''رواۃ حدیث''

گروہ تابعین میں سے اس حدیث کی روایت حسب ذیل حضرات نے کی:

۱۔ حضرت امام زین العابدینؑ۔ آپ کی روایت کو ابن بشران، ابن المغازلی۔ ابن النجار بلخی نے لکھا۔

۲۔ حضرت امام محمد باقرؑ۔ آپ کی روایت بھی مذکورہ بالا حضرات نے لکھی۔

۳۔ حضرت امام رضاؑ۔ ان کی روایت کو فقیہ ابن المغازلی نے لکھا۔

۴۔ جریر ضبی۔ ان کی روایت کو ابوبکر باغندی، ابن المظفر بغدادی، ابن المغازلی نے لکھا۔

۵۔ حارث ہمدانی۔ ان کی روایت کو ابن شاذان، عباد ابن یعقوب رواجنی، خطیب بغدادی ومحمد ابن یوسف کندی نے لکھا۔

۶۔ سعد ابن طریف حنظلی کوفی۔ ان کی روایت کو ابن شاذان، سیوطی نے لکھا۔

۷۔ سعید ابن جبیر اسدی۔ ان کی روایت کو بلخی نے حموی سے لے کر لکھا۔

۸۔ سلمہ ابن کہیل حضرمی۔ ان کی روایت کو سوید ابن سعید، احمد ابن حنبل، سبط ابن جوزی نے لکھا۔

۹۔ سلیمان ابن مہران اسدی کوفی معروف بہ اعمش۔ ان کی روایت کو یحیی ابن معین، ابن فہم

بغدادی، اصم نیشاپوری، ابن تمیم قنطری، ابن جریر طبری، حاکم، طبرانی، بیہقی، خطیب بغدادی، ابن المغازلی، ابو علی بیہقی، اخطب خوارزم، ابن اثیر جزری، ابو عبد اللہ کنجی، حموی، علائی، مجد الدین فیروز آبادی، شمس الدین جزری، سیوطی نے لکھا۔

۱۰۔ عاصم ابن ضمرہ کوفی۔ ان سے عباد ابن یعقوب رواجنی، خطیب بغدادی، ابو عبد اللہ کنجی نے روایت کی۔

۱۱۔ عبد اللہ ابن عثمان قاری۔ ان سے عبد الرزاق صنعانی، قفال شاشی، ابن السقاء، حاکم، ابو الحسن شافعی، خطیب بغدادی، غندجانی، ابن المغازلی، ابن عساکر، کنجی، عسقلانی نے روایت کی۔

۱۲۔ عبد الرحمٰن ابن عثمان تیمی مدنی۔ ان سے بھی انہیں حضرات نے روایت کی۔

۱۳۔ عبد اللہ ابن عسیلہ مرادی و ابو عبد اللہ صنابحی۔ ان کی روایت سوید ابن سعید، ابن حنبل، سبط ابن الجوزی سے واضح ہے۔

۱۴۔ مجاہد بن جبر ابو الحجاج مخزومی مکی۔ ان کی روایت کو ان حضرات نے لکھا جو اعمش کے تحت میں مذکور ہو چکے۔

۱۵۔ اصبغ ابن نباتہ۔ ان کی روایت کو سلیمان بلخی نے ینابیع المودۃ میں لکھا۔

اسامی محدثین وعلمائے اعلام جنھوں نے اپنے اپنے مؤلفات میں اس حدیث کو بروایت و تخریج واثبات وتدریج ذکر کیا، بہ ترتیب سنین۔

مأۃ ثالثہ یعنی تیسری صدی

(۱) شیخ البخاری امام ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام صنعانی (مستدرک علی صحیحین جلد ۳ صفحہ ۱۲۷) ☆ (۲) ابو زکریا یحییٰ ابن معین (مستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۲۷) ☆ (۳) ابو محمد سوید ابن سعید ہروی (میزان الاعتدال جلد ۱ صفحہ ۳۹۲) ☆ (۴) مسند الوقت حضرت امام احمد ابن حنبل (ان کی روایت کو سبط ابن الجوزی نے خواص الامۃ صفحہ ۲۹ و ابن شہر آشوب نے مناقب میں لکھا) ☆ (۵) عباد ابن یعقوب رواجنی (تاریخ بغداد جلد ۱۱ صفحہ ۴۹) ☆ (۶) ابو عیسیٰ محمد ابن سورہ (ترمذی صفحہ ۵۳۴) ☆ (۷) ابو علی حسین بن فہم (مستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۲۷) ☆ (۸) ابو بکر احمد بن

عمر بن عبد الخالق البزار (صواعق محرقہ صفحہ ۷۵)

مأۃ رابعہ یعنی چوتھی صدی

(۱) ابو جعفر محمد ابن جریر طبری "ان کی روایت کو سیوطی نے جمع الجوامع میں لکھا ابن جریر نے اس کی تصحیح کی" (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۴۰۱) ☆ (۲) ابو بکر محمد ابن سلیمان باغندی واسطی بغدادی (ان کی روایت مناقب ابن المغازلی میں ہے۔ ابن مغازلی کی روایتیں ینابیع المودۃ صفحہ ۷۳ میں موجود ہیں) ☆ (۳) محمد ابن یعقوب المعروف بالاصم (مستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۲۷) ☆ (۴) ابوالحسن محمد ابن احمد بن تمیم قنطری بغدادی (مستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۲۷) ☆ (۵) ابو بکر محمد ابن عمر معروف بہ ابن الجعابی تمیمی بغدادی (مناقب للعلامہ ابن شہر آشوب) ☆ (۶) سلیمان ابن احمد طبرانی (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۲ و صواعق محرقہ صفحہ ۷۵) ☆ (۷) ابو بکر محمد بن علی بن اسمٰعیل شاشی معروف بہ قفال (مستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۲۷) ☆ (۸) ابو محمد عبد اللہ ابن جعفر معروف بہ ابوالشیخ (مقاصد الحسنہ للسخاوی صفحہ ۴۷) ☆ (۹) ابن السقا ابو محمد عبد اللہ بن محمد ابن عثمان واسطی (ان کی روایت کو ابن المغازلی نے مناقب بروایت حضرت جابر لکھا ینابیع المودۃ صفحہ ۷۲) ☆ (۱۰) ابو اللیث نصر ابن محمد سمرقندی حنفی (انہوں نے کتاب المجالس میں لکھا یہ کتاب غیر مطبوع ہے) ☆ (۱۱) ابوالحسین محمد ابن المظفر بغدادی (ان کی روایت کو ابن المغازلی نے مناقب میں لکھا) ☆ (۱۲) ابو حفص ابن شاہین عمر ابن احمد بغدادی (علامہ ابن شہر آشوب کتاب المناقب میں لکھتے ہیں کہ انھوں نے حدیث مدینۃ العلم کو چار طریقہ سے لکھا) ☆ (۱۳) ابوالقاسم اسمٰعیل بن عباد طالقانی (ان کے اشعار متعلقہ بمدینۃ العلم علامہ ابن شہر آشوب نے کتاب المناقب میں لکھے) ☆ (۱۴) ابوالحسن علی بن عمر معروف بہ ابن شاذان (انھوں نے کتاب الامالی میں بسند اس حدیث کو لکھا) ☆ (۱۵) ابو عبد اللہ عبید اللہ مشہور بہ ابن بطہ عکبری (ان کے متعلق علامہ شہر آشوب لکھتے ہیں کہ انھوں نے چھ طرق سے اس حدیث کو لکھا)

مأۃ خامسہ یعنی پانچویں صدی

(۱) ابو عبد اللہ محمد ابن عبد اللہ ضبی معروف بہ حاکم (مستدرک علی الصحیحین جلد ۳ صفحہ

۱۲۷) ☆ (۲) ابوالقاسم حسن ابن شرف شاہ فردوسی (شاہنامہ منظوم کہ...

من شہر علمم علیم درست درست این سخن قول پیغمبر است

(۳) ابوبکر احمد بن موسیٰ بن مردویہ (کتاب المناقب بروایت ابن عباس) ☆ (۴) ابونعیم احمد ابن عبداللہ اصبہانی (کنزالعمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۶) ☆ (۵) ابوالحسن احمد ابن مظفر عطار فقیہ شافعی (مناقب ابن المغازلی بروایت ابن السقا) ☆ (۶) ابوالحسن علی ابن محمد ماوردی بصری شافعی (مناقب ابن شہرآشوب) ☆ (۷) ابوبکر احمد ابن الحسین بیہقی (مناقب اخطب خوارزم) ☆ (۸) ابوغالب محمد ابن احمد نحوی معروف بہ ابن بشران (مناقب ابن المغازلی) ☆ (۹) ابوبکر احمد ابن علی معروف بہ خطیب بغدادی (تاریخ بغداد جلد ۱ صفحہ ۴۹) ☆ (۱۰) ابوعمر یوسف معروف بہ ابن عبدالبر نمری قرطبی (استیعاب جلد ۲ صفحہ ۴۷۴) ☆ (۱۱) ابو محمد حسن ابن احمد بن موسیٰ غند جانی (مناقب ابن المغازلی) ☆ (۱۲) ابوالحسن علی ابن محمد معروف بہ ابن المغازلی (مناقب جناب امیر) ☆ (۱۳) ابو المظفر منصور سمعانی (مناقب شہرآشوب)

مائۃ سادسہ یعنی چھٹی صدی

(۱) شیخ القضاۃ ابوعلی اسمٰعیل بیہقی (مناقب اخطب خوارزم) ☆ (۲) ابوالشجاع شیرویہ بن شہردار دیلمی ہمدانی (فردوس الاخبار) ☆ (۳) احمد ابن محمد بن علی العاصمی (زین الفتیٰ ذکر اسما) ☆ (۴) ابوالمجد مجدود بن آدم مشہور بہ حکیم سنائی (حدیقہ حکیم سنائی) ☆ (۵) ابوالمنصور شہردار ابن شیرویہ دیلمی (مسند الفردوس کتاب المناقب) ☆ (۶) عبدالکریم بن محمد بن منصور تمیمی سمعانی (کتاب الانساب تحت ترجمہ شہید) ☆ (۷) ابوالموید موفق ابن احمد خوارزمی مکی معروف بہ اخطب خوارزم (کتاب المناقب القاب حضرت علیؑ و بیان علم صفحہ ۴۹) ☆ (۸) ابوالقاسم علی ابن حسن معروف بہ ابن عساکر (کفایۃ الطالب لمحمد بن یوسف گنجی) ☆ (۹) افضل الدین خاقانی (تحفۃ العراقین)...

بودہ در شہر علم حیدر دین سید دین کلید آن در

(۱۰) ابوالحجاج یوسف بن محمد بلوی معروف بہ بن الشیخ (کتاب الف یا جس کا ذکر کشف الظنون جلد ۱ صفحہ ۱۳۹ میں ہے)

مأۃ سابعہ یعنی ساتویں صدی

(۱) ابو السعادت مبارک ابن محمد معروف بہ ابن اثیر جزری (جامع الاصول جلد۲ صفحہ ۱۱۸ قلمی) ☆ (۲) شیخ فرید الدین عطار ہمدانی (اسرار نامہ) کہ ؂

باب شہر علم و حلم و فتویٰ　　　امیر المؤمنین باشد بہ تقویٰ

(الٰہی نامہ) ؂

چناں در شہر دانش باب آمد　　　کہ جنت را بحق بواب آمد

(۳) ابو الحسن علی ابن محمد معروف بہ ابن الاثیر جزری (ترجمہ اسد الغابہ جلد۷ صفحہ ۳۹) ☆ (۴) محی الدین ابن عربی طائی اندلسی (کتاب الدر المکنون مشمولہ ینابیع المودۃ صفحہ ۴۱۴) ☆ (۵) ابن النجار محب الدین محمد بغدادی (ذیل تاریخ بغداد بروایت امام رضاؑ) ☆ (۶) کمال الدین ابو سالم محمد ابن طلحہ شافعی (در منظم مشمولہ ینابیع المودۃ صفحہ ۴۰۳ و مطالب السؤل صفحہ ۴۴) ☆ (۷) ابو المظفر شمس الدین یوسف ابن قزعلی معروف بہ سبط ابن الجوزی (خواص الامۃ صفحہ ۲۹ بروایت امام احمد) ☆ (۸) ابو عبداللہ محمد ابن یوسف کنجی شافعی (کفایۃ الطالب باب ۵۸) ☆ (۹) شیخ عز الدین بن عبد السلام ابی القاسم سلمی (توضیح الدلائل قلمی) ☆ (۱۰) مولانا روم جلال الدین محمد بلخی (مثنوی مولانا روم دفتر اول) ؂

چون تو بابی آن مدینہ علم را　　　چوں شعاعی آفتاب حلم را

(۱۱) ابو زکریا محی الدین یحییٰ النووی (توضیح الدلائل میں آپ کے اشعار موجود ہیں) ☆ (۱۲) شرف الدین مصلح ابن عبداللہ سعدی (میر ملا ابن سالار بدخشی خلاصہ للمناقب میں ان کے اشعار لکھتے ہیں ؂

کہ بعد از مصطفیٰ در جملہ عالم　　　نہ بد فاضلتر و بہتر ز حیدر
مسلم بد سلونی گفتن او را　　　کہ علم مصطفیٰ را بود او در

(۱۳) سعید الدین فرغانی (شرح فارسی قصیدہ تائیہ ابن الفارض قلمی مسمی بہ منتہی المدارک جس کا ذکر کشف الظنون جلد۲ صفحہ ۵۴۱ میں بھی ہے) ☆ (۱۴) احمد ابن منصور گازرونی (مفتاح الفتوح شرح مصابیح) ☆ (۱۵) محب الدین احمد طبری شافعی (ریاض النضرۃ جلد۲ صفحہ ۱۹۲ و ذخائر العقبی

مشمولہ ینابیع المودۃ صفحہ ۲۱۰)

مأۃ ثامنہ یعنی آٹھویں صدی

(۱) امیر حسینی سادات فوزی (نزہۃ الارواح قلمی) ☆ (۲) صدر الدین ابراہیم حموی جوینی (فرائد السمطین منقول از ینابیع المودۃ صفحہ ۱۷) ☆ (۳) سلطان نظام الدین اولیاً (سیرہ الاولیاً ملفوظ آنحضرت صفحہ ۸) ☆ (۴) جمال الدین ابو الحجاج یوسف مزی (تہذیب الکمال) ☆ (۵) جمال الدین محمد ابن یوسف زرندی (درر السمطین قسم ثانی سمط اول معارج الوصول) ☆ (۶) صلاح الدین ابوسعید کیکدی دمشقی شافعی (مقاصد حسنہ للسخاوی صفحہ ۴۷ و لالی مصنوعہ للسیوطی صفحہ ۲۰۱) ☆ (۷) علی ابن شہاب الدین ہمدانی (مودۃ فی القربیٰ مشمولہ ینابیع المودۃ صفحہ ۲۵۴ وکتاب السبعین صفحہ ۲۳۴ و روضۃ الفردوس) ☆ (۸) امیر ملا نور الدین جعفر خلیفہ سید علی ہمدانی (خلاصہ المناقب قلمی) ☆ (۹) بدر الدین زرکشی شافعی (فیض القدیر شرح جامع الصغیر للمناوی وقول المستحسن صفحہ ۲۷۶) ☆ (۱۰) فخر الدین قبطی مصری (خزانۃ الادب لتقی الدین حموی)

مأۃ تاسعہ یعنی نویں صدی

(۱) کمال الدین محمد دمیری (حیوۃ الحیوان جلد ۱ صفحہ ۵۱) ☆ (۲) مجد الدین محمد ابن یعقوب فیروز آبادی (نقد الصحیح قلمی) ☆ (۳) امام الدین ہجردی (توضیح الدلائل) ☆ (۴) یوسف اعور واسطی (رسالہ در رد روافض) ☆ (۵) شمس الدین محمد جزری (اسنی المطالب) ☆ (۶) زین الدین خوافی (ان کا قول توضیح الدلائل میں مرقوم ہے) ☆ (۷) شہاب الدین ملک العلماً دولت آبادی (ہدایت السعد قلمی) ☆ (۸) شہاب الدین ابن حجر ابو الفضل احمد عسقلانی (تہذیب التہذیب جلد ۷ صفحہ ۳۳۷ ولسان المیزان جلد ۲ صفحہ ۱۲۳ ترجمہ جعفر ابن محمد عن ابی معاویہ) ☆ (۹) شہاب الدین احمد (توضیح الدلائل باب مدینۃ العلم قلمی) ☆ (۱۰) نور الدین علی ابن صباغ مالکی مکی (فصول المہمہ صفحہ ۱۸) ☆ (۱۱) عبد الرحمٰن ابن محمد بسطامی حنفی (درۃ المعارف الالہیہ مشمولہ ینابیع المودۃ صفحہ ۴۰۰) ☆ (۱۲) شمس الدین محمد ابن یحییٰ جیلانی لاہجی نور بخشی (مفاتیح الاعجاز شرح گلشن راز صفحہ ۱۰۱)

مأۃ عاشرہ یعنی دسویں صدی

(۱) ابوالخیر شمس الدین محمد سخاوی (مقاصد الحسنہ صفحہ ۴۷) ☆ (۲) ملا حسین واعظ کاشفی (روضۃ الشہداء قلمی) ☆ (۳) ابوبکر جلال الدین سیوطی (قول الجلی فی فضائل علی الحدیث ۱۶ و جمع الجوامع و الدرر المنتشرہ صفحہ ۴۳ و ترجمہ تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۷۹ و کتاب تعقبات علی الموضوعات صفحہ ۵۶ و لآلی مصنوعہ صفحہ ۲۰۱ و قوت المغتذی علی جامع الترمذی و جزء فی طرق حدیث "انا مدینۃ العلم و علی بابھا") ☆ (۴) نورالدین علی سمہودی (جواہر العقدین) ☆ (۵) فضل ابن روز بہان شیرازی (کتاب الباطل قلمی بجواب نہج الحق للحلی) ☆ (۶) عزالدین ابن فہد ہاشمی مکی (غایۃ المرام ذکر جناب امیرؑ) ☆ (۷) جلال الدین دوانی (رسالہ زوراء قلمی) ☆ (۸) کمال الدین حسین میبذی (فواتح شرح دیوان جناب امیر قلمی) ☆ (۹) غیاث الدین ابن ہمام خواند امیر (حبیب السیر جلد ۱ صفحہ ۲) ☆ (۱۰) عبدالوہاب ابن محمد بخاری (تفسیر انوری قلمی) ☆ (۱۱) محمد بن یوسف شامی (سبل الہدیٰ و الرشاد قلمی) ☆ (۱۲) ابوالحسن علی ابن محمد کنانی (تنزیہ الشریعہ قلمی) ☆ (۱۳) احمد ابن محمد بن حجر ہیتمی مکی (صواعق محرقہ حدیث ۹ صفحہ ۷۵ و منح مکیہ و تطہیر الجنان و فتاویٰ ابن حجر صفحہ ۱۲۶) ☆ (۱۴) علی ابن حسام الدین متقی جونپوری مکی (کنزالعمال جلد ۶ صفحہ ۴۰۱) ☆ (۱۵) ابراہیم ابن عبداللہ وصابی یمنی (اکتفا باب تاسع فصل علم) ☆ (۱۶) محمد طاہر فتنی (تذکرۃ الموضوعات صفحہ ۹۶) ☆ (۱۷) میرزا مخدوم جرجانی شیرازی (نواقض الروافض فصل ثانی) ☆ (۱۸) شیخ عیدروس یمنی (رسالہ عقد نبوی و سر مصطفوی قلمی) ☆ (۱۹) جمال الدین محدث شیرازی (کتاب اربعین و تحفۃ الاحبار و روضۃ الاحباب جلد ۲ صفحہ ۲۳۴) ☆ (۲۰) محمد معصوم سمرقندی (رسالہ فصول اربعہ قلمی)

مأۃ حادی عشر یعنی گیارہویں صدی

(۱) ملا علی قاری (شرح فقہ اکبر صفحہ ۶۷ و مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ صفحہ ۵۷۱) ☆ (۲) عبد الروف مناوی (کنوز الحقایق صفحہ ۳۸ فیض القدیر و تیسیر شرح جامع صغیر جلد ۱ صفحہ ۳۷۷) ☆ (۳) ابوالعباس احمد مقری اندلسی (نفح الطیب جلد ۴ صفحہ ۴۰۴ ذکر وزیر لسان الدین بن خطیب) ☆

(۴) احمد باکثیر مکی شافعی (وسیلۃ المآل قلمی) ☆ (۵) محمود شیخانی قادری (صراط السوی قلمی) ☆ (۶) شیخ عبد الحق محدث دہلوی (اشعۃ اللمعات جلد۴ صفحہ۴۲ ۷ واخبار الاخیار صفحہ ۲۹۵) سید محمد بخاری (تذکرۃ الابرار قلمی) ☆ (۷) الہدیا بن عبد الرحیم عثمانی (سیر الاقطاب صفحہ۴) ☆ (۹) عبد الرحمن چشتی مداری (مراۃ الاسرار قلمی) ☆ (۱۰) شیخ ابن علی علوی (کنز البراہین قلمی) ☆ (۱۱) علی ابن احمد عزیزی (سراج المنیر شرح جامع صغیر جلد۲ صفحہ ۶۳) ☆ (۱۲) تاج الدین سنبلی (رسالہ اشتغال مشمولہ انتباہ صفحہ ۳۶)

مأۃ ثانی عشر یعنی بارہویں صدی

(۱) ابراہیم کردی (نبراس لکشف الالتباس قلمی) ☆ (۲) اسمٰعیل کردی (جلاء النظر لرد شبہات ابن حجر قلمی) ☆ (۳) محمد ابن عبد الباقی زرقانی (شرح مواہب لدنیہ جلد۳ صفحہ ۱۴۳) ☆ (۴) سالم بن عبد اللہ بصری (امداد بمعرفۃ علو الاسناد صفحہ ۷۵) ☆ (۵) محمد ابن عبد الرسول کردی (رسالۃ الاشاعہ قلمی) ☆ (۶) مرزا محمد بدخشانی (نزول الابرار صفحہ ۱۹ ومفتاح النجاۃ وتحفۃ المحبین) ☆ (۷) صدر عالم (معارج العلی قلمی) ☆ (۸) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (قرۃ العینین صفحہ ۱۴۱ ترجمہ ازالۃ الخفا جلد۳ صفحہ ۳۰۳) ☆ (۹) قمر الدین اورنگ آبادی (نور الکریمتین ذکر بیت نبوت ان کا ذکر سبحۃ المرجان میں ہے) ☆ (۱۰) محمد بن اسمٰعیل یمانی صنعانی (روضہ ندیہ شرح تحفۃ العلویہ صفحہ ۷۹) ☆ (۱۱) محمد ابن علی الصبان (اسعاف الراغبین صفحہ ۱۵۴) ☆ (۱۲) شیخ سلیمان جمل (فتوحات الاحمدیہ بالمنح المحمدیہ)۔

مأۃ ثالث عشر یعنی تیرہویں صدی

(۱) شہاب الدین عجیلی (ذخیرہ المآل قلمی) ☆ (۲) ملا مبین فرنگی محلی (وسیلۃ النجاۃ صفحہ ۱۳۶) ☆ (۳) قاضی ثناء اللہ پانی پتی (سیف مسلول قلمی) ☆ (۴) شاہ عبد العزیز محدث دہلوی (ترجمہ فتاوی شاہ عبد العزیز جلد۱ صفحہ ۳۲۲) ☆ (۵) امیر عاشق علی خان بہادر (ذخیرۃ العقبیٰ صفحہ ۳۵ وکلمۃ الحق قلمی) ☆ (۶) سید صدر الدین احمد (روائح المصطفیٰ صفحہ ۲۳) ☆ (۷) شیخ جواد ساباط حنفی (کتاب البراہین برہان سابع) ☆ (۸) عمر ابن احمد خربوتی حنفی (شرح قصیدہ بردہ قلمی) ☆ (۹)

قاضی محمد ابن علی شوکانی (فوائد المجموعہ صفحہ ۱۲۶) ☆ (۱۰) مولوی رشید الدین خاں دہلوی (ایضاح لطافۃ المقال قلمی) ☆ (۱۱) میرزا حسن علی محدث (تفریح الاحباب صفحہ ۳۵۰) ☆ (۱۲) مولانا ولی اللہ فرنگی محلی (مراۃ المؤمنین قلمی) ☆ (۱۳) نورالدین سلیمانی (در یتیم قلمی) ☆ (۱۴) شہاب الدین محمود آلوسی زادہ (تفسیر روح المعانی جلد ۸ تحت بیان لوح محفوظ صفحہ ۳۳۶) ☆ (۱۵) سلیمان ابن ابراہیم بلخی قندوزی (ینابیع المودۃ جلد ۱ صفحہ ۷۱) ☆ (۱۶) مولانا سلامت اللہ بدایونی (معرکۃ الآراء قلمی) ☆ (۱۷) شاہ تقی علی قلندر (روض الازہر صفحہ ۳۷۹) ☆ (۱۸) مولوی حسن الزمان ترکمانی (قول المستحسن صفحہ ۲۷۶) ☆ (۱۹) مولوی ابوالحسن حسن بخش علوی کاکوروی (تفریح الاذکیاء جلد ۲ صفحہ ۳۸۵) ☆ (۲۰) علی ابن سلیمان مغربی (قوت المقتدی علی الترمذی) ☆ (۲۱) عبدالغنی آفندی (قرۃ الاعیان) ☆ (۲۲) شاہ علی انور قلندر کاکوروی (شہادت نامہ صفحہ ۱۲) ☆ (۲۳) مولوی عبیداللہ بسمل امرت سری (ارجح المطالب صفحہ ۱۰۴) ☆ (۲۴) شاہ معین الدین ندوی (خلفاء راشدین صفحہ ۲۲۸) ☆ (۲۵) حکیم مظہر الحق قنوجی (شمس التواریخ جلد ۵ صفحہ ۷۵۰) ☆ (۲۶) حافظ عبدالرحمٰن پنجابی (المرتضی صفحہ ۵۳)۔

اسامی مثبتین حدیث "مدینۃ العلم"

یحییٰ ابن معین، ابوجعفر جریر طبری، حاکم نیشاپوری، محمد بن طلحہ قرشی، سبط ابن الجوزی، صلاح الدین علائی، شمس الدین جزری، امام سخاوی، سیوطی، فضل اللہ شیرازی، علی متقی، سید محمد بخاری، مرزا محمد بدخشانی، صدر عالم، محمد ابن اسمٰعیل یمانی، ثناء اللہ پانی پتی، مولوی حسن الزمان ترکمانی۔

ان علماء کے نام جو اس حدیث کے حسن ہونے کے قائل ہیں

امام ترمذی، ابوعبداللہ محمد ابن یوسف شافعی، صلاح الدین علائی، ابن حجر عسقلانی، امام سخاوی، سیوطی، سمہودی، محمد ابن یوسف شامی، ابوالحسن علی، ابن حجر ہیتمی، ملا علی قاری، عبدالرؤف مناوی، عبدالحق محدث دہلوی، علی ابن احمد عزیزی، علامہ زرقانی، صبان مصری، امام شوکانی۔

اسامی شعراء جنھوں نے اس حدیث کو نظم کیا

ابوالقاسم اسمٰعیل طالقانی، ابوالقاسم حسن طوسی معروف بہ فردوسی، حکیم سنائی، اخطب خوارزم

مکی، افضل الدین خاقانی، فرید الدین عطار، مولانا روم، امام نووی، شیخ سعدی، شمس الدین مالکی، فخر الدین قبطی، عز الدین ابن فہد ہاشمی، محمد بن اسمٰعیل یمانی شہاب الدین بکری۔

مؤیدات حدیث "مدینة العلم"

۱۔ انا دار الحکمة و علی بابها (ترمذی شریف صفحہ ۵۳۴ و ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۹۳)

۲۔ انا دار العلم و علی بابها (بغوی و طبری جلد ۲ صفحہ ۱۹۳)

۳۔ انا میزان العلم و علی کفتاه (دیلمی و ہمدانی، ینابیع المودۃ صفحہ ۲۳۶)

۴۔ انا مدینة الجنة و علی بابها (ابن المغازلی و سلیمان بلخی، ینابیع المودۃ صفحہ ۷۳)

۵۔ انا مدینة الفقه و علی بابها (ابن بطہ عکبری و سبط ابن الجوزی، خواص الامہ صفحہ ۲۹)

۶۔ انا میزان الحکمة و علی لسانه (غزالی و حسین میبذی، فواتح شرح دیوان جناب امیر قلمی)

۷۔ انا المدینة و انت الباب و لا یؤتی المدینة الا من بابها (عاصمی)

۸۔ هو باب علمی یا هو مدینة علمی - جناب علی مرتضی کیلئے ارشاد ہوا۔ (ابن مغازلی و خوارزمی، ینابیع المودۃ صفحہ ۷۱)

۹۔ علی باب علمی و مبین لامتی (ہمدانی و بلخی و دیلمی و سیوطی و علی متقی، کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۶)

۱۰۔ انت باب علمی (ابو نعیم خوارزمی وغیرہ، ینابیع المودۃ صفحہ ۶۳)

۱۱۔ علی عیبة علمی (ابو نعیم و خوارزمی وغیرہ، ینابیع المودۃ بروایت کنوز الدقائق صفحہ ۱۸۰)

۱۲۔ علی ابن ابی طالب باب حطة (دار قطنی، دیلمی، سیوطی، ابن حجر مکی، علی متقی وغیرہ، کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۳)

۱۳۔ علی ابن ابی طالب باب الدین (دیلمی و ہمدانی، ینابیع المودۃ صفحہ ۲۳۶)

۱۴۔ یا علی انت باب الله (ینابیع المودۃ صفحہ ۴۹۶)(۱)

بیان جرح وقدح حدیث "مدینة العلم"

حسب ذیل حضرات اس حدیث کی موضوعیت کے قائل ہوئے ہیں: یحیی ابن معین، بخاری، ابن الجوزی، تقی الدین ابن دقیق العید، نووی، ذہبی، جزری۔ ہم فرداً فرداً ان میں سے ہر ایک کے متعلق ناظرین کے سامنے خود انہیں کے اقوال پیش کرتے ہیں جن سے ناظرین خود اندازہ کرلیں گے کہ ان میں سے بیشتر حضرات نے اپنے اس قول سے رجوع کرلیا تھا بقیہ حضرات کے اقوال ان وجوہات سے جو کہ ہم نے آگے چل کر درج کیے ہیں لائق استدلال نہیں رہتے۔

(۱) قال یحیی بن معین: "لا اصل لہ" یعنی یحیی ابن معین کا قول ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں۔ علامہ علی متقی کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۴۰۱ میں لکھتے ہیں کہ یحیی ابن معین سے اس کے متعلق پوچھا گیا یعنی حدیث ابن عباس کے متعلق انھوں نے کہا: "صحیح ہے"۔ خطیب تاریخ بغداد جلد ۱۱ صفحہ ۴۹ میں لکھتے ہیں کہ قاسم کا قول ہے کہ میں نے یحیی ابن معین سے اس حدیث کے متعلق پوچھا۔ انھوں نے کہا "صحیح ہے"۔ مستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۲۶ ملاحظہ، سوال و جواب عثمان ابن محمد دوری و یحیی ابن معین دربارۂ حدیث مدینة العلم و ابو الصلت ہروی وقول صالح ابن محمد بن حبیب حافظ جزرہ۔ ان اسناد سے معلوم ہوتا ہے کہ یحییٰ ابن معین نے اپنے قول اول "لا اصل لہ" سے رجوع کرلیا تھا۔ ابتدا میں ان کو صحت نہ ثابت ہوئی ہوگی لہذا یہ کہہ گذرے ہوں گے بعد اثبات حدیث کی صحت کے قائل ہوئے۔

(۲) وقال البخاری: "انہ منکر و لیس لہ وجہ صحیح" یعنی بخاری کا قول ہے کہ یہ حدیث منکر ہے اور کسی وجہ سے بھی صحیح نہیں۔ خود بخاری کے استاد عبدالرزاق صنعانی نے دو سندوں

۱۔ مصنف ینابیع المودۃ شیخ سلیمان ابن خواجہ کلاں حسین قندوزی بلخی ۱۲۲۰ میں بلخ میں پیدا ہوئے بلخ اور بخارا میں تحصیل علم کی افغانستان اور ہندوستان کا سفر کیا یہ حنفی عالم متورع متقی کبار مشائخ نقشبندیہ سے بہت بڑے مدرس وصاحب خانقاہ ہوئے۔ چند دنوں موصل و دیار بکر و حلب وقونیہ وغیرہ میں بھی قیام رہا۔ علم تفسیر وحدیث کا درس دیتے رہے۔ اور ارشاد و ہدایت میں عمر گذاری ان کی کتاب ینابیع المودۃ مناقب اہلبیت میں نہایت جامع ہے۔ کتب معتبرۂ مشہور سے انھوں نے فضائل ومناقب جمع کیے۔ وفات ان کی ۱۲۹۳ھ میں ہوئی۔ ان کا بسیط حال صدر ینابیع المودۃ صفحہ اول میں مصدقہ سید عبدالقادر آفندی ابن مؤلف موجود ہے۔ ۱۲ مؤلف۔

سے اس کو روایت کیا (ملاحظہ ہو مستدرک جلد۳ صفحہ ۱۲۷) امام احمد بن حنبل نے جو اجلۂ مشائخ بخاری سے ہیں انھوں نے اس حدیث کو بطرق متعدد روایت کیا (ملاحظہ ہو تذکرۃ خواص الامۃ لسبط الجوزی قلمی)۔ یحیی ابن معین شیخ بخاری نے تصحیح کی (ملاحظہ ہو مستدرک جلد۳ صفحہ ۱۲۷ و تاریخ بغداد للخطیب جلد ۱۱ صفحہ ۴۹) ایسی صورت میں بخاری کی جرح وقدح لائق حجت نہیں ہوسکتی۔ حاکم نے مستدرک میں اس حدیث کی بر شرط شیخین (بخاری ومسلم) بطرق متعددہ تخریج بھی کی۔

(۳) قول ترمذی "انہ منکر غریب" یعنی یہ حدیث منکر غریب ہے۔ ابن طلحہ شافعی، ابن حجر ہیتمی مکی، ابراہیم کردی، زرقانی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا۔ ان کی تخریج ان علماء کے نزدیک صحیح نہیں ثابت ہوتی ورنہ اس حدیث کو اثبات میں نہ لاتے جرح وقدح ترمذی کو ابن جوزی نے موضوعات میں بیان کیا۔ جس کو سیوطی نے تعقبات علی الموضوعات میں واضح کیا ہے۔

(۴) ذکرہ ابن الجوزی فی الموضوعات یعنی ابن جوزی نے اس کو موضوعات میں ذکر کیا۔ موضوعات ابن الجوزی خود مقدوح ہے۔ جس کا تعقب سیوطی وسبط ابن الجوزی وابن الحجر عسقلانی وغیرہ نے کیا۔ علماء کی رائے ان کے بارے میں یہ ہے کہ یہ حدیث کے موضوع کہے ہیں بہت عجول تھے توہم اور تخالف سے زیادہ متاثر ہوتے (ملاحظہ ہو تاریخ ابن اثیر وقائع ۵۹۷ھ و تاریخ ابوالفدا وقائع ۵۹۷ھ و تاریخ الخمیس جلد۲ و تاریخ یافعی) ابن حجر کا قول ہے کہ ان کے موضوع کہہ دینے پر اعتماد نہ کرنا چاہیے (ملاحظہ ہو لسان المیزان ترجمہ ثمامہ بن الاشرس بصری) غرضکہ علما مثل ابن حجر و سیوطی وزرقانی وغیرہ ابن الجوزی کی جرح وقدح کو بوجہ ان کے تشدد کے معتبر نہیں مانتے (۱)

۱۔ سید محمد ابن اسمعیل بن صلاح الامیر تحفہ علویہ کی شرح روضہ ندیہ صفحہ ۹۷ میں لکھتے ہیں کہ ترمذی کا قول بعض نسخوں میں غریب لکھا ہے۔ محمد ابن جریر طبری کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے۔ مالک کا قول ہے کہ ابن عباس کی حدیث صحیح الاسناد ہے۔ حاکم نے بھی اس کو صحیح کہا۔ میں کہتا ہوں کہ ائمہ حدیث نے حدیث صحیح کی سات قسمیں لکھی ہیں۔ اول قسم یہ ہے کہ شیخین کے علاوہ ائمہ حدیث میں سے کوئی امام اس کے صحیح ہونے کی تصریح کرے۔ اس حدیث کی تصریح دو امام حافظ کبیر ابوعبداللہ حاکم وعلامہ محمد ابن جریر نے کی۔ ان کے متعلق خطیب بغدادی کا قول ہے کہ ابن جریر ائمہ سے جامع علوم تھے۔ ان کے زمانہ میں انکا کوئی مثل نہیں ہوا۔ ابن خزیمہ کا قول ہے کہ روئے زمین پر ابن جریر سے زیادہ کوئی عالم نہیں ہوا۔ حاکم کے حق میں تو ذہبی خود محدث حافظ کبیر امام المحدثین لکھتے ہیں۔ ان دونوں کی تصریح کے مقابلہ میں ابن جوزی وغیرہ کا قول کیا وقعت رکھ سکتا ہے ابن جوزی میں وہ ضبط واتقان کہاں ہے۔ ۱۲۔

(۵) قال تقی الدین ابن دقیق العید ھذا الحدیث لم یثبتوہ یعنی تقی الدین ابن دقیق العید کا قول کہ یہ حدیث ثابت نہیں۔ علامہ سخاوی وسیوطی وملا علی قاری وبدر الدین زرکشی نے اس قول کو لائق توجہ نہیں سمجھا نہ اس طرف انھوں نے اعتنا کی بجائے اس کے حدیث کی صحت وتحسین کی طرف متوجہ ہوئے (ملاحظہ ہو آلی منثورہ ومقاصد حسنہ ودرر منتشرہ ومرقاۃ)

(٦) قال الشیخ محی النووی وشمس الدین الذہبی وشمس الدین الجزری "انہ موضوع" یعنی نووی وذہبی وجزری کا قول ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے (۱) امام نووی نے خود اس حدیث کو حضرت علیؑ مرتضی کی مدح میں بطور اثبات نظم کیا جیسا کہ شیخ شہاب الدین احمد نے اپنی کتاب توضیح الدلائل میں لکھا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اولا بموافقت ابن الجوزی موضوعیت کے قائل ہوئے ہوں گے جیسا کہ خود اپنی کتاب تہذیب الاسماء واللغات میں جناب علی مرتضٰی کے حال میں لکھا بعد کو جب اس حدیث کا حسن ہونا ثابت ہوا تو اس وقت اشعار مدح میں لکھے جس کو صاحب توضیح الدلائل نے لکھا (۲) ذہبی کے قول کی تردید بھی صلاح الدین علائی وزرکشی وسخاوی وسیوطی وعلی متقی وملا علی قاری ومناوی ومحدث دہلوی نے کی (ملاحظہ ہو قوت المقتدیٰ ودرر المنتثرہ ومقاصد الحسنہ والآلی مصنوعہ وکنز العمال وفیض القدیر ومرقاۃ وغیرہ) اس سب کے علاوہ خود ذہبی نے میزان الاعتدال میں حدیث مدینۃ العلم کو بسند متصل سوید ابن سعید شیخ امام مسلم سے روایت کر کے اس سند کو عوالی میں شمار کر کے جرح وقدح کو بالکل اڑا دیا ہے (میزان الاعتدال جلد ا صفحہ ۳۹۲ ترجمۂ سوید ابن سعید) (۳) شمس الدین جزری نے اپنی کتاب اسنی المطالب میں حضرت علیؑ کے فضائل میں خود اس حدیث کو روایت کیا اور صدر اسنی المطالب میں اس امر کو لکھدیا کہ اس میں احادیث مستند متواتر صحیح و حسن مناقب حضرت علیؑ میں مسلسل ومتصل لکھے جاتے ہیں جو معتمد علیہ ہیں (ملاحظہ ہو اسنی المطالب)

فضائل علمیہ کے بیان سے قبل ہم حضرت علیؑ کرم اللہ وجہ کی اعلمیت کا وہ ثبوت جو دیگر احادیث واقوال صحابہ تابعین سے ملتا ہے ناظرین کے سامنے پیش کئے دیتے ہیں تاکہ آپ کی فضیلت کے متعلق صحیح اندازہ ناظرین کو ہو سکے۔

دیگر احادیث دربارۂ اعلمیت جناب امیرؑ

(۱) موفق ابن احمد بسنده عن سلمانؓ عن النبیؐ انه قال اعلم امتی من بعدی علی (ینابیع المودة صفحه ۷۰ و کنز العمال جلد ۶ صفحه ۱۵۶)

(۱) موفق ابن احمد اپنی سند کے ساتھ حضرت سلمان فارسی سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میری امت میں میرے بعد سب سے زیادہ علم والے علیؑ ہیں

(۲) "ابن المغازلی و موفق الخوارزمی اخرجا بسند هما عن علقمة عن ابن مسعود قال کنت عند النبیؐ فسئل عن علم علیؑ فقالؐ قسمت الحکمة عشرة اجزاء فاعطی علیؑ تسعة اجزاء و الناس جزء او احدا وهو اعلم بالعشر الباقی" (ینابیع المودة صفحہ ۷۰ و کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۶)

(۲) ابن المغازلی و موفق خوارزمی دونوں اپنی اپنی سندوں سے علقمہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت ابن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ میں آنحضرتؐ کے حضور میں حاضر تھا۔ حضرت علیؑ کے متعلق تذکرہ ہوا آنحضرتؐ نے فرمایا کہ حکمت دس حصوں میں منقسم کی گئی علیؑ کو نو حصے دیئے گئے بقیہ لوگوں کو ایک حصہ ملا اور وہ اس بقیہ دسویں حصہ کا بھی عالم ہے۔

(۳) "عن علیؑ قال علمنی رسول الله الف باب کل باب یفتح الف باب رواه ابو نعیم فی الحلیة" (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۲)

(۳) حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ آنحضرت نے مجھ کو علم کے ہزار باب تعلیم کئے۔ ہر باب سے ہزار باب میرے لئے کھل گئے۔

(۴) "و عن علیؑ قال قلت یا رسول الله اوصنی قال قل ربی الله ثم استقم فقلت ربی الله وما توفیقی الا بالله علیه توکلت و الیه انیب قال

(۴) جناب امیر فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت سے عرض کیا کہ آپ مجھ کو کوئی وصیت فرمایئے آپ نے فرمایا کہو اللہ میرا رب ہے پھر اس پر استقامت کرو پھر میں

لیھنک العلم ابا الحسن لقد شربت العلم شربا اخرجه ابن البختری و الرازی" (ریاض النضرۃ جلد۲ صفحہ ۲۲۱ وکنز العمال جلد ۶ صفحہ ۴۰۸ بروایت حلیۃ الاولیاء لابی نعیم)

نے کہا کہ میرا رب اللہ ہے اور نہیں ہے مجھ سے توفیق مگر اللہ سے اسی پر توکل کرتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں پھر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تجھ کو علم خوشگوار ہو تو نے علم کو اچھی طرح پی لیا اور سیراب ہوگیا۔ ابن البختری اور رازی نے اس حدیث کی تخریج کی۔

(۵) "عن معقل ابن یسار قال وضأت رسول الله فقال هل لک فی فاطمة تعود فقلت نعم فقام متوكئا علی حتیٰ دخلنا علیٰ فاطمة علیها السلام فقلنا كيف تجدينک قالت لقد اشتدت حزنی و اشتدت فاقتی و طال سقمی قال عبد الله بن احمد ابن حنبل و جدت بخط ابی فی هذا لاحديث قال او ما ترضين الیٰ زوجتک اقدمهم سلما و اكثرهم علما و اعظمهم حلما اخرجه احمد و اخرجه القلعی و قال زوجتک سيدا فی الدنيا و الاخرة" (ریاض النضرۃ جلد۲ صفحہ ۱۹۳ و ارجح المطالب صفحہ ۱۰۷)

(۵) معقل ابن یسار کہتے ہیں کہ ایک روز میں نے آنحضرت کو وضو کرایا۔ آنحضرتؐ نے مجھ سے فرمایا کہ کیا تم چاہتے ہو کہ میرے ساتھ چل کر فاطمہ کی عیادت کر آؤ میں نے کہا ہاں۔ آنحضرتؐ میرے اوپر ہاتھ رکھ کر اٹھے اور چلے یہانتک کہ حضرت فاطمہ کے پاس پہنچے آنحضرتؐ نے ان سے ارشاد فرمایا کہ اے فاطمہ ہم تم کو بہت کمزور پاتے ہیں حضرت فاطمہ نے عرض کیا کہ میرا غم بڑھ گیا اور فاقوں کی مجھ پر شدت ہے عبد اللہ ابن احمد حنبل کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کی کتاب میں ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا اس حدیث میں اتنا اور دیکھا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کیا تم اس امر سے خوش نہیں ہو کہ ہم نے تمہارا نکاح ایسے شخص سے کر دیا کہ جو اس امت میں اسلام کی وجہ سے سب سے

سابق ہے اور سب سے زیادہ عالم اور سب سے زیادہ حلیم۔ اس حدیث کی تخریج احمد و قلعی نے کی اور اتنا زیادہ کیا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تمہارا شوہر دنیا و آخرت میں سردار ہے۔

(٦) "وعن بریدة قال قال رسول الله لفاطمة زوجک خیر امتی اعلمهم علما و افضلهم حلما و اولهم سلما رواه الخطیب فی المتفق" (کنزالعمال جلد٦ صفحہ٣٩٨)

(٦) بریدہ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے حضرت فاطمہ سے فرمایا کہ تمہارا شوہر میری امت میں سب سے بہتر ہے سب سے زیادہ عالم سب سے زیادہ حلیم اسلام میں سب سے مقدم ہے خطیب نے اس کو متفق میں روایت کیا۔

(٧) "عن ابن عباس قال قال رسول الله علی عیبة علمی رواه ابن عدی" (کنزالعمال جلد٦ صفحہ١٥٣)

(٧) ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا علیؑ میرے علم کا خزانہ ہے ابن عدی نے اس کو روایت کیا۔

اقوال صحابہ وتابعین در ثبوت اعلمیت حضرت علیؑ

(١) "عن عبد الله قال علماء الارض ثلثة عالم بالشام و عالم بالحجاز و عالم بالعراق فاما عالم بالشام فهو ابو الدرداء واما عالم اهل الحجاز فهو علیؑ ابن ابیطالب واما عالم العراق فاخ لکم و عالم اهل الشام وعالم اهل العراق یحتاجان الیٰ عالم

(١) عبد اللہؓ (ابن مسعودؓ) کا قول ہے کہ روئے زمین پر تین عالم ہیں ایک شام میں دوسرے حجاز میں تیسرے عراق میں عالم شام ابوالدرداء عالم حجاز علیؑ ابن ابیطالبؑ ہیں اور عالم عراق تمہارا بھائی (عبداللہ ابن مسعود) عالم شام و عالم عراق دونوں عالم حجاز کے محتاج ہیں علیؑ ابن ابیطالب کے اہل حجاز کو کسی

اهل الحجاز و عالم اهل الحجاز لا يحتاج اليهما" (ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۲۲۱)

کی احتیاج نہیں۔

(۲) "عن ابن عباس قال والله لقد اعطى علىؑ ابن ابيطالب تسعة اعشار العلم وايم الله لقد شاركم فى العشر العاشر" (استیعاب جلد ۲ صفحہ ۴۷۵)

(۲) ابن عباس کا قول ہے کہ خدا کی قسم علیؑ کو علم کی نو (۹) دہائیاں دی گئی ہیں اور بقیہ ایک دہائی میں تم سب شریک کئے گئے۔

(۳) "و عنه قال علم النبیؐ من علم الله و علم علىؑ من علم النبیؐ و علمى من علم علىؑ و ما علمى و علم الصحابة فى علم علىؑ الا كقطر ة فى سبعة البحر" (ینابیع المودۃ صفحہ ۷۰)

(۳) ابن عباس کہتے ہیں کہ آنحضرت کا علم اللہ کے علم سے ہے اور حضرت علیؑ کا علم آنحضرتؐ کے علم سے ہے اور میرا علم حضرت علیؑ کے علم سے ہے میرا علم اور صحابہ کا علم حضرت علیؑ کے علم کے مقابلہ بمنزلہ قطرہ کے ہے جو سات دریا کے مقابلہ میں ہو۔

(۴) "و عنه قسّم على الناس خمسة اجزاء فكان لعلىؑ اربعة اجزاء لسائر الناس جزء شاركهم على فيه فكان اعلمهم اخرجه البزار" (ارجح المطالب صفحہ ۱۰۵)

(۴) اور مروی ہے کہ لوگوں کا علم پانچ حصوں میں تقسیم ہوا چار حصے صرف حضرت علیؑ کو دیئے گئے اور ایک حصہ تمام سب کو اس حصہ میں بھی سب سے زائد علم کا حصہ ان کو ملا۔ بزار نے اس کی تخریج کی۔

(۵) "عن عبد الملك ابن سليمان قال قلت لعطاء اكان فى اصحاب محمدؐ احدا اعلم من علىؑ قال لا والله اعلمه" (استیعاب جلد ۲ صفحہ ۴۷۵)

(۵) عبدالملک ابن ابی سلیمان کہتے ہیں کہ میں نے عطا ابن یسار سے پوچھا کہ کیا آنحضرتؐ کے اصحاب میں سے کوئی شخص حضرت علیؑ سے زیادہ عالم تھا؟ عطا نے جواب دیا کہ خدا کی قسم مجھے کوئی ایسا شخص معلوم نہیں ہوتا جو آپ سے زیادہ عالم ہو

(۶) ”عن مسروق قال شاممت اصحاب محمدؐ فوجدت علمهم انتهی الی عمر و عبدالله ابن مسعود و ابی الدرداء و معاذ ابن جبل و زید بن ثابت و علیؑ ابن ابیطالب ثم شاممت هو لاء فوجدت علمهم انتهی الی رجلین علیؑ و عبد الله بن مسعود ثم شاممت الاثنین فوجدت بفضل علیؑ علی عبد الله اخرجه الخوارزمی“ (ارجح المطالب صفحہ ۱۰۵ ومناقب خوارزمی صفحہ ۵۴)

(۶) مسروق کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرتؐ کے اصحاب کے بارے میں غور کیا معلوم ہوا کہ ان کا علم حضرت عمر، حضرت علیؑ، عبداللہ ابن مسعود، ابوالدرداء، معاذ ابن جبل، زید ابن ثابت کی طرف منتہی ہوتا ہے پھر میں نے ان سب کے متعلق غور کیا تو معلوم ہوا کہ دو آدمیوں کی طرف منتہی ہوتا ہے حضرت علیؑ و عبداللہ ابن مسعود کی طرف، پھر ان دونوں میں غور کیا تو معلوم ہوا کہ جناب علیؑ مرتضی ہی عبداللہ ابن مسعود پر فضیلت رکھتے ہیں اس کی تخریج خوارزمی نے کی۔

(۷) ”اخرجه الحضرمی عن ابی الدرداء العلماء ثلثة رجل فی الشام یعنی نفسه و رجل بالکوفه هو عبدالله ابن مسعود و رجل بالمدینه وهو علیؑ ابن ابیطالب وهو اعلم بالسنة منا“ (ارجح المطالب صفحہ ۱۰۶)

(۷) حضرمی ابو الدرداء سے ناقل ہیں کہ عالم تین ہیں ایک شام میں (اپنے کو مراد لیا) دوسرے کوفہ میں وہ عبداللہ ابن مسعود ہیں تیسرے مدینہ میں وہ علیؑ ابن ابیطالب ہیں وہ ہم سے زیادہ آنحضرتؐ کی سنت جاننے والے ہیں

(۸) ”و عن ابی حازم قال جاء رجل الی معاویة فسأ له عن مسئلة فقال سل عنها علیؑ ابن ابیطالب فهو اعلم قال یا امیر المؤمنین جوابک فیها

(۸) ابن ابی حازم کہتے ہیں کہ ایک شخص نے معاویہ ابن ابی سفیان سے ایک مسئلہ پوچھا انھوں نے کہا حضرت علیؑ سے جا کر پوچھو کیونکہ وہ زیادہ عالم ہیں وہ کہنے لگا ای

احب الی من جواب علیؑ قال بئس ما قلت لقد کرهت رجلا کان رسول الله یغزره بالعلم غزرا ولقد قال له انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی و کان عمر اذا اشکل علیه شیٔ اخذه منه اخرجه احمد فی المناقب" (ریاض النضرۃ جلد۲ صفحہ۱۹۵)

امیر المؤمنین مجھکو تمہارا جواب ان کے جواب سے زیادہ بہتر ہے۔ معاویہ نے کہا تو نے یہ اچھی بات نہ کہی ایسے شخص سے تو نے کراہت ظاہر کی جبل کے پیمانے کو آنحضرتؐ نے علم سے بھرا اوران کے لئے فرمایا کہ تم میرے ساتھ بمنزلہ ہارون موسیٰ کے ہو لیکن نبوت میرے بعد نہیں ہے حضرت عمر کو جب کوئی مشکل بات پیش آتی تو ان سے دریافت کرتے۔

(۹)"عن سعید ابن مسیب انه قال لم یکن احد من اصحاب رسول اللهؐ یقول سلونی الا علیا اخرجه احمد فی المناقب و البغوی فی المعجم و ابو عمرو و لفظه ماکان احد من الناس یقول سلونی غیر علی ابن ابیطالب" (ریاض النضرۃ جلد۲ صفحہ۱۹۸)

(۹) سعید ابن میتب سے منقول ہے کہ آنحضرتؐ کے اصحاب میں سوائے حضرت علیؑ کے اور کوئی اس لفظ کو کہ (مجھ سے پوچھو) نہیں کہتا تھا۔ امام احمد نے مناقب میں لکھا اور بغوی نے معجم اور ابوعمر بھی ناقل ہیں جس کے الفاظ یہ ہیں کہ لوگوں میں سوائے حضرت علیؑ کے اور کوئی نہیں تھا جو یہ کہتا تھا کہ جو کچھ پوچھنا ہو مجھ سے پوچھو۔

فضائل علمیہ مشتمل بر دو قسم تعلیمی و ذہنی

حضرت علیؑ کے فضائل علمی کا صحیح اندازہ کرنے کے لئے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ فضائل کی دونوں قسموں یعنی (تعلیمی و ذہنی) کو علیحدہ علیحدہ درج کیا جائے۔

قسم اول، تعلیمی

حضرت علیؑ مرتضیٰ کرم اللہ وجہ کو تعلیم و تعلم میں حضرت آدمؑ سے مشابہت حاصل ہوئی

حضرت آدمؑ کے حق میں جناب باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "و علم الآدم الاسماء کلھا"
حضرت علیؑ مرتضی کے حق میں آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا "انا مدینة العلم و علیٌ بابھا فمن اراد العلم فلیأت بھذا الباب" یعنی میں شہر علم ہوں اور علیؑ باب علم ہیں جو شخص علم حاصل کرنا چاہے وہ اس دروازے سے داخل ہوگا۔ گویا آنحضرتؐ نے حصول علم کے لئے جناب علیؑ مرتضی کے توسط کو لازمی و ضروری قرار دیا۔

علم بالقرآن

اسلام کے علوم و معارف کا اصل سرچشمہ کلام پاک ہے حضرت علیؑ اس سرچشمہ سے ایسی اچھی طرح سیراب تھے کہ اس پر زیادتی محال تھی۔ آپ ان اصحاب میں سے تھے جنھوں نے آنحضرت کی حیات ہی میں پورکلام مجید حفظ کرلیا تھا۔ نہ صرف لفظی طور سے حافظ تھے بلکہ اس کی ایک ایک آیت کے معنی اور شان نزول سے بھی واقف تھے۔ آنحضرت کو کلام مجید سنایا اور سب سے پہلے اس کو جمع کیا۔ جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۷۶ میں لکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ وہ ہیں جنھوں نے قرآن کو جمع کیا اور آنحضرتؐ کے حضور میں پیش کیا۔ محمد ابن سیرین روایت کرتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو حضرت علی نے حضرت ابوبکر صدیق سے بیعت کرنے میں ذرا توقف کیا حضرت ابوبکر نے وقت ملاقات پوچھا کیا آپکو میری بیعت میں تامل ہے آپنے کہا نہیں میں نے اس امر کی قسم کھائی ہے کہ جب تک قرآن شریف جمع نہ کرلوں گا بجز نماز کے وقت کے چادر نہ اوڑھوں گا یعنی اور کوئی کام نہیں کروں گا۔ بعد جمع قرآن آپ نے بیعت کی۔ (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۶ و ترجمہ تاریخ الخلفاء سیوطی صفحہ ۱۹۷)۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر سے جب لوگوں نے بیعت کی اور جناب علی مرتضیٰؓ خانہ نشیں ہوئے تو لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ سے کہنا شروع کیا کہ حضرت علی نے آپ کی بیعت سے کراہت ظاہر کی تب حضرت ابوبکر نے حضرت علی سے کہلا بھیجا کہ کیا آپ کو مجھ سے بیعت کرنے میں کراہت ہے؟ حضرت علیؑ نے فرمایا: نہیں۔ پھر انھوں نے پوچھا کہ خانہ نشین کیوں ہوگئے؟ آپ نے فرمایا کہ میں یہ سمجھا کہ کلام مجید میں کچھ نہ کچھ زیادتی ضرور کی جائے گی۔ لہذا میرے دل میں یہ خیال آیا کہ میں اپنی ردا سوائے نماز کے اور

کسی وقت نہ اوڑھوں اور جب تک کلام اللہ جمع نہ کرلوں اور کوئی کام نہ کروں۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا آپ کی رائے مناسب ہے۔ فہرست ابن الندیم صفحہ ۴۱۰ میں بروایت عبد خیر حضرت علی سے مروی ہے کہ وقت وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب لوگوں کا اختلاف حضرت علی نے دیکھا تو قسم کھائی کہ جب تک قرآن شریف جمع نہ کرلوں گا کوئی کام نہ کروں گا۔ چنانچہ تین دن تک گھر میں بیٹھ کر آپ نے قرآن کو جمع کیا۔ عبد خیر کہتے ہیں کہ سب سے اول یہ قرآن جمع ہوا یہ قرآن حضرت جعفرؓ کے یہاں تھا۔ ابن الندیم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن ابویعلیٰ حمزہ حسنی کے یہاں دیکھا جس کے چند اوراق نہ تھے۔ یہ بطریق وراثت بنوحسن کے یہاں تھا اس میں سورتوں کی ترتیب اس مصحف کی طرح تھی۔ مناقب خوارزمی میں بھی بروایت عبد خیر بعد انتقال آنحضرت جمع قرآن فرمانا مرقوم ہے۔ ترتیب قرآن کے متعلق ارجح المطالب صفحہ ۱۱۰ میں بروایت ابوعمر عثمان مرقوم ہے کہ حضرت علیؓ نے سب سے پہلے سورہ علق لکھی پھر سورہ مدثر پھر مزمل پھر تبت یدا پھر تکویر اسی طرح تمام مکی سورتیں پہلے تھیں۔ اس کے بعد مدنی سورتیں تھیں۔ مولوی حاجی معین الدین ندوی، خلفائے راشدین صفحہ ۲۸۹ میں لکھتے ہیں کہ ابن سعد میں ہے کہ آپ نے آنحضرتؐ کی وفات کے بعد چھ مہینہ تک جو گوشہ نشینی اختیار کی اس میں آپ نے تنہا بیٹھ کر قرآن مجید کی تمام سورتوں کی نزول کی ترتیب سے مرتب کیا۔ ابن ندیم نے کتاب الفہرست میں سورتوں کی اس ترتیب کو نقل کیا ہے۔ فہرست ابن الندیم مقالہ اولی فن ثالث صفحہ ۳۶ لغایت صفحہ ۴۰ میں ترتیب قرآن کے متعلق روایات لکھی ہیں۔ صفحہ ۳۹ میں مصحف عبداللہ ابن مسعود کی ترتیب قرآن کا ذکر ہے اس کے بعد مصحف ابی ابن کعب کی ترتیب کا جن میں سورتوں کے نام بہ ترتیب نزول مرقوم نہیں۔ ابن الندیم نے ترتیب نزول کی جہاں فہرست دی ہے وہ بروایت نعمان ابن بشیر لکھی ہے۔ حضرت علی کا وہاں کہیں تذکرہ نہیں کیا۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۱۳۷ اور حضرت علی کے مصحف کا جہاں پر تذکرہ کیا ہے وہاں پر کہیں ترتیب نزول کے متعلق کچھ نہیں لکھا ملاحظہ ہو روایت عبد خیر صفحہ ۴۱ کتاب الفہرست۔ ترتیب نزول کا تذکرہ علامہ جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۹۷ میں اس طور پر کرتے ہیں کہ ''لوگوں کا گمان ہے کہ آپ نے قرآن شریف اسی ترتیب سے جمع کیا تھا جس طرح کہ نازل ہوا تھا۔ محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ اگر وہ قرآن شریف ہمارے پاس تک پہنچتا تو علم کا ایک بہت بڑا

ذخیرہ ہوتا۔ یہ روایت البتہ ابوعمر عثمان والی روایت کی مؤید ہوسکتی ہے۔ بشرطیکہ صحیح ہو۔ حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کو علم ناسخ ومنسوخ میں بھی کمال حاصل تھا اس امر کو آپ پورے طور پر جانتے کہ کون آیت ناسخ اور کون منسوخ ہے۔ اس امر میں اپ کو بہت غلو تھا۔ جس کو اس امر میں درک نہ ہوتا اس کو آپ درس اور وعظ سے روک دیتے چنانچہ جامع مسجد کوفہ میں جو شخص وعظ وتذکیر کرنا چاہتا تھا تو آپ اس سے دریافت کرلیا کرتے تھے کہ تم کو ناسخ ومنسوخ آیات کا بھی علم ہے۔ اگر وہ نفی میں جواب دیتا تو آپ اس کو تنبیہ فرماتے اور درس ووعظ کی اجازت نہ دیتے۔

اکثر لوگوں کا خیال تھا کہ حضرت علیؓ کو ظاہری علوم کے علاوہ آنحضرتؐ نے کچھ اور خاص باتیں بتائی تھیں۔ لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ قرآن کے علاوہ آپ کے پاس اور بھی کچھ ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔

"والذی فلق الحبة و برء النسمة الا فهم یؤتیه الله عزوجل رجلاً فی القرآن او ما فی الصحیفة" (مسند امام احمد ابن حنبل جلد اصفحہ ۷۹۔۱۰۰ و بخاری کتاب لآیات)

قسم اس ذات کی جو دانہ سے درخت اگاتا ہے اور جان کو جسم میں پیدا کرتا ہے قرآن کے سوا میرے پاس کچھ نہیں لیکن قرآن کو سمجھنے کی قوت یعنی فہم البتہ ہے اور یہ ایسی دولت ہے کہ خدا جس کو چاہے دے اور چند حدیثیں بھی میرے پاس ہیں۔

اس موقعہ پر حضرت علیؓ نے جو قسم کھائی اس میں خاص نکتہ مضمر ہے۔ قرآن کی آیتوں کی تشبیہ تخم اور جسم سے دی اور اس کے معانی اور مقاصد کی تشبیہ درخت سے دی ہے۔ درخت تخم ہی سے پیدا ہوتا ہے اور جان جسم ہی میں پوشیدہ ہوتی ہے۔ جس طرح ایک چھوٹے سے تخم سے عظیم الشان درخت ظاہر ہوتا ہے جو حقیقتاً اسی تخم کے اندر مختفی ہوتا ہے اسی طرح سے روح بھی جسم کے اندر مخفی رہتی ہے۔ جس سے تمام اعمال وافعال انسانی ظاہر ہوتے ہیں۔ کلام مجید کے ظاہری الفاظ سے بھی ہر صاحب فہم اپنی استعداد کے موافق معانی ومطالب اخذ کرسکتا ہے۔

طبقات ابن سعد وتاریخ ابن عساکر میں ہے کہ حضرت علی نے فرمایا: کہ خدا کی قسم کوئی ایسی آیت نازل نہیں ہوئی جس کے متعلق میں نہ جانتا ہوں کہ یہ کہاں اور کیوں اور کس کے حق میں نازل

ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے بوجہ کمال موہبت مجھے عقل کامل ولسان ناطق عطا فرمائی (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۲۹۶)۔

ابوالطفیل عامر ابن واثلہ کہتے ہیں کہ میں حضرت علی کے حضور میں حاضر ہوا وہ فرمارہے تھے کہ مجھ سے دریافت کرو خدا کی قسم تم لوگ جو بات مجھ سے دریافت کرو گے میں تم کو اس سے مطلع کروں گا۔ مجھ سے کتاب اللہ کے بارے میں پوچھو بخدا کوئی آیت ایسی نہیں جس کے متعلق مجھے علم نہ ہو کہ یہ رات میں نازل ہوئی یا دن میں۔ زمین ہموار میں یا پہاڑ پر (استیعاب جلد ۲ صفحہ ۴۷۶۔ ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۹۸۔ ترجمہ تاریخ الخلفا للسیوطی صفحہ ۱۹۶)۔

عبداللہ ابن مسعود کہتے ہیں کہ کلام مجید سات حرفوں پر نازل ہوا اور کوئی حرف ایسا نہیں جس کے لئے ظاہر و باطن نہ ہو۔ اس کا ظاہر و باطن درحقیقت حضرت علی کے پاس ہے (۱)۔ ملا مبین فرنگی محلی وسیلۃ النجاۃ صفحہ ۱۴۰ میں بعد اس ارشاد کے لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "لا رطب و لا یابس الا فی کتاب مبین" سب تر وخشک اس کتاب میں ہے۔ حضرت علی کو ہفت بطن (حرف) قرآن کا علم تھا اور ہر رطب و یابس جو قرآن میں نازل ہوا وہ امام العالمین کے حیطۂ علم میں تھا۔ عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ میں نے ستر سورتیں قرآن شریف کی آنحضرتؐ سے پڑھیں اور بہترین خلق علی ابن ابی طالب نے پورا کلام مجید ختم کیا۔

جمع الفوائد جلد ۲ صفحہ ۲۱۲ میں بروایت حضرت ام سلمہ مروی ہے کہ میں نے آنحضرت کو فرماتے سنا ہے کہ قرآن، علی کے ساتھ اور علی، قرآن کے ساتھ، یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے جب تک کہ حوض کوثر پر وارد نہ ہوں۔ (حدیث القرآن مع علی) کے متعلق روایات حصہ اول کتاب السیرۃ العلویہ بذکر المآثر المرتضویہ موسومہ بہ "احسن الانتخاب فی ذکر معیشۃ سیدنا ابی تراب" میں مذکور ہو چکے۔

امام احمد مناقب میں بروایت عبداللہ ابن عیاش زرقی لکھتے ہیں کہ لوگوں نے ان سے کہا کہ حضرت علی کے حال سے ہمیں مطلع کرو وہ کہنے لگے ہم کو اس کی ممانعت ہے اور اس کی باز پرس بھی ہوتی ہے اور ہم کو یہ برا بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہم وہ بات کہیں جو ہمارے بنی عم (بنی امیہ) کہہ رہے

---

(۱) ینابیع المودۃ صفحہ ۷۰

ہیں۔علی ایسے تھے جو مزاح بھی کرتے تھے اور جب ڈراتے تھے تو لوہے کے دانتوں سے ڈراتے تھے۔ان سے پوچھا گیا کہ لوہے کے دانتوں سے کیا مراد ہے؟ عبداللہ نے کہا قرائت قرآن فقہ فی الدین، شجاعت وسماحت مراد ہے (ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۲۲۲)۔

حضرت علی کو کلام مجید سے اجتہاد اور مسائل کے استنباط میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ چنانچہ تحکیم کے مسئلہ میں جب خوارج نے آپ پر اعتراض کیا کہ فیصلہ کا حق سوائے خدا کے اور کسی کو نہیں " ان الحکم الا للہ" تو آپ نے تمام حفاظ اور واقف کاران کلام مجید کو جمع کر کے فرمایا کہ زوج وزوجہ میں جب اختلاف رائے ہو جائے تو حکم بنانے کی اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے "ان خفتم شقاق بینھما فابعثوا حکماً من اھلہ و حکماً من اھلھا" اور امت محمدیہ میں جب اختلاف رائے ہو جائے تو حکم بنانا جائز نہ ہو اس کے کیا معنی کیا تمام امت محمدیہ کی حیثیت ایک مرد اور ایک عورت سے بھی خدا کی نگاہ میں کم ہے (مسند امام احمد بن حنبل جلد ۱ صفحہ ۸۶ و ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۲۴۰)۔

علم بالتوراۃ والانجیل والزبور!

شیخ سلیمان بلخی کی ینابیع المودۃ صفحہ ۷۰ میں ہے کہ حضرت علی مرتضی فرماتے ہیں کہ اگر میرے لئے مسند بچھائی جائے اور میں اس پر بیٹھوں تو اہل توراۃ کے لئے ان کی توراۃ سے اور اہل انجیل کے لئے ان کی انجیل سے اور اہل زبور کے لئے ان کی زبور سے اور اہل قرآن کے لئے ان کے قرآن سے حکم دے سکتا ہوں۔اس لئے صحابہٗ کرام کتاب اللہ کے احکام میں ان کی طرف رجوع کرتے اور فتوے ان سے اخذ کرتے۔حضرت عمرؓ نے متعدد مرتبہ فرمایا "لولا علی لھلک عمر" اور آنحضرت نے فرمایا "أعلم امتی علی ابن ابی طالب" شرح کبریت الاحمر میں اس ارشاد کے بعد تحریر ہے کہ حضرت علی کی جامعیت علم خاتم الرسل اور علوم شرائع انبیاء سابقین سے دیکھنا چاہیے یہ جامعیت مطالعہ کتب سے نہ تھی بلکہ یہ جامعیت وراثت نبوی وعلم لدنی والہامات الہیہ سے تھی۔یہی مرتبہ انسان کامل ہے جو آخر تنزلات خمسہ سے ہے جس کو صوفیہ کے یہاں حضرات خمسہ کہتے ہیں اور انسان کامل تمام مظاہر الہیہ کا جامع ہوتا ہے اور وہ ہمارے آنحضرتؐ اور حضرت علی تھے۔

حضرت علیؑ کے اس ارشاد پر ابو ہاشم نے اعتراض کیا کہ توریت منسوخ ہو چکی اس کے موافق حکم کیونکر جاری ہو سکتا ہے۔ یہ اعتراض ابو ہاشم کا محض فضول ہے اس لئے کہ حضرت علیؑ کے ارشاد کا یہ مطلب نہیں جو ابو ہاشم نے سمجھا بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ احکام منسوخہ توریت اور احکام ناسخہ کلام مجید ان سب کا تفصیل علم مجھ کو حاصل ہے اور میں ان کتابوں کے احکام کے مطابق ذمی اور یہود اور نصاریٰ کے قضایا کا فیصلہ کرسکتا ہوں اور ان کتابوں کے نصوص سے واقف ہوں جو آنحضرتؐ کی بعثت پر دلالت کرتے ہیں اور انہیں سے ان لوگوں پر حجت قائم کرسکتا ہوں بہر صورت یہ ارشاد مرتضوی ہرگز قابل اعتراض نہ تھا ابو ہاشم نے معلوم نہیں کہ کیا سمجھ کر اعتراض کیا ملاحظہ ہو ذیل کا واقعہ جو اس ارشاد کی سب سے بہتر تشریح ہے۔

اصبغ ابن نباتہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک یہودی نے آ کر پوچھا کہ ہمارا رب کب سے تھا لوگ اسے مارنے کے لئے اٹھے آپ نے روکا پھر اس سے فرمانے لگے جو کچھ میں کہوں اسے یاد رکھنا اور اپنی توریت میں جا کر اسے دیکھ لینا۔

"یقال متی کان ربنا الم یکن ثم کان فاما من لم یزل بلا کیف یکونه بلا کینونة کائن کان لم یزل قبل القبل و بعد البعد لا یزال بلا کیف و غایة و لا منتهی الیه انقطعت دونه فهو غایة کل غایة"

کہتا ہے کہ ہمارا رب کب سے تھا تو کیا تیرے خیال میں وہ نہیں تھا پھر ہو گیا وہ ہمیشہ سے تھا بلا کیف اور بلا کسی ثبوت کے ثابت تھا ہمیشہ قبل سے قبل تھا اور بعد سے بعد تک رہے گا ہمیشہ بلا کیف بلا غایت اور بلا انتہا رہے گا اسی کی طرف غایات کا انقطاع اس کے علاوہ ہو جاتا ہے وہی ہر غایت کی غایت ہے۔

یہ سن کر یہودی رونے لگا اور کہنے لگا واللہ اے امیر المؤمنین توریت میں حرف بہ حرف اسی طرح ہے میں اس امر کی شہادت دیتا ہوں کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اس کے بندہ اور رسولؐ ہیں (ارجح المطالب صفحہ ۱۱۲)

اس واقعہ کو مختصراً بلا ذکر راوی شیخ کمال الدین محمد ابن طلحہ شافعی نے بھی مطالب السؤل فی

مناقب آل الرسول صفحہ ۹۳ میں لکھا ہے۔

علم بالتفسیر

حضرت عبداللہ ابن عباس رئیس المفسرین وترجمان القرآن حضرت علیؑ مرتضی کے خاص شاگردوں میں سے ہیں ان سے سعید ابن جبیر روایت کرتے ہیں کہ جب ہم کو حضرت علیؑ سے کوئی بات معلوم ہو جاتی ہے تو ہم پھر اور کسی سے نہیں دریافت کرتے (استیعاب جلد ۲ صفحہ ۴۷۵) اور فرماتے تھے کہ ایک رات ہم لوگوں سے حضرت علیؑ نقطہ باء "بسم الله الرحمن الرحیم" کی شرح فرمانے لگے تو صبح ہوگئی۔ درالمنظم میں ہے کہ تمام اسرار کتب سماویہ قرآن میں ہیں اور جو کچھ قرآن میں ہے وہ سورۂ فاتحہ میں ہے اور جو کچھ سورۂ فاتحہ میں ہے وہ بسم اللہ میں ہے اور جو کچھ بسم اللہ میں ہے وہ باء بسم اللہ میں ہے اور جو کچھ باء بسم اللہ میں ہے وہ نقطۂ باء میں ہے حضرت علیؑ کا قول ہے:

"انا النقطة التی تحت البا ء العلم نقطة كثرها الجاهلون و الالف وحدة عرفها الراسخون. سلونی عن اسرار الغيوب فانی وارث علوم الانبيا و المرسلين و انا قرآن الناطق" (ینابیع المودۃ صفحہ ۶۹)۔

میں وہ نقطہ ہوں جو ب کے نیچے ہے علم ایک نقطہ ہے ناواقفوں نے اس کو بڑھا دیا اور الف میں یکتائی ہے جس کو راسخین نے پہچانا غیبی اسرار مجھ سے پوچھو میں انبیاء و مرسلین کے علوم کا وارث ہوں اور میں قرآن ناطق ہوں (یہ آپ نے جنگ صفین میں جب اہل شام نے نیزوں پر قرآن بلند کیے تھے تب فرمایا تھا)۔

ابن طلحہ حلبی شافعی الدرالمنظم میں لکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ کا ارشاد ہے اگر میں چاہوں تو سورۂ فاتحہ کی اتنی بسیط تفسیر کروں کہ ستر اونٹوں پر ہو۔ یعنی کتابی صورت سے اتنی جلدیں اس کی ہوں کہ جو ستر اونٹوں پر رکھی جائیں۔ اور فرماتے ہیں کہ:

لقد حزت علم الاولین و اننی ظنین بعلم الآخرین كتوم
و كاشف اسرار الغيوب باسرها و عندی حديث حادث و قديم

وانی لقیوم علی کل قیم　　　محیط بکل العالمین علیم

(ینابیع المودہ صفحہ ٦٥)

بیشک میں نے علم اولین کو گھیر لیا اور میں علم آخرین کو پوشیدہ رکھنے والا ہوں میں کل اسرار غیبی کا کھولنے والا ہوں میرے پاس نئی اور پرانی باتیں دونوں ہیں میں ہر چیز قائم رکھنے والی کا قیوم ہوں اور اپنے علیم ہونے کی حیثیت سے کل عالم کا احاطہ کرنے والا ہوں۔

مناقب میں ہے کہ لوگوں نے حضرت علیؑ سے پوچھا کہ حضرت عیسیٰؑ مردہ کو زندہ کرتے اور حضرت سلیمانؑ چڑیوں کی بولیاں سمجھتے تھے کیا آپ میں بھی یہ قدرت ہے؟ حضرت علیؑ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت سلیمانؑ ہدہد پر ناخوش ہوئے تھے اس کو جب حاضر ہونے میں دیر ہوئی تھی وہ پانی تلاش کرتا اور لوگوں کو بتاتا تھا حضرت سلیمانؑ اس امر کو نہیں جانتے تھے کہ ہوا کے نیچے پانی ہے یا نہیں باوجودیکہ ہوا اور چیونٹی اور جن وانس اور شیاطین اور دیوان کے مطیع تھے۔ اللہ تعالیٰ کلام مجید میں فرمایا ہے:

"ولو ان القرآن سیرت به الجبال او قطعت به الارض او کلم به الموتی" (پارہ ۱۳ رعد)

اور اگرچہ کوئی قرآن ہوتا کہ چلائے جاتے اس کے ساتھ پہاڑ یا کاٹی جاتی اس کے ساتھ زمین یا بلوائے جاتے اس کے ساتھ مردے۔

"وما من غائبة فی السماء و الارض الا فی کتاب مبین" (پارہ ۲۰ نمل)

اور کوئی چیز آسمان و زمین میں پوشیدہ نہیں ہے مگر کتاب مبین میں ہے۔

"ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا" (پارہ ۲۲ فاطر)

پھر ہم نے وارث کیا کتاب کا ان لوگوں کو جن کو ہم نے اپنے بندوں سے برگزیدہ کیا۔

حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ ہم اس قرآن کے وارث ہیں جس سے پہاڑ چلائے گئے اور شہر کاٹے گئے اور مردے زندہ کئے گئے اسی سے ہم پانی کو پہچانتے ہیں اور ہم اس کتاب کے وارث ہوئے ہیں جس میں ہر چیز کا بیان ہے (ینابیع المودۃ صفحہ ۷۱)

یحییٰ بن ام الطویل کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؑ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قرآن اور

اس کی تفسیر کے متعلق جو کچھ پوچھنا ہو مجھ سے پوچھو۔ نزول آیت کے وقت اگر میں موجود نہ ہوتا تو آنحضرتؐ اس کو اپنے حافظہ میں رکھتے اور جب میں آتا تو مجھ کو پڑھاتے اور فرماتے کہ اے علیؑ تمہاری غیر موجودگی میں یہ آیتیں نازل ہوئی ان کی تاویل یہ ہے (ینابیع المودۃ صفحہ۷۳)

غرضکہ حضرت علیؑ کا شمار مفسرین کے اعلیٰ طبقہ میں ہے اور صحابہ میں سوائے حضرت ابن عباس کے جو خود اس خیاباں کے خوشہ چیں تھے اس فن میں آپ کا کوئی ثانی نظر نہیں آتا۔ تفاسیر میں (مثلاً ابن جریر طبری و ابن ابی حاتم و ابن کثیر و در منثور جلال الدین سیوطی وغیرہ) آیات کی شرح و تفسیر کے متعلق حضرت علیؑ کی روایات و ارشادات اس کثرت سے منقول ہیں کہ اگر ان کا استقصا کیا جائے تو ایک مستقل کتاب تیار ہو جائے گی۔ مرویات و ارشادات متعلق بہ تفسیر ناظرین جلد پنجم کتاب السیر ۃ العلویہ بذکر الماآثر المرتضویہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

علم بالقرآت

اس امر میں تمام ارباب سیر متفق ہیں کہ حضرت علیؑ نے آنحضرتؐ کے عہد مبارک میں تمام کلام مجید حفظ کر کے آنحضرت کو سنا دیا تھا۔ تمام آئمہ قرائت مثل ابو عمر بن العلاء و عاصم ابن ابی النجو د وغیرہ ابو عبد الرحمٰن قاری سلمی کے شاگرد ہیں اور انہی سے سند لیتے ہیں اور یہ حضرت علیؑ کے شاگرد ہیں۔ تابعین کی ایک جماعت نے قرآن کو حضرت علیؑ سے روایت کیا ہے۔

کمال الدین محمد ابن طلحہ شافعی مطالب السئول صفحہ ۹۸ میں لکھتے ہیں کہ علم قرائت میں مشہور امام الکوفیین عاصم ابن ابی نہجود تھے جن سے عالم میں قرائت بہت پھیلی اور قراء مشہور ابو بکر و حفص کے ذریعہ سے ان کی روایت اخذ کی گئی وہ اس امر میں ابو عبد الرحمٰن سلمی کے شاگرد تھے اور عبد الرحمٰن حضرت علیؑ کے شاگرد تھے۔ انہوں نے آپ سے نقل بھی کیا اور اخذ بھی کیا اور آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کیا اور استفادہ حاصل کیا اس وجہ سے عاصم حضرت علیؑ کے شاگرد کے شاگرد ہوئے۔

استیعاب جلد۲ صفحہ ۴۷۵ میں ہے کہ شیخ القراء ابو عبد الرحمٰن سلمیٰ کا قول ہے کہ میں نے حضرت علیؑ سے زیادہ کوئی قاری نہیں دیکھا میں نے ایک مرتبہ ان کی اقتداء میں نماز پڑھی ان کو ایک

جگہ متشابہ پڑ گیا تو وہ برزخ پڑھ گئے یعنی ایک حرف چھوڑ گئے جب قرآن شریف پڑھتے پڑھتے دور نکل گئے تو وہاں سے پھر اس متشابہ کے مقام پر لوٹے اور اس کو پڑھا اور پھر اپنے مقام پر لوٹ گئے اور سلسلہ قرائت نہ ٹوٹا (۱)۔

علم بالحدیث

حضرت امیر المومنین علیؑ کرم اللہ وجہہ نے تقریباً تیس سال آغوش نبوی میں تعلیم پائی اور بیشتر حصہ عمر رفاقت نبوی میں بسر کیا یہ تو ظاہری ہوتا ہے کہ احکام و فرائض و ارشادات نبوی کا ان سے زیادہ کوئی واقف کار نہیں ہو سکتا تھا۔ وفات نبوی کے بعد اکابر صحابہ میں سے سب سے زائد عمر انہیں نے پائی۔ آنحضرتؐ کے بعد تقریباً تیس سال تک مسند ارشاد و ہدایت پر جلوہ گر رہے۔ یعنی خلفائے سابقین کے عہد میں بھی یہ خدمت آپ کے سپرد رہی اور ان کے بعد جب خود مسند خلافت پر مامور ہوئے تب بھی یہ فیض جاری رہا۔

اس لئے تمام خلفا میں احادیث کی روایت کا زمانہ آپ کو سب سے زیادہ ملا اور اسی لئے خلفائے سابقین کے مقابلے میں آپ کی روایتوں کی تعداد زیادہ ہے تاہم اس بناء پر کہ احادیث کی روایت میں آپ بھی دیگر خلفا اور اکابر صحابہ کی طرح محتاط اور متشدد تھے عالم کثیر الروایہ صحابہ کے مقابلہ میں آپ کی روایتیں ضرور بہت کم ہیں جس کے وجوہ حسب ذیل ہیں تقلیل روایت کا سب سے بڑا سبب اس زمانہ میں لوگوں کا حضرت علیؑ سے بغض تھا۔ چنانچہ علامہ ابن عبد البر نمری قرطبی استیعاب جلد ۲ صفحہ ۷۵۴ میں ثوری سے اور وہ ابو القیس ازدی سے ناقل ہیں کہ میں نے لوگوں کو تین گروہ پر منقسم پایا (اول) اہل دین جو حضرت علیؑ کے دوست تھے (دوسرے) محب دنیا جو معاویہ بن ابی سفیان کو دوست رکھتے تھے (تیسرے) خوارج۔

کتب تواریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ کے عہد خلافت میں مسلمانوں کی

۱۔ اس طرح لوٹ کر پڑھنے کو برزخ کہتے ہیں۔ برزخ سے مراد علم قرائت میں یہ ہے کہ پڑھتے پڑھتے اگر متشابہ لگنے یا کچھ چھوٹ جانے کا خیال آ جائے تو اسی جگہ کو دہرا کر جہاں اس کو حرف ساقط ہو جانے کا متشابہ لگا ہے۔ پھر اس جگہ رجوع کر لے جہاں کہ پڑھ رہا ہو اگرچہ درمیان میں کلام مجید کا بہت بڑا حصہ ہی کیوں نہ آ جائے۔ برزخ شک اور یقین کے درمیان کو کہتے ہیں کیونکہ دراصل برزخ دو شئی کے درمیان کے معنوں میں آتا ہے۔ ۱۲

جماعت چار گروہ پر منقسم ہوگئی تھی۔ پہلا گروہ بنی امیہ کا تھا جو ابتداء خلافت سے حضرت علیؑ کا مخالف تھا اس کی بڑی جماعت شام میں تھی یہ گروہ بوجہ خصومت حضرت علیؑ سے بالکل روایت نہیں کرتا تھا اور اسی گروہ کی بدولت حضرت علیؑ پر لعن وطعن سب وشتم بر سر محراب ومنبر ہوتا رہا۔ سوئے اتفاق سے اسی گروہ کو حضرت علیؑ کے بعد حکومت ملی یہ خوب کھل کھیلا۔ ان میں سر گروہ معاویہ، عمرو ابن العاص، ابوالاعور، مروان، حریز، ابن عثمان، ابراہیم جوز جانی وغیرہ تھے۔ بنی امیہ نے تو اپنے بغض و عناد کو اس درجہ ظاہر کیا کہ جو حضرت علیؑ کی تعریف کرتا اس کو زدوکوب کرتے۔ امام نسائی محدث کی اسی میں جان گئی اس گروہ کا نام نواصب ہوا۔

دوسرا گروہ وہ تھا جو حضرت علیؑ کے خلاف تو نہیں تھا لیکن بظاہر طرفدار بھی نہیں تھا۔ بنی امیہ کے رعب کی وجہ سے حضرت علیؑ کا نام زبان پر نہ لاسکتا تھا چہ جائیکہ ان سے روایت حدیث علی الاعلان کرتا۔ صحیح مسلم کتاب الامارة والجماعۃ جلد۲ صفحہ ۱۲۶ و مسند احمد ابن حنبل جلد۲ صفحہ ۱۹۸ میں تو یہاں تک موجود ہے کہ معاویہ اور ان کے بیٹے یزید عبداللہ ابن عمرو ابن العاص کو بوجہ ذکر فضائل حضرت علیؑ بیان حدیث سے ممانعت کرتے تھے۔

تیسرا گروہ وہ تھا جو حضرت علیؑ کے متبعین کا تھا لیکن جنگ صفین کے بعد اس گروہ کے دو فریق ہوگئے تھے ایک فریق آپ کا دشمن ہوگیا جو خوارج کے نام سے مشہور ہوا یہ گروہ بہ نسبت پہلے گروہ کے زیادہ خصومت رکھنے لگا اور جنگ نہروان کے بعد خون کا پیاسا ہوگیا اسی گروہ کے ہاتھ سے حضرت علیؑ شہید بھی ہوگئے۔ یہ لوگ بوجہ شدت خصومت حضرت علیؑ سے روایت حدیث نہیں کرتے تھے روایت کرنا تو درکنار حضرت علیؑ کے متعلق نعوذ باللہ کفر تک کے قائل تھے۔

چوتھا گروہ وہ تھا جو جان ودل سے حضرت علی کی محبت پر ثابت قدم تھا اول تو اس کی تعداد کم تھی دوسرے بخوف بنی امیہ یہ لوگ مخفی طور سے حضرت علیؑ کی روایت کو بیان کرتے تھے۔ ظاہری طور پر نام زبان پر نہیں لاتے تھے۔

لقائے حسن بصری با جناب امیر

شیخ جمال الدین مزی تہذیب الکمال میں لکھتے ہیں کہ محمد ابن موسی الجرشی نے بیان کیا کہ ہم

سے ثمامہ بن عبیدہ نے کہا۔۔۔کہ ہم نے عطیہ ابن محارب سے نقل کیا کہ یونس ابن عبید کہتے تھے کہ میں نے حسن بصری سے کہا کہ اے ابو سعید تم ہمیشہ یہی کہتے ہو کہ آنحضرتؐ فرماتے تھے حالانکہ تم نے آنحضرت کو نہیں دیکھا ہے۔ حسن بصری نے کہا تو نے اس وقت مجھ سے ایسی بات پوچھی جواب تک کسی نے نہیں پوچھی اگر تیری قدر و منزلت میرے نزدیک نہ ہوتی تو میں ہرگز تجھ سے نہ بیان کرتا تو دیکھتا ہے کہ میں کس زمانہ میں ہوں (یہ حجاج کی امارت کا زمانہ تھا) تو نے جو مجھ سے قال رسول اللہ سنا ہے اس سے میرا مقصد یہ ہے کہ میں نے اس حدیث کو حضرت علیؑ سے سنا ہے چونکہ میں ایسے وقت میں ہوں کہ حضرت علیؑ کرم اللہ وجہ کا ذکر نہیں کر سکتا اس لئے قال رسول اللہ کہتا ہوں (قول المستحسن فی شرح فخر الحسن صفحہ ۹۶ و روائح المصطفیٰ صفحہ ۸)۔

علامہ جلال الدین سیوطی اپنے رسالۂ اثبات سماع الحسن البصری عن علی میں لکھتے ہیں کہ ایک جماعت نے حضرت علیؑ سے حسن بصری کی سماعت حدیث کی نسبت انکار کیا ہے اور بعض متاخرین نے اسی کے ساتھ تمسک کر کے طریق خرقہ پوشی میں خدشہ نکالا ہے۔ اور ایک جماعت نے اس کو ثابت کیا ہے اور میرے نزدیک بھی یہی راجح ہے۔ حافظ ضیاء الدین مقدسی نے مختارات میں اسی کا رجحان بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ حسن ابن ابی الحسن بصری نے حضرت علیؑ سے حدیث سنی ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ نہیں سنی ہے حافظ ابن حجر نے مختارات کے حاشیہ میں سماع کا اتباع کیا ہے۔

سماع بچند وجوہ ثابت ہوتا ہے پہلی وجہ یہ ہے کہ علماء فن اصول نے جس جگہ ترجیح کے وجوہ ذکر کئے ہیں وہاں لکھا ہے کہ مثبت کو نافی کی بات پر تقدم ہوتا ہے کیونکہ مثبت کا علم بہ نسبت نافی کے زیادہ ہوتا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس امر پر سب کا اتفاق ہے کہ حضرت عمرؓ کی وفات سے دو برس قبل حضرت حسن بصری پیدا ہوئے ان کی والدہ خیرہ حضرت ام المومنین ام سلمہ کی خادمہ تھیں۔ حضرت ام سلمہ حسن بصری کو صحابہ کی خدمت میں بھیجا کرتی تھیں تا کہ وہ ان کے حق میں برکت کی دعا کریں۔ حضرت ام سلمہ نے حسن بصری کو حضرت عمرؓ کی خدمت میں بھی بھیجا تھا۔ چنانچہ حضرت عمر نے ان کے حق میں دعا فرمائی تھی کہ اے خدا اس کو دین سکھا اور لوگوں میں محبوب کر۔ حافظ جمال الدین مزی نے اس حدیث کو تہذیب الکمال میں روایت کیا ہے اور عسکری نے بھی کتاب المواعظ میں اس کی سند بیان کی ہے۔ حافظ مزی لکھتے ہیں کہ جس دن حضرت عثمانؓ کے گھر کا

محاصرہ کیا گیا تو حسن بصری مدینہ طیبہ میں جوجود تھے اس وقت ان کی عمر چودہ سال کی تھی۔ حسن بصری ان لوگوں میں سے تھے جو سات برس کی عمر میں صاحب تمیز اور بالغ ہو گئے تھے اور نماز کا حکم ان پر جاری ہو گیا تھا وہ جماعت میں حاضر ہوا کرتے اور حضرت عثمانؓ کی اقتدا میں نماز ادا کرتے تھے حضرت عثمان کی شہادت تک حضرت علیؓ مدینہ سے باہر نہیں گئے۔ ان کی شہادت کے بعد کوفہ تشریف لے گئے پس یہ کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ حسن بصری نے حضرت علیؓ سے حدیث نہیں سنی حالانکہ روزانہ وہ حضرت علیؓ کے ساتھ مسجد میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ خود حضرت علیؓ امہات المومنین کے یہاں جایا کرتے تھے اور حسن بصری اپنی والدہ کے ساتھ حضرت ام سلمہ کے بیت الشرف میں رہا کرتے تھے۔ سیر وحدیث کی کتابوں سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ ازواج مطہرات میں جس قدر حضرت ام سلمہ کو حضرت علیؓ سے محبت تھی اتنی اور کسی کو نہیں تھی۔ حضرت علیؓ بھی بہ نسبت اور ازواج مطہرات کے حضرت ام سلمہ کے یہاں زائد آتے جاتے ہوں گے اور بوجہ آمد ورفت حسن بصری جس قدر حضرت علیؓ سے مانوس ہوں گے اتنا اور کسی سے ہو بھی نہیں سکتے تھے۔ عدم سماع اور ملاقات کی بحث فضول سی معلوم ہوتی ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ جو حدیثیں حضرت حسن بصری سے منقول ہیں وہ بھی ان کی سماعت پر دلالت کرتی ہیں۔ حافظ مزی نے تہذیب الکمال میں بطریق ابونعیم ان کو روایت کیا ہے اور جو حدیث کہ حسن بصری نے حضرت علیؓ سے روایت کی اسے امام احمد ابن حنبل نے اپنے مسند میں یوں لکھا ہے کہ ہم سے ہشیم نے بیان کیا کہ یوسف حسن بصری سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ فرماتے تھے کہ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے کہ تین آدمیوں سے قلم اٹھا لیا گیا ہے ا۔ لڑکے سے جب تک کہ بالغ نہ ہو ۲۔ سوتے ہوئے سے جب تک کہ بیدار نہ ہو ۳۔ دیوانے سے جب تک کہ اس کا جنون جاتا نہ رہے۔ اس حدیث کی روایت ترمذی نے کی۔ نسائی نے اس حدیث کو حسن لکھا۔ حاکم نے مستدرک میں اور ضیا نے مختارات میں اس کی تصحیح کی۔ حافظ زین الدین شرح ترمذی میں اس حدیث کے تحت میں لکھتے ہیں کہ ابوزرعہ کہتے ہیں کہ جس روز حضرت علیؓ سے بیعت کی گئی تھی اس روز حسن بصری کی عمر چودہ سال کی تھی انھوں نے حضرت علی کو مدینہ منورہ میں دیکھا تھا۔ پھر حضرت علی بصرہ و کوفہ تشریف لے گئے اس وقت سے حسن بصری نے پھر حضرت علی سے ملاقات نہیں کی۔ خود حسن

بصری کہتے ہیں کہ میں نے حضرت زبیرؓ کو حضرت علی سے بیعت کرتے دیکھا۔ ممکن ہے کہ نافی کے قول سے یہ مراد ہو کہ حسن بصری نے حضرت علی کو مدینہ منورہ سے تشریف لے جانے کے بعد سے نہ دیکھا ہو۔ اس بیان سے تو یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حسن بصری حجاج کے خوف سے حضرت علی کے مرویات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مرفوع کر کے بیان کرتے تھے۔ اور حضرت علی کا نام نہیں لیتے تھے۔ لہٰذا اس سے یہ خیال کر لینا چاہئے کہ دوسرے راویوں کو بھی اس قسم کا خوف تھا۔ جس کی وجہ سے وہ علی الاعلان حضرت علی کے مرویات نہیں بیان کر سکتے تھے۔ ذیل میں ہم چند شواہد استناد میں پیش کرتے ہیں۔

مولانا سید صدر الدین (۱) احمد روائح المصطفیٰ صفحہ ۸ میں لکھتے ہیں کہ امام مالک نے زمان بنی امیہ میں حضرت امام جعفر صادق سے کوئی حدیث روایت نہیں کی یہاں تک کہ بنی العباس کا زمانہ آیا اس زمانہ میں البتہ ان سے روایت کی اس میں اوروں کو شریک کر لیا۔ ملاحظہ ہو میزان الاعتدال ذہبی اوزاعی اور زہری صرف ایک ایک حدیث مناقب اہلبیتؑ میں روایت کرتے ہیں اس لئے کہ وہ بھی بنی امیہ سے مخوف تھے۔ ملاحظہ ہو اسد الغابہ۔ غور کرنا چاہئے کہ امام شافعی و امام احمد ابن حنبل کو اہلبیتؑ سے کس قدر عقیدت تھی یہ دونوں حضرات ائمہ کے زمانہ میں ایک ہی شہر میں رہتے تھے مگر جتنی تاریخیں کہ اس وقت پیش نظر ہیں ان سے نہیں معلوم ہوتا ہے کہ ان سے ملاقات بھی ہوئی یا نہیں ان لوگوں نے جب دیکھا کہ امام ابوحنیفہ بسبب محبت و اعتقاد ہلاک ہوئے اور امام مالک بھی متاذی ہوئے یہ لوگ بھی بوجہ خوف غالباً ملاقات کو نہیں گئے اور اگر مخفی گئے بھی ہوں گے تو اظہار نہ فرمایا ہوگا۔ گویا علماء سلطنت کی طرف سے صراحتاً ہو یا کنایتاً ائمہ اہلبیتؑ کی ملاقات و آمد و رفت سے روکے گئے تھے۔ امام ابوحنیفہ و امام مالک نے نفس زکیہ سے بیعت کی تھی اور بھی بہت سے اکابر نے بیعت کی تھی۔ منصور عباسی نے سب کو متاذی کیا امام ابوحنیفہ سے جب پوچھا گیا کہ تم نے کس سے علم حاصل کیا انھوں نے کہا کہ حضرت علی اور ان کے اصحاب سے یہی امر باعث غضب منصور عباسی

۱۔ مولوی صدر الدین احمد نے اپنا مفصل حال روائح المصطفیٰ کے خاتمہ میں دیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حسنی و حسینی سید حضرت مولانا بحر العلوم فرنگی محلی کے تین واسطے سے شاگرد تھے۔ تحدیثاً للنعمۃ انھوں نے اپنا سلسلہ تلمذ بھی لکھا ہے۔ ۱۲۵۹ھ میں یہ پیدا ہوئے اور سنہ ۱۳۰۲ھ میں انھوں نے یہ کتاب تالیف کی۔ ۱۲ مؤلف۔

ہوا اس لئے مقتدایان اہلسنت میں سے جس شخص نے ان سے مخفی طور پر اخذ علم کیا وہ بوجہ خوف اس کو ظاہر نہ کر سکا جیسے کہ حضرت حسن بصری کے مراسیل ہیں اور میرے خیال میں یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان لوگوں نے جو بات ان سے سنی وہی اور دیگر ثقات سے بھی سنی ہوگی۔ روایت کرتے وقت اہلبیت کا نام ترک کر دیا ہوگا ورنہ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے صرف آٹھ ہی حدیثیں اپنے جد سے روایت کی ہیں اور دیگر صحابہ سے اس سے بہت زائد مروی ہیں باوجودیکہ آپ نے اتنی عمر پائی ان سے اس قدر قلیل روایت ہونے کی بجز مذکورہ بالا وجوہ کے اور کوئی وجہ موجہ سمجھ میں نہیں آتی ہے۔

مکثرین اصحاب سے حضرت علی کے مرویات میں کمی کے اسباب قوت حافظہ کی قلت یا عدم توجہ دربارۂ حفظ احادیث نہ تھی۔ حسب معجزۂ دعائے نبوی آپ اپنے زمانہ میں قوت حافظہ میں فرد تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وقت نزول آیہ کریمہ "و تعیھا اذن واعیہ" (۱) فرمایا تھا "سالت اللہ ان یجعلھا اذنک یا علی" (۲) حافظہ بہت قوی تھا کسی بات کو کبھی بھولتے نہیں تھے اس کے علاوہ آپ لوگوں کو اس کی ہدایت بھی کرتے رہتے تھے کہ دین کی وہی باتیں بیان کرو جس کو کہ عوام سمجھ سکیں کیا تم اس امر کو دوست رکھتے ہو کہ خدا اور اس کے رسول کی باتیں جھٹلائی جائیں۔ بفحوائے حدیث "کلموا الناس علی قدر عقولھم" حضرت علی اسرار و معارف بہت کم بیان فرماتے۔ تقلیل روایت کی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے ورنہ حضرت ابوہریرہ و دیگر صحابہ سے کہیں زیادہ حضرت علی آنحضرت ؐ کی خدمت میں حاضر رہے اور بہت کچھ سنا تعلیم و تربیت حاصل کی ایسا کہ حامل مرتبۂ ولایت و باب مدینۂ علم ہوئے۔

تقلیل و تکثیر روایت کا بیان

تکثیر و تقلیل روایت باعث فضل نہیں ہوا کرتی جن لوگوں نے یہ لکھا ہے کہ حضرت علی کی روایات خلفائے ثلاثہ سے بھی کم ہیں وہ اقوال انکی نافہمی و جہالت و حق پوشی کے سوا اور کچھ وقعت نہیں رکھتے۔

۱؎ ترجمہ: اور یاد رکھے اسے کان سننے والا ۔۱۲

۲؎ ترجمہ: اے علی! میں نے اللہ سے دعا کی ہے کہ تمہارے کان ایسے ہو جائیں ۔۱۲

ذیل میں ہم حضرات خلفائے اربعہ کے مرویات کی تعداد کتب حدیث واسماء الرجال سے لکھتے ہیں جس سے ناظرین خود حقیقت کا اندازہ کر سکیں گے۔

مرویات حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک سو بیالیس (۱۴۲)

مرویات حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پانچ سو انچاس (۵۴۹)

مرویات حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک سو چھیالیس (۱۴۶)

مرویات حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ پانچ سو چھیاسی (۵۸۶)

ان پانچ سو چھیاسی (۵۸۶) حدیثوں میں سے بیس حدیثیں متفق علیہ بخاری و مسلم میں ہیں اور نو حدیثیں صرف بخاری میں ہیں اور پندرہ یا دس صرف مسلم میں ہیں۔ غرضکہ صحیحین میں چوالیس ۴۴ یا اتالیس حدیثیں حضرت علی کی مرویہ ہیں اس کے علاوہ اگر مرفوعات بھی مرویات سے ملائے جائیں تو ایک ہزار سے زیادہ تعداد ہو جائے۔ احادیث کو تحریری صورت میں لانے کا شرف جن چند صحابہ کو حاصل ہوا اس میں حضرت علی کی ذات مستجمع الصفات بھی ہے۔ فہم قرآن مجید کے سلسلے میں جو روایت اوپر گذری ہے اس میں حدیثوں کا بھی ذکر ہے جس میں وہی حدیثیں ہیں جن کو حضرت علی نے آنحضرتؐ سے سن کر ایک طویل کاغذ پر لکھ لیا تھا یہ تحریر لپٹی ہوئی آپ کی تلوار کی نیام میں لٹکتی رہتی تھی اسی کا نام حضرت علی نے صحیفہ رکھا تھا۔ اس صحیفہ کا ذکر حدیث کی کتابوں میں آیا کرتا ہے۔ ملاحظہ ہو صحیح بخاری کتاب العلم باب کتابت العلم و کتاب الاعتصام و مسند امام احمد ابن حنبل جلد اول احادیث حضرت علی ابن ابی طالب صحیفہ میں فقہی احکام سے متعلق چند حدیثیں تھیں۔

علامہ ابن حجر صواعق محرقہ حدیث ۱۱ صفحہ ۷۵ اور علامہ حسام الدین علی متقی کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۶ میں لکھتے ہیں کہ حضرت علی سے جب لوگوں نے پوچھا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ بہ نسبت دیگر صحابہ کے حدیث زائد روایت کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ جب میں آنحضرت سے پوچھتا تو مجھ سے بیان کرتے اور جب میں چپ رہتا تو آنحضرتؐ خود ابتدا کلام فرماتے۔ طبقات ابن سعد سے معلوم ہوتا ہے کہ جس قدر احادیث آپ سے روایت ہوئیں اتنی کسی اور سے روایت نہیں ہوئیں۔ آپ نے علاوہ آنحضرتؐ سے براہ راست حدیثوں کے نقل فرمانے کے اپنے رفقا و ہم عصروں سے بھی حدیثیں روایت کی ہیں چنانچہ اپنی اہلیہ مقدسہ جگر گوشۂ رسول حضرت سیدہ فاطمہ زہرا

وحضرت ابوبکر صدیق وحضرت عمر فاروق وحضرت مقداد ابن الاسود سے بھی احادیث روایت فرمائی ہیں۔

آپ سے جن لوگوں نے احادیث روایت کئے ان میں اپ کی عترت مطہرہ واولاد امجاد سے حسب ذیل حضرات ہیں:

حضرت امام حسنؓ۔ حضرت امام حسینؓ، حضرت محمد بن الحنفیہ، حضرت عمر بن علی، حضرت فاطمہ بنت علی، محمد بن عمر بن علی، علی ابن حسین ابن علی، عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب، جعدہ ابن ہبیرہ مخزومی پسر ام ہانی بنت ابی طالب۔

عام اصحاب میں سے جن حضرات نے آپ سے روایت کی ان کے اور تابعین کے اسماء تہذیب التہذیب جلد ۷ صفحہ ۳۳۴ و نزول الابرار وغیرہ سے حسب ذیل ماخوذ ہیں۔

اسمائے صحابہ کرام

عبداللہ ابن مسعود، براء بن عازب، ابوہریرہ، ابوسعید خدری، بشر بن سحیم غفاری، زید بن ارقم، سفینہ مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صہیب رومی، عبداللہ ابن عباس، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر، جابر ابن عبداللہ، جابر بن سمرہ، جریر بن عبداللہ بجلی، عمر ابن حریث، نزال بن سبرہ، ہلال، ابو جحیفہ، ابوامامہ باہلی، ابولیلیٰ انصاری، ابوموسیٰ اشعری، مسعود ابن حکم، ابوالطفیل عامر ابن واثلہ، حذیفہ بن اسید، طارق ابن اشیم، عبدالرحمٰن بن اشیم، عمارۃ بن رومیہ، طارق بن شہاب، عبدالرحمٰن بن ابزی، زہیر ابن ارقم، عبداللہ ابن ثعلبہ، ابورافع، ابوسریحہ، عبیداللہ بن ابی رافع، ام موسیٰ وغیرہ

اسامی تابعین عظام

زر بن حبیش، زید بن وہب، ابوالاسود ظالم بن عمر دئلی، حارث بن سوید تیمی، حارث بن عبداللہ الاعور، حرملہ مولی اسامہ بن زید، ابوساسان، حصین بن منذر، حجبہ بن عبداللہ کندی، ربعی بن حراش شریح بن ہانی، قیس بن حازم، مالک بن اوس، احنف بن قیس، عبید بن قیس، عبید بن عمیر، سعید بن المسیب، عبدالرحمٰن بن ابی لیلی، عبداللہ بن شداد بن الہاد، مطرف بن عبداللہ، کمیل بن زیاد نخعی، قاضی شریح بن حارث، عبیدہ سلمانی، مسروق، شعبی، حسن بصری، ابووائل، شقیق بن سلمہ اسدی،

ابوعبدالرحمٰن سلمی قاری، ابوعمر شیبانی، ابورجاء عطاری، شیث بن ربعی، سوید بن غفلہ، عاصم بن ضمرہ، عامر بن شراحیل، عبداللہ بن سلمہ، عبداللہ شقیق، عبداللہ بن معقل بن مقرن، عبدخیر ہمدانی، علقمہ بن قیس نخعی، عمر بن سعید نخعی، قیس بن عباد بصری، مروان بن حکم اموی، نافع بن جبیر بن مطعم، ہانی بن ہانی، یزید بن شریک تیمی، ابوبردہ بن ابی موسی اشعری، ابوحیہ وداعی، ابوالخلیل حضرمی، ابوالصالح حضرمی، ابوصالح حنفی، ابوعبید مولیٰ ابن ازہر، ابوالہیاج اسدی۔

شاہ ولی اللہ محدث نے ازالۃ الخفاء صفحہ ۲۷۵ میں حضرت علی کی تمام احادیث پر ایک اجمالی نظر ڈال کر یہ لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ اقدس، نماز ومناجات، دعاونوافل کے متعلق سب سے زیادہ روایتیں حضرت علی ہی سے مروی ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ہر وقت رفاقت نبوی میں رہتے تھے اوران کو عبادتوں سے خاص شغف تھا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مرویات بہ ترتیب ابواب فقہی بصورت مسند علی اس کتاب السیرۃ العلویۃ بذکر الماٰثر المرتضویہ کی جلد رابع ہے۔ انشاء اللہ تعالی جلد بتوفیق الٰہی وامداد حضرت رسالت پناہی وتوجہ مرتضوی نظر افروز ناظرین ہوگی۔

علم بہ فقہ واجتہاد

حضرت علی مرتضی کو فقہ واجتہاد میں بھی کامل قدرت حاصل تھی۔ اگر علم واطلاع کی وسعت کے لحاظ سے دیکھا جائے تو ان کی متحضرانہ قوت سب سے اعلی ماننا پڑیگی۔ ائمہ اربعہ یعنی امام ابی حنیفہ وامام مالک وامام شافعی وامام احمد بن حنبل۔ جن پر فقہ کا دارومدار سمجھا جاتا ہے۔ ان میں سے دو اصل الاصول اور مستند مانے جاتے ہیں۔ اول امام ابی حنیفہ، دوم امام مالک اور یہ دونوں سلسلے حضرت علی پر منتہی ہوتے ہیں۔

امام ابی حنیفہ نے علم فقہ حضرت امام محمد باقر اور حضرت امام جعفر صادق علیہما السلام سے حاصل کیا علامہ ذہبی طبقات میں لکھتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر سے ان کے بیٹے حضرت امام جعفر صادق واوزاعی وابوحنیفہ نے روایت کی۔ خود امام ابوحنیفہ کا قول ہے کہ اگر میں دوسال امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں نہ رہتا تو ہلاک ہوجاتا۔

امام مالک ابن انس ربیعہ رائی کے شاگرد تھے اور وہ فقہ وحدیث میں عکرمہ مولی ابن عباس کے اور عکرمہ حضرت عبداللہ ابن عباس کے اور حضرت عبداللہ بن عباس حضرت علی کے شاگرد تھے۔

امام شافعی کے فقہ میں دو سلسلے ہیں ایک سلسلے سے تو وہ امام ابوحنیفہ کے شاگردوں میں شمار ہوتے ہیں اسلئے کہ وہ امام محمد بن حسن شیبانی کے شاگرد تھے اور وہ امام ابی حنیفہ کے یہ سلسلہ امامین سے ہوتا ہوا حضرت علی پر ختم ہوتا ہے۔ دوسرا سلسلہ امام شافعی کا امام مالک بن انس پر منتہی ہوتا ہے جس کا ذکر اوپر آچکا۔

امام احمد بن حنبل، یہ بھی امام شافعی کے شاگرد تھے (روضۃ الندیہ شرح تحفۃ العلویہ صفحہ ۹۱)۔

غور کرنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ سلسلہ دو حضرات پر منتہی ہوتا ہے۔ حضرت علی وعبداللہ بن مسعود ان دونوں حضرات میں حضرت علی کو حضرت عبداللہ بن مسعود پر فضیلت حاصل ہے خود حضرت ابن مسعود کہا کرتے تھے کہ ہم صحابہ کا یہ قول تھا کہ تمام مدینہ والوں میں صحیح فیصلہ کرنے والے علی ہیں (ارجح المطالب صفحہ ۱۱۸)۔

بڑے بڑے صحابہ یہاں تک کہ حضرت عمر فاروقؓ وحضرت عائشہ کو بھی اس سلسلہ میں حضرت علی کا ممنون ہونا پڑا۔ فقہ واجتہاد کیلئے کتاب وسنت کے علم کے ساتھ سرعت فہم، دقیقہ سنجی، انتقال ذہنی اور کثرت معلومات کی ضرورت ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یہ دولت خداداد بدرجہ اتم حاصل تھی۔ مشکل سے مشکل اور پیچیدہ سے پیچیدہ مسئلہ پیش آتا تھا۔ مگر حضرت علی اسکی تہ کو بہ آسانی پہنچ جاتے اور صحیح جواب دیتے تھے۔ اجتہادی قوت اور دقت نظر کا اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ حضرت علی کے حریف معاویہ بھی دقیق اور مشکل مسائل میں انکی طرف رجوع کرنے پر مجبور ہوتے تھے۔ فقہی مسائل میں وسعت نظر کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ جو بات آپ نہیں جانتے تھے اسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرماتے تھے۔ بعض ایسے مسئلہ جو شرم وحیا وباہمی رشتہ کی وجہ سے وہ براہ راست نہ پوچھ سکتے تھے کسی دوسرے سے کہتے تھے وہ جا کر آنحضرتؐ سے دریافت کرتا اور جو کچھ جواب ملتا اس سے حضرت علی کو مطلع کر دیتا تھا۔ متعدد مسائل میں آپکی رائے حضرات صحابہ کے خلاف تھی۔ حضرت عثمان سے بعض بعض مسائل میں اختلاف تھا۔ مثلاً حضرت عثمان حج تمتع کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ کہتے تھے کہ یہ صرف لڑائی اور بے امنی کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ و

سلم کے عہد میں جائز تھا۔ اب وہ حالت نہیں ہے۔ حضرت علی و دیگر صحابہ ہر حال میں جائز سمجھتے تھے۔ اسی طرح حالت احرام میں نکاح اور حالت عدت میں عورت کی وراثت کے مسائل میں بھی اختلاف تھا۔

حضرت علی کا گرچہ بیشتر حصہ عمر مدینہ میں گذرا لیکن آپ کا زمانہ خلافت کوفہ میں گذرا اور احکام ومقدمات کے فیصلوں کا موقع زیادہ تر وہیں پیش آیا اسلئے مسائل واجتہادات کی اشاعت زیادہ تر عراق میں ہوئی۔ اسی بنا پر فقہ حنفی کی بنیاد حضرت عبداللہ بن مسعود کے بعد حضرت علی ہی کے ارشادات اور فیصلوں پر ہے۔

حضرت علی کے زیادہ تر تفقہ کا باعث یہ بھی تھا کہ آنحضرتؐ کی حیات ہی میں آپ سے عہدۂ قضا متعلق ہوگیا تھا۔ آنحضرتؐ کی جوہر شناس نظر نے حضرت علی کی اس خداداد قابلیت کا اندازہ پہلے ہی کرلیا تھا۔ چنانچہ جب اہل یمن اسلام لائے تو آنحضرتؐ نے وہاں پر عہدۂ قضا کے لئے حضرت علی کو منتخب فرمایا آپ نے عرض کیا یارسول اللہ وہاں نئے نئے مقدمات ہونگے مجھ کو قضا کا علم اور تجربہ نہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہاری زبان کو راہ راست پر لائے گا اور دل کو ثبات واستقلال عطا فرمائیگا۔ حضرت علی کا ارشاد ہے کہ اسکے بعد پھر مجھکو مقدمات کے فیصلہ میں تذبذب نہیں ہوا (مسند امام احمد جلد ۱ صفحہ ۸۳ و مستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۳۵ و ریاض النضرہ لمحب الطبری جلد ۲ صفحہ ۱۹۸ و کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۲۔ اس حدیث کو ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، بزاز ابو یعلی، ابن حبان، ابن سعد، ابن جریر وغیرہ نے بہ تغیر واختلاف روایت کیا۔ ملاحظہ ہوں کتب احادیث وسیر ومناقب)۔

حضرت علی کا عہدۂ قضا اور آپ کے فیصلے

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاعلی اپنے خصائص کی بناء پر مقدمات کے فیصلوں اور قضا کیلئے نہایت موزوں تھے ایسے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے حق میں لفظ "اقضی" (بڑے قاضی) فرمایا۔

(۱) "عن انس رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم انه قال

(۱) حضرت انس ابن مالک سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میری امت میں

اقضى امتى على اخرجه البغوى فى المصابيح فى الحسان" (ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۹۸)

(۲) "عن جميل ابن عبدبن يزيد المدنى قال ذكر عند النبى صلى الله عليه و سلم قضى به على فاعجب النبى صلى الله عليه وسلم فقال الحمد لله الذى جعل فينا الحكمة اهل البيت اخرج احمد فى المناقب" (ایضاً صفحہ ۲۰۰)

(۳) "وعن معاذ بن جبل قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لعلى تختصم الناس لسبع و لا يحاجك احد من قريش انت او لهم ايمانا بالله واوفاهم بعهد الله واقومهم بامر لله و اقسمهم بالسوية و ابصر هم بالقضية واعظمهم عند الله مزية"

سب سے بڑے قاضی علیؑ ابن ابیطالب ہیں اس حدیث کو بغوی نے مصابیح میں بطریق حسان روایت کیا۔

(۲) جمیل ابن عبد اللہ ابن یزید مدنی سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرتؐ کے حضور میں حضرت علیؑ کے ایک فیصلہ کا ذکر کیا گیا آنحضرتؐ سن کر متعجب ہوئے اور فرمایا کہ الحمد للہ ہمارے اہلبیت کو حکمت عطا ہوئی۔ اس حدیث کی تخریج امام احمد ابن حنبل نے کتاب المناقب میں کی۔

(۳) معاذ ابن جبل کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا تم سے سات باتوں میں لوگ مخاصمت کریں گے۔ اور قریش میں ایک بھی تم سے بازی نہ لیجائیگا۔ (۱) تم خدا پر سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں ہو۔ (۲) سب سے زیادہ اس کے عہد کو پورا کرنے والے ہو۔ (۳) سب سے زیادہ اس کے حکم پر قائم رہنے والے ہو۔ (۴) سب سے زیادہ اچھی تقسیم کرنے والے ہو۔ (۵) سب سے زیادہ رعایا کے ساتھ عدل کرنے والے ہو۔ (۶) سب سے زیادہ سمجھ کر فیصلہ کرنے والے ہو۔ (۷) اللہ کے نزدیک سب سے بڑے مرتبہ والے ہو۔

اس حدیث کو طبری نے ریاض النضرۃ میں بتخریج حاکی جلد ۲ صفحہ ۱۹۸ میں لکھا ہے اور شیخ علی متقی نے کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۶ میں بروایت معاذ بن جبل وابو سعید خدری بادنی تغیر الفاظ حلیۃ الاولیاء ابو نعیم سے لے کر لکھا ہے۔ حضرت علیؑ کے اقضی الامۃ ہونے کو صحابہ عام طور پر تسلیم کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق فرمایا کرتے تھے "اقضانا علی ابن ابی طالب" ہم میں بڑے قاضی علی ابن ابی طالب ہیں۔ (طبقات ابن سعد و ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۹۸)۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود کہتے ہیں کہ: ہم صحابہ کہا کرتے تھے کہ تمام مدینہ والوں میں سب سے زیادہ صحیح فیصلہ کرنے والے علیؑ ہیں۔ (مستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۳۵ اور ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۹۸)۔

ذیل میں ہم حضرت علیؑ کے فیصلہ جات کو تین حصوں میں درج کرتے ہیں۔

۱- فیصلہ جات زمان نبوت

۲- فیصلہ جات زمان خلفائے ثلاثہ

۳- فیصلہ جات زمان خلافت حضرت علیؑ

ان سے ناظرین خود عقل کامل، فہم راسخ، تورع تام وعلم متحیر العقول والافہام کا کافی اندازہ کر سکتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو قضا اور فیصل مقدمات کے بعض اصول بھی تعلیم فرمائے۔ ارشاد ہوا کہ: اے علیؑ! جب تم دو آدمیوں کا جھگڑا چکانے لگو تو صرف ایک آدمی کا بیان سن کر فیصلہ نہ کرو۔ اس وقت تک اپنے فیصلہ کو روکو جب تک دوسرے کا بیان نہ سن لو۔ (مسند امام احمد ابن حنبل جلد ۱ صفحہ ۸۳ و مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۱۳۵)۔

ا۔ فیصلہ جات زمان نبوت

حضرت علیؑ مرتضی جب یمن میں بہ حکم آنحضرتؐ قاضی ہو کر گئے تو وہاں آپ نے عجیب و غریب مقدمات فیصل فرمائے۔

زید ابن ارقم سے مروی ہے کہ ہم آنحضرتؐ کے حضور میں حاضر تھے کہ حضرت علیؑ کا خط یمن سے آنحضرتؐ کے پاس آیا جس میں لکھا ہوا تھا کہ تین آدمی میرے پاس ایک لڑکے کو لے کر آئے تینوں نے یہ بیان کیا کہ ہم سب نے اس لڑکے کی ماں کے ساتھ ایک ہی طہر میں جماع کیا تھا اور وہ تینوں اس لڑکے کو اپنا بیٹا بیان کرتے تھے میں نے اس کے فیصلے کیلئے قرعہ ڈالا جس کے نام قرعہ نکلا میں نے اس لڑکے کو اسی کا لڑکا قرار دیکر یہ شرط لگادی کہ اگر یہ شخص باقی دو شخصوں کی دیت کی دو تہائیاں ادا کردے تو لڑکا اسکو ملے گویا غلام کے مسئلے پر اسکو قیاس کیا۔ آنحضرتؐ یہ سن کر ہنس پڑے یہاں تک کہ دندان مبارک نظر آنے لگے پھر آپؐ نے فرمایا کہ علیؑ کے فیصلہ کے علاوہ اور کچھ اس کا فیصلہ نہیں۔ ما اجد فیھا الا ما قال علیؑ نہیں پاتا ہوں میں کچھ مگر جو کچھ علیؑ نے کہا (مستدرک للحاکم جلد۳ صفحہ ۱۳۵ و ریاض النضرۃ لمحب الطبری جلد۲ صفحہ ۲۰۰)

یمن میں ایک واقعہ پیش آیا کہ چند لوگوں نے شیر کے پھنسانے کیلئے ایک کنواں کھودا تھا شیر اس میں گر کر پھنس گیا چند لوگ باہم مذاق میں ایک دوسرے کو دھکیل رہے تھے اتفاق سے ایک کا پاؤں پھسل گیا وہ اس بدحواسی میں جب گرنے لگا تو اپنی جان بچانے کے لئے دوسرے کی کمر پکڑ لی وہ بھی سنبھل نہ سکا گرا اور گرتے گرتے اس نے تیسرے کی کمر تھام لی تیسرے نے چوتھے کو پکڑ لیا غرضکہ چاروں شخص اسی طرح گرے شیر نے چاروں کو مار ڈالا ان مقتولین کے ورثاء باہم آمادہ جنگ ہوئے حضرت علیؑ نے آکر اس ہنگامہ وفساد کو روکا اور فرمایا کہ رسول اکرمؐ کی موجودگی میں ہرگز یہ مناسب نہیں میں فیصلہ کرتا ہوں اگر وہ پسند نہ ہو تو دربار رسالت میں جا کر تم اپنا مقدمہ پیش کرسکتے ہو لوگوں نے رضامندی ظاہر کی۔ حضرت علیؑ نے یہ فیصلہ کیا کہ جن لوگوں نے یہ کنواں کھودا ان کے قبیلوں سے ان مقتولین کے خون بہا کی رقم اسطرح وصول کی جائے کہ ایک پوری، ایک تہائی، ایک چوتھائی اور ایک آدھی۔ پہلے مقتول کے ورثہ کو ایک چوتھائی خون بہا، دوسرے کو ثلث، تیسرے کو

نصف اور چوتھے کو پورا خون بہا دیا جائے۔ لوگ اس عجیب وغریب فیصلہ سے راضی نہ ہوئے حجۃ الوداع کے موقع پر دربار رسالت میں حاضر ہو کر بمقام ابراہیمؑ اس فیصلہ کا مرافعہ کیا۔ آنحضرتؐ نے سن کر اسی فیصلہ کو برقرار رکھا (مسند امام احمد جلد ا صفحہ ۷۷ و ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۹۹)

روایت میں یہ مذکور نہیں کہ یہ فیصلہ کس اصول پر کیا گیا تھا۔ صرف پہلے شخص کے متعلق یہ بیان ہے کہ اسکو چوتھائی اس لئے ملی کہ وہ فوراً اوپر سے گرا تھا میرے خیال میں یہ فیصلہ صرف اس اصول کو پیش نظر رکھ کر کیا گیا ہوگا کہ یہ حادثہ بالقصد قتل اور اتفاقی قتل کے درمیان میں ہے۔ غرضکہ قصد اور عدم قصد کی درمیانی شکل ہے اسلیے عدم قصد و اتفاق اور قصد وارادہ ان دونوں میں جس کا حصہ جس مقتول میں زیادہ ہے اتنا ہی اس کو کم وبیش دلایا گیا۔ اسکے بعد وراثت کا اصول پیش نظر رہا چونکہ یہ معاملہ چار آدمیوں کا تھا اسلیے کم سے کم رقم ایک چوتھائی مقرر کی اسکے نکل جانے کے بعد تینوں آدمی رہ گئے تو اسکو تہائیوں پر تقسیم کر کے تیسرا حصہ یعنی ایک تہائی اسکو دلایا۔ دو باقی رہے تو دو حصہ کر کے نصف تیسرے کا مقرر کیا۔ غور کرنا چاہیے کہ اصل قصور ان لوگوں کا تھا جنہوں نے آبادی کے قریب کنواں کھود کر شیر پھنسانے کی غلطی کی اسلیے کسی متعین قاتل نہ ہونے کی وجہ سے قسامت کے اصول سے خون بہا کنواں کھودنے والوں اور ان کے قبیلہ والوں پر عائد کیا۔ پہلا شخص گو اتفاق سے گرا مگر ایک دوسرے کے دھکیلنے کو بھی اس میں دخل تھا اسلیے پہلے شخص کے گرنے میں اتفاق کا زیادہ اور قصد کا بہت کم دخل تھا اسلیے وہ خون بہا کا کم مستحق ٹھہرا یعنی ایک چوتھائی پہلے نے دوسرے کو بالقصد کھینچا مگر انتہائی بدحواسی میں ذرا اس کو اپنے فعل کا نتیجہ سوچنے سمجھنے کا موقع نہ ملا اس لئے پہلے کے مقابلے میں اس میں اتفاق کا عنصر کم اور قصد کا کچھ زیادہ ہے اس لئے وہ تہائی کا مستحق ہوا۔ دوسرے کو پہلے کے نتائج دیکھ کر اپنے فعل کے نتیجہ کے سوچنے سمجھنے کا موقع زیادہ ملا اس لئے اس میں اتفاق کے مقابلہ میں قصد کا عنصر زیادہ تھا اسلیے اس کو نصف دلایا گیا۔ تیسرے نے چوتھے کو کھینچا حالانکہ وہ سب سے دور تھا اور گذشتہ نتائج کو تیسرے نے خوب غور سے دیکھ لیا تھا اس لئے وہ تمام تر قصد وارادہ سے گرایا گیا۔ نیز یہ کہ اس نے اپنے پہلے رفقا کی طرح کسی اور کے گرانے کا جرم بھی نہیں کیا اس لئے

وہ پوری دیت کا مستحق تھا واللہ اعلم (خلفائے راشدین لمولانا معین الدین صفحہ ۲۹۹)

ایک مرتبہ آنحضرتؐ ایک گروہ صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ دو شخص جھگڑتے ہوئے حاضر ہوئے۔ایک نے عرض کیا کہ یارسول اللہ میرا ایک گدھا تھا اور اس شخص کی ایک گائے تھی اس کی گائے نے میرے گدھے کو مار ڈالا۔حاضرین میں ایک شخص کہنے لگا کہ جانوروں کے فعل کا کوئی ذمہ دار نہیں ہوسکتا ہے۔آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ تم ان دونوں کا فیصلہ کرو حضرت علیؑ نے ان سے پوچھا کہ یہ دونوں جانور کھلے تھے یا بندھے یا ایک ان میں سے کھلا اور دوسرا بندھا تھا انہوں نے کہا گدھا بندھا اور گائے کھلی تھی اور اس کا مالک اس کے ساتھ تھا حضرت علیؑ نے فرمایا گائے کا مالک گدھے کے نقصان کا ذمہ دار ہے۔آنحضرتؐ نے اس فیصلہ کی تصدیق کی اور اس کا اجراء فرمایا (ینابیع المودۃ صفحہ ۷۶)۔

۲۔فیصلہ جات زمان خلفائے ثلثہؓ

زمان حضرت ابو بکر صدیقؓ

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں خالد بن ولید نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو لکھ بھیجا کہ جہاں میں ہوں یہاں ایک شخص ہے جو مثل عورتوں کے فعل شنیع کراتا ہے۔حضرت ابوبکرؓ نے اسکے سزا دینے کے بارے میں صحابہ سے پوچھا۔بعض نے رائے دی کہ قتل کردینا چاہیے بعض نے سنگسار کرنے کی رائے دی۔حضرت ابوبکرؓ نے حضرت علیؑ سے پوچھا کہ عرب کے لوگ مثلہ کرنے کو بہت برا جانتے ہیں اس بارہ میں آپ کیا کہتے ہیں۔حضرت علیؑ نے فرمایا میری رائے میں اسکو آگ میں ڈھکیلنا چاہیے۔چنانچہ تمام صحابہ نے حضرت علیؑ کی رائے سے اتفاق کیا اور وہ شخص جلا دیا گیا۔(ارجح المطالب صفحہ ۱۲۶)۔

زمان حضرت عمر فاروقؓ

حضرت عمر فاروقؓ اس معاملہ میں خصوصاً حضرت علیؑ کے اس قدر مداح اور ممنون تھے جس کی کوئی حد نہیں ان کے ارشادات "اقضانا علی،لولا علی لهلک عمر،لا ابقانی الله بعدک یا علی،نعوذ بالله من معضلة لیس فیها ابو الحسن " وغیرہ اس امر کی واضح

دلیلیں ہیں

اذنیہ عبدی ناقل ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ سے دریافت کیا کہ عمرہ میں کہاں سے کیا کیا کروں آپ نے فرمایا کہ علیؑ سے جا کر پوچھو (استیعاب جلد ۲ صفحہ ۴۷۵ و روضۃ ندیہ صفحہ ۸۳)

سعید ابن میسب کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ خدا سے پناہ مانگتے تھے اس مشکل امر سے کہ جو آپڑے اور اس میں ابوالحسن حضرت علیؑ موجود نہ ہوں (ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۹۴) یحیی بن عقیل کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ، حضرت علیؑ سے جب کوئی بات دریافت کرتے اور جواب پاکر خوش ہوتے تو فرماتے کہ اے علیؑ تمہارے بعد خداوند متعال مجھے زندہ نہ رکھے (ارجح المطالب صفحہ ۱۲۲)۔

حضرت عمرؓ سے لوگوں نے کہا اگر کعبہ شریفہ کے زیورات لیکر آپ مسلمانوں کے لشکر میں صرف کر دیں تو یہ زیادہ مناسب ہے اس لئے کہ کعبہ کو زیورات کی کچھ ضرورت نہیں۔ حضرت عمرؓ نے اس بارے میں حضرت علیؑ سے رائے پوچھی آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے آنحضرتؐ پر کلام مجید نازل فرمایا اور اس میں چار قسم کا مال قرار دیا ایک مسلمانوں کا مال جس کو ذوی الفرائض اور ورثہ پر تقسیم کیا۔ دوسرا مال فئے جس کے مستحق بتا دیے۔ تیسرا مال خمس جس کو خدا نے دینا چاہا دیا۔ چوتھا زکواۃ یہ بھی جن کا حق تھا ان کو دینے کے لئے حکم دیا۔ اس زمانہ میں بھی کعبہ میں زیور موجود تھے۔ خدا نے اس کو اسی حال پر چھوڑ دیا۔ آپ بھی انکو اسی حال پر رہنے دیجئے یہ سن کر حضرت عمرؓ فرمانے لگے اے علیؑ اگر تم نہ ہوتے تو ہماری بڑی فضیحت ہوتی (ارجح المطالب صفحہ ۱۲۲)۔

حضرت ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ ہم حضرت عمرؓ کے ساتھ حج کرنے گئے جب وہ طواف کعبہ کر کے حجر اسود کو بوسہ دینے لگے تو کہنے لگے میں جانتا ہوں تو ایک پتھر ہے نہ نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان۔ اگر ہم کو آنحضرت حکم نہ دیتے تو ہم کبھی تجھکو نہ چومتے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ یہ نفع اور نقصان دونوں پہنچا سکتا ہے حضرت عمرؓ نے اس کی دلیل پوچھی حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالی کلام مجید میں فرماتا ہے: "و اذ اخذ ربک من بنی آدم من ظھورھم ... الخ" (پارہ ۹ سورہ اعراف)۔ جب تیرے رب نے بنی آدم سے ان کی پشتوں میں عہد لیا۔

اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم کو پیدا کیا تو ان کی پشت پر ہاتھ پھیرا پھر ارواح سے اقرار لیا کہ وہ ہمارا رب ہے اور ہم اس کے بندے ہیں خدا نے ان سے عہد و میثاق لیکر ایک ورق پر لکھا اس وقت اس پتھر کی آنکھیں اور زبان تھی اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا کہ اپنے منہ کو کھول دے اس نے منہ کھول دیا اور اس ورق کو نگل گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا کہ تو قیامت کے روز اس کی گواہی دینا جو تجھے عہد پورا کرنے کے ساتھ ملے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے آنحضرتؐ سے سنا ہے کہ قیامت کے دن حجر اسود آئے گا اس کی زبان بہت تیز ہوگی اور وہ گواہی دے گا اس شخص کے متعلق جو اس کو توحید کے ساتھ چومے گا پس اے امیر المومنین یہ نفع و نقصان دونوں دے سکتا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ فرمانے لگے کہ میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں اس امر سے کہ ایسی قوم میں زندہ رہوں جس میں ابوالحسن (حضرت علیؑ) آپ موجود نہ ہوں (مستدرک جلد ۳ صفحہ ۴۵۷)۔

ابو القاسم محمود ابن عمر زمخشری مرفوعاً حضرت حسن بصری کا قول لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے پاس ایک مجنونہ زانیہ حاملہ عورت لائی گئی۔ حضرت عمرؓ نے اس کے رجم کا قصد کیا حضرت علی نے حضرت عمرؓ سے کہا: اے امیر المؤمنین! اس بارے میں کیا آپ نے آنحضرت کا قول نہیں سنا حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ آنحضرتؐ نے کیا فرمایا حضرت علیؑ نے کہا کہ آنحضرت کا ارشاد ہے

رفع القلم عن ثلاثة عن النائم حتی یستیقظ و عن المجنون حتی یبراء ویعقل وعن الطفل حتی یحتلم

تین شخصوں سے قلم اٹھا لیا گیا۔ سونے والے سے جب تک کہ وہ جاگے اور مجنون سے جب تک کہ اچھا ہو جائے یا عاقل ہو جائے اور لڑکے سے جب تک کہ بالغ ہو۔

حضرت عمرؓ نے یہ سن کر اس عورت کو چھوڑ دیا۔ یہ حدیث مختصراً مسند امام احمد ابن حنبل میں بروایت محمد بن جعفر از سعید از قتادہ از حسن بصری موجود ہے مگر حدیث کا مرفوع ہونا مذکور نہیں ہے (ینابیع المودۃ صفحہ ۷۵)۔

ابی حزم ابن ابی الاسود روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ایک عورت کے رجم کا ارادہ کیا

جس کا لڑکا نکاح سے چھ مہینے کے بعد پیدا ہوا تھا حضرت علیؑ نے فرمایا کلام مجید میں ہے "وحمله و فصاله ثلثون شهرا" بچہ کا حمل اور فصال (دودھ چھڑانے کی مدت) تیس ماہ تک ہے۔ دوسری جگہ پھر ارشاد ہوتا ہے "وفصاله فی عامین" دودھ چھڑانے کی مدت دو برس کی ہے لہذا اقل مدت حمل چھ مہینے کی ہوئی اور دودھ چھڑانے کی مدت دو برس۔ حضرت عمرؓ رجم کے ارادہ سے باز آئے اور کہنے لگے "لو لا علیٌ لهلک عمرؓ" (اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمرؓ ہلاک ہو گیا ہوتا)۔ اس حدیث کی تخریج عقیلی وابن السمان نے کتاب الموافقۃ میں کی ہے (ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۹۴ و ینابیع المودۃ بروایت موفق ابن احمد خوارزمی صفحہ ۷۵)۔

موفق ابن احمد خوارزمی اپنی سند سے حضرت امام حسین ابن علیؑ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کی خلافت میں لوگ ایک حاملہ عورت کو لائے حضرت عمرؓ نے اس سے بہ سختی پوچھا اس نے زنا کا اقرار کیا حضرت عمرؓ نے اس کو سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ جب اسے راستہ میں جاتے ہوئے حضرت علیؑ نے دیکھا تو آپ نے حضرت عمرؓ سے پوچھا کہ آپ نے اس کو سنگسار کرنے کا حکم دیا ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں اس نے مجھ سے اپنے فعل کا اعتراف کیا ہے حضرت علیؑ نے فرمایا یہ حکم آپ کا اس عورت پر ہے اور اس کے پیٹ میں جو کچھ ہے اس پر آپ کیا حکم دیتے ہیں میرے خیال میں آپ نے اس کو جھڑکا اور دھمکایا بھی ہوگا حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں میں نے دھمکایا تھا حضرت علیؑ نے جواب دیا شاید آپ نے آنحضرتؐ کا ارشاد نہیں سنا کہ بعد میں تشدد اعتراف کرنے والے پر حد نہیں کہ اس کو قید کر کے اور دھمکا کے اس سے اعتراف کرایا جائے یہ سن کر حضرت عمرؓ نے اس کو چھوڑ دیا اور فرمایا "عجزت النساء تلدان مثل علیؑ ابن ابیطالب" عورتیں علی ابن ابیطالبؑ کے مثل پیدا کرنے سے عاجز ہو گئیں۔ "لو لا علیؑ لهلک عمرؓ وقال اللهم لا تبقنی لمعضلة لیس لها علیؑ حیا" اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا اور فرمایا اے اللہ! کسی مشکل کے وقت مجھ کو باقی نہ رکھ کہ علی زندہ نہ ہوں (ینابیع المودۃ صفحہ ۷۵ و ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۹۵، ۱۹۶۔

اور ریاض النضرہ میں اسی مضمون کی دو روایتیں ہیں ایک زید بن علی بن حسینؑ سے اور دوسری عبداللہ بن حسن سے ان دونوں روایتوں میں حضرت عمرؓ کے مرقومہ بالا ارشاد نہیں ہیں دیگر واقعات میں اسی کے مثل مروی ہیں)۔

ابن مسروق کہتے ہیں کہ کچھ لوگ ایک عورت کو جس نے بحالت عدت نکاح کر لیا تھا

حضرت عمرؓ کی خدمت میں لائے آپ نے دونوں میں تفریق کرادی اور اس کے مہر کو بیت المال میں جمع کرلیا اور فرمادیا کہ یہ دونوں نہیں جمع ہوسکتے۔ حضرت علیؑ کو جب اس فیصلہ کی خبر پہنچی تو وہ فرمانے لگے کہ نکاح اگرچہ بوجہ جہل کے ہوا لیکن مہر اس عورت کو بوجہ اس حظ حاصل کرنے کے دلانا چاہیے کہ جو مرد نے اس سے حاصل کیا اور جب عدت پوری ہوجائے تو اس مرد کو اس عورت سے پھر تجدید نکاح کرنا چاہیے۔ حضرت عمرؓ نے مہر دلا کر نکاح کردیا اور حضرت علیؑ کے قول کی طرف رجوع کرلیا اور فرمایا: "ردو الجھالات الی السنۃ" جہالتوں کو سنت سے رد کرو (ریاض النضرۃ جلد۲ صفحہ ۱۹۶)۔

حضرت امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایک عورت ایک انصاری کو چاہتی تھی اس سے ملاقات کی کوششیں کرتی مگر کسی طرح اس کو اپنی کوشش میں کامیابی نہ ہوتی ایک روز اس نے یہ مکر وحیلہ کیا کہ ایک انڈے کو توڑ کر اس کی زردی نکال کر پھینک دی اور سفیدی لیکر اپنے کپڑوں اور رانوں میں خوب ملی اور حضرت عمرؓ کے پاس جاکر کہنے لگی کہ امیر المومنین اس انصاری نے مجھ کو فلاں جگہ بہت رسوا کیا حضرت عمرؓ اس انصاری کو سزا دینے لے لئے آمادہ ہوئے حضرت علیؑ بھی آپ کے پاس بیٹھے تھے انصاری نے قسم کھا کر کہا اے امیر المومنین یہ عورت مجھ پر جھوٹ تہمت لگاتی ہے آپ توقف کریں ابھی میری بے گناہی ثابت ہوئی جاتی ہے حضرت عمرؓ نے حضرت علیؑ سے پوچھا اس بارہ میں آپ کی کیا رائے ہے آپ نے فرمایا کہ اس عورت کے کپڑوں پر سفیدی معلوم ہوتی ہے اس سے مجھ کو بھی خیال ہوتا ہے کہ اس نے ضرور مکر کیا ہے پھر لوگوں سے فرمایا کہ ذرا خوب گرم پانی لے آؤ لوگ لے آئے حضرت علیؑ نے اس پانی سے عورت کے کپڑے کا دھبہ دھلوایا پانی پڑنے سے انڈے کی سفیدی پھول آئی جب سونگھا تو انڈے کی بسا ہند معلوم ہوئی آپ نے اس کو دھمکایا تب اس نے اپنے مکر کا اقرار کیا (ارجح المطالب صفحہ ۱۲۳)۔

حنش ابن المعتمر سے مروی ہے کہ قریش کے دو شخص ایک عورت کے پاس سو دینار بطور امانت رکھوا کر یہ کہہ گئے کہ جب تک ہم دونوں ساتھ نہ آئیں تو کسی ایک کو نہ دینا سال بھر کے بعد ان میں سے ایک شخص آیا اور اس نے بیان کیا کہ میرا دوست مرگیا ہے وہ سو دینار مجھ کو دے دو اس عورت نے دے دیئے پھر سال بھر کے بعد دوسرا آیا اس نے بھی وہی سو دینار مانگے اس عورت نے جواب دیا کہ تیرا دوست آیا تھا اس نے تیرا مرنا بیان کیا اور مجھ سے وہ امانت لے گیا۔ اس نے کہا

تجھ سے یہ وعدہ نہیں ہوا تھا کہ ایک کو دینا بلکہ یہ طے ہوا تھا کہ جب ہم دونوں ساتھ آئیں تب دینا دونوں میں پہلے اس کے متعلق خوب لڑائی ہوئی پھر دونوں حضرت عمرؓ کے پاس فیصلہ کے لئے گئے حضرت عمرؓ نے ان دونوں کو حضرت علیؑ کے پاس بھیج دیا آپ سمجھ گئے کہ ان دونوں نے اس عورت کو فریب دیا ہے آپ نے اس شخص سے فرمایا کہ تم نے یہ شرط کی تھی کہ جب ہم دونوں ساتھ آئیں تب یہ امانت دینا تنہا کسی کو امانت واپس نہ کرنا تمہارا مال موجود ہے تم اپنے ساتھی کو لے آؤ ہم دے دیں گے۔(ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۹۷)۔

ابوبکر نجم الدین فخر الاسلام محمد بن الحسین المستیلانی المرزندی مناقب الاصحاب میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں دو عورتوں میں ایک لڑکے کے متعلق جھگڑا ہوا ہر ایک ان میں سے لڑکے کو اپنا بیان کرتی تھی حضرت عمرؓ کو ان کے فیصلہ میں دشواری پیش آئی آپ نے ان دونوں کو حضرت علیؑ کی خدمت میں فیصلہ کے لئے بھیج دیا حضرت علیؑ نے فرمایا کہ میرے پاس ایک بڑھئی کو لے آؤ تا کہ اس سے اس لڑکے کے دو برابر ٹکڑے کٹوائے جائیں اور ایک ایک ٹکڑا ان دونوں کو دے دیا جائے لڑکے کی ماں چلانے لگی اور کہنے لگی آپ سالم لڑکا اس عورت کو دے دیں دوسری کہنے لگی ضرور کاٹ ڈالا جائے حضرت علیؑ نے اس لڑکے کو اس کی ماں کو دلوایا۔ایک روایت میں ہے کہ ایک شب میں دو عورتوں کے لڑکے پیدا ہوئے تھے ایک لڑکا مر گیا تھا اس لڑکے کے بارے میں یہ جھگڑا ہوا تھا (ارجح المطالب صفحہ ۱۲۸ و مناقب مرتضوی صفحہ ۲۹ الشیخ محمد صالح کشفی)۔

محمد ابن طلحہ شافعی مطالب السؤول صفحہ ۱۰۴ میں لکھتے ہیں کہ شراب نوشی کی حد چالیس درہ تھی۔حضرت ابوبکر نے اپنے زمانہ خلافت میں اسی کو قائم رکھا۔حضرت عمرؓ کے ابتدائی زمانہ خلافت میں یہی حد تھی جب لوگ زیادہ شراب پینے لگے اور اس سزا کو حقیر سمجھنے لگے تو حضرت عمرؓ نے اس بارے میں صحابہ سے مشورہ کیا حضرت علیؑ نے فرمایا میں دیکھتا ہوں جب کوئی شخص شراب پیتا ہے تو بد مست ہو کر ہذیان بکنے لگتا ہے ہذیان میں جھوٹ بھی بکتا ہے جھوٹ بولنے والے کی سزا اسی (۸۰) کوڑے ہیں لہذا اس کو مفتری یعنی جھوٹے کی سزا دینا چاہیے حضرت عمرؓ فاروق نے حضرت علیؑ کے قول کو مان لیا شراب کی حد اسی (۸۰) کوڑے کی ہوگئی۔

ابن البختری راوی ہیں کہ محمد ابن زبیر کہتے ہیں میں دمشق کی مسجد میں گیا وہاں سے ایک

بوڑھے شخص کو دیکھا جس کی گردن کی ہنسلی بڑھاپے کی وجہ سے اٹھی ہوئی تھی میں نے کہا اے شیخ تم نے صحابہ میں سے کس کو دیکھا ہے وہ کہنے لگے میں نے حضرت عمرؓ کو دیکھا ہے میں نے کہا کہ کسی غزوہ میں بھی شریک ہوئے ہو؟ وہ کہنے لگے ہاں جنگ ''یرموک'' میں شریک ہوا ہوں۔ میں نے کہا مجھ کو کوئی بات سناؤ جو تم نے سنی ہو کہنے لگے میں چند جوانوں کے ساتھ حج کو گیا اور شتر مرغ کے انڈے بحالت احرام کھائے بعد حج حضرت عمرؓ سے ہم نے اس کا ذکر کیا حضرت عمرؓ کچھ نہ بولے اور اٹھ کر چلے اور ہم لوگوں سے کہا میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ یہاں تک کہ وہ آنحضرتؐ کے گھروں کی طرف تشریف لے گئے اور ایک حجرہ کا دروازہ کھٹکھٹایا اور پوچھا کیا ابوالحسن (یعنی حضرت علیؓ) گھر میں ہیں؟ جواب ملا نہیں۔ پھر حضرت عمرؓ ککڑیوں کی کیاری کی طرف تشریف لے گئے وہاں حضرت علیؓ اپنے ہاتھوں سے مٹی برابر کر رہے تھے حضرت عمرؓ کو دیکھ کر کہا مرحبا یا امیر المومنین آپ نے کیسے تکلیف کی! حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ان لوگوں نے بحالت احرام شتر مرغ کے انڈے کھائے ہیں اس کے متعلق پوچھنا ہے حضرت علیؓ نے فرمایا آپ نے مجھے کیوں نہ بلالیا؟ حضرت عمرؓ فرمانے لگے کہ ہم آنے کے زیادہ مستحق تھے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ان لوگوں کو چاہیے کہ انڈوں کی تعداد کے موافق نر اونٹوں کو اونٹنیوں پر چھوڑ دیں جب ان سے بچے پیدا ہوں تو ان کی قربانی کریں (یہی اس کا کفارہ ہے) حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اونٹ کا نطفہ کبھی فاسد بھی ہو جاتا ہے تو تعداد کیونکر ٹھیک آئے گی؟ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ انڈا بھی گندا بھی ہو جاتا ہے حضرت عمرؓ جب وہاں سے لوٹے تو یہ دعا کی: ''اللھم لا تنزل بی شدیدۃ الا و ابوالحسن الی جنبی'' (اے پروردگار کبھی ایسی سختی مجھ پر نازل نہ فرمانا کہ جس میں ابوالحسن میرے پاس نہ ہوں) (ریاض النضرۃ لمحب الطبری جلد ۲ صفحہ ۱۴۹)

موسیٰ بن طلحہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے عہد میں مال آیا حضرت عمرؓ نے تقسیم کر دیا کچھ باقی رہ گیا اس کے بارے میں حضرت عمر نے حاضرین سے مشورہ کیا سب نے کہا کہ مسلمانوں کے کاروبار کی وجہ سے آپ اپنے امور معاش زمین اور تجارت وغیرہ سے بالکل بے خبر ہو گئے ہیں اور رات و دن ہم لوگوں کے کاموں میں مصروف رہتے ہیں یہ بقیہ مال آپ اپنے صرف میں لائیں۔ حضرت علیؓ بھی اسی مجمع میں تھے وہ کچھ نہ بولے حضرت عمرؓ نے آپ سے پوچھا کہ آپ کیا کہتے ہیں اور لوگوں نے تو یہ بیان کیا حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میری رائے ہے آپ تقسیم کر دیجیے (ارجح

المطالب صفحہ ۱۲۲ و ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۹۴)

زمان حضرت عثمان غنیؓ

ایک مرتبہ حج کے زمانہ میں حضرت عثمانؓ کے سامنے کسی نے شکار کا گوشت پکا کر پیش کیا لوگوں نے بحالت احرام اس کے کھانے کے جواز وعدم جواز میں اختلاف کیا۔ حضرت عثمانؓ جواز کے قائل تھے لہذا انہوں نے کہا: خود شکار کر کے کھانا منع ہے لیکن جب کسی دوسرے غیر مُحرم نے شکار کیا ہو تو ہم کو بحالت احرام اس کے کھانے میں حرج نہیں۔ دوسروں نے اس سے اختلاف کیا۔ حضرت عثمانؓ نے دریافت کیا کہ اس مسئلہ میں قطعی فیصلہ کس سے معلوم ہوگا لوگوں نے کہا حضرت علیؑ سے چنانچہ حضرت عثمانؓ حضرت علیؑ کے پاس آئے اور مسئلہ کی صورت بیان کی۔ حضرت علیؑ کسی کام میں مشغول تھے ... اس کو چھوڑ کر فورا متوجہ ہو گئے اور فرمایا جن لوگوں کو یہ واقعہ یاد ہو وہ شہادت دیں کہ ایک مرتبہ آنحضرتؐ کی خدمت میں احرام کی حالت میں ایک گورخر شکار کر کے پیش کیا گیا آپ نے فرمایا کہ ہم لوگ احرام کی حالت میں ہیں یہ ان لوگوں کو کھلاؤ جو احرام میں نہ ہوں حاضرین میں سے بارہ آدمیوں نے اٹھ کر اسکی شہادت دی۔ اسی طرح دوسرے واقعہ کا بھی آپ نے حوالہ دیا کہ ایک مرتبہ بحالت احرام کسی نے شتر مرغ کے انڈے پیش کئے تھے انکے کھانے سے بھی آنحضرتؐ نے احتراز فرمایا تھا اس کی بھی کچھ لوگوں نے شہادت دی یہ سن کر حضرت عثمانؓ اور ان کے رفقا نے اس کے کھانے سے پرہیز کیا (مسند امام احمد بن حنبل جلد ۱ صفحہ ۱۰۰) یہ مسئلہ فقہا میں اب تک مختلف فیہ ہے، بہت سے لوگ حضرت عثمانؓ کے استدلال کو صحیح سمجھتے ہیں مگر حضرت علیؑ کا فتوی زیادہ احتیاط کا تھا اس لئے حضرت عثمانؓ نے اس کو قبول کیا۔

محمد ابن یحیی بن حبان کہتے ہیں کہ حبان ابن منقذ کی دو بیبیاں تھیں ایک ہاشمیہ اور دوسری انصاریہ۔ حبان نے انصاریہ کو طلاق دے دی اس کے کچھ دنوں کے بعد حبان مر گئے تو انصاریہ نے یہ کہنا شروع کیا کہ میری عدت ابھی پوری نہیں ہوئی مجھکو بھی ترکہ ملنا چاہیے۔ حضرت عثمانؓ کے پاس مقدمہ پیش ہوا انھوں نے کہا مجھکو اس بارے میں کوئی علم نہیں اور حضرت علیؑ کے پاس اس کو بھیج دیا۔ حضرت علیؑ نے اس انصاریہ سے فرمایا کہ رسول اللہؐ کے منبر کے پاس اس بات پر حلف اٹھا لے کہ مجھ پر تین حیض نہیں گزرے تب تجھے میراث ملے گی جب اس نے از روئے حلف کہہ دیا تب وہ

میراث میں شریک کی گئی (ریاض النضرۃ جلد۲ صفحہ۱۹۷)۔

یہ واقعات ایک طرف حضرت علیؑ کی قوت اجتہاد اور انتقال ذہن کی مثالیں پیش کرتے ہیں اور دوسری طرف ان خوشگوار تعلقات پر روشنی ڈالتے ہیں جو حضرت علیؑ اور خلفائے ثلثہ میں تھے ان حضرات کے متعلق شائبہ نفسانیت کا گمان بھی صریحی ضلالت وبطلان ہے۔

۳۔ فیصلہ جات زمان خلافت حضرت علیؑ

کمال الدین محمد بن طلحہ شافعی لکھتے ہیں کہ مروی ہے سات آدمی کوفہ سے سفر کو گئے اور مدت تک غائب رہے جب واپس آئے تو ان میں سے ایک غائب ہوگیا اس کی زوجہ حضرت علیؑ کے پاس آ کر کہنے لگی اے امیر المومنین میرا شوہر ایک جماعت کے ساتھ سفر کو گیا تھا اور لوگ سفر سے واپس آ گئے مگر میرا شوہر نہیں آیا میں نے ان سے اس کا حال پوچھا وہ کچھ نہیں بیان کرتے ہیں میں ان پر قتل کا دعوی رکھتی ہوں اور آپ سے ملتجی ہوں کہ آپ ان کے حاضر کرنے کا حکم جاری فرمائیں اور ان سے انکشاف حال کریں۔ حضرت علیؑ نے ان کو بلوایا اور ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ مسجد کے گوشوں میں بٹھا دیا اور ایک ایک آدمی کا پہرہ ان پر مقرر کر دیا تا کہ ان سے نہ کوئی ملے اور نہ بات کرنے پائے۔ پھر ایک آدمی کو بلا کر اس شخص کا حال اس سے پوچھا اس نے انکار کیا۔ اس انکار پر حضرت علیؑ نے با آواز بلند تکبیر کہی جب اور لوگوں نے تکبیر سنی تو ان کے خیال میں یہ آیا کہ ان کے ساتھی نے اقرار کرلیا اور صورت حال بیان کردی پھر ہر ایک کو ان میں سے علیحدہ علیحدہ بلایا انھوں نے اس بنا پر اس کے قتل کا اقرار کیا کہ ان کے رفیق نے حضرت علیؑ سے ان کا یہ فعل بیان کر دیا ہے۔ جب سب اقرار کر چکے تو پہلا شخص کہنے لگا اے امیر المؤمنین ان لوگوں نے اس کا اقرار کیا میں نے تو اقرار نہیں کیا حضرت علیؑ نے فرمایا یہ لوگ تیرے رفیق ہیں تجھ پر گواہی دیتے ہیں ان کی شہادت کے بعد تیرا انکار تجھ کو نفع نہیں بخشتا اس نے بھی ان کے ساتھ شریک ہونے کا اقرار کیا کہ قتل میں، میں بھی شریک تھا جب اقرار قتل کامل ہوگیا تو حضرت علیؑ نے حد جاری فرما کر سب کو قتل کیا (مطالب السئول صفحہ۱۰)۔

حارث سے مروی ہے کہ ایک شخص حضرت علیؑ کے اجلاس میں اپنی عورت لیکر حاضر ہوا اس نے یہ ظاہر کیا کہ اس عورت نے نکاح کے وقت اپنا عیب مجھ سے پوشیدہ رکھا اب معلوم ہوا کہ یہ

مجنونہ ہے حضرت علیؑ نے غور فرمایا تو عورت کو حسینہ وجمیلہ پایا اس سے پوچھا کہ تیرا شوہر کیا کہتا ہے عورت نے جواب دیا امیر المومنین مجھے جنون نہیں ہے لیکن مباشرت کے وقت مجھ پر غشی طاری ہو جاتی ہے یہ سمجھتا ہے کہ جنون ہے حضرت علیؑ نے عورت کا جواب سن کر شوہر سے فرمایا کہ اس کو لے جاؤ اور اچھی طرح رکھو تم اس کے لائق نہیں ہو تم کو یہ تمیز نہیں کہ عورت مجنونہ ہے یا نازک مزاج۔ (ترجمہ ازالخفا جلد ۳ صفحہ ۳۲۵)۔

حضرت علیؑ کے تبحر علمی اور وسیع نظری کے متعلق علامہ شیخ کمال الدین محمد بن طلحہ شافعی لکھتے ہیں کہ آپ جب خلیفہ ہوئے تو ایک واقعہ پیش آیا کہ جس کے ادراک سے علمائے وقت کی عقلیں حیران ہو گئیں بجز آپ کے کوئی اس کو سمجھ ہی نہ سکا واقعہ یہ پیش آیا کہ ایک شخص نے ایک مخنث سے عقد کیا اس مخنث کے دو عضو مخصوص تھے ایک مثل عورت کے دوسرا مثل مرد کے۔ مرد نے اس مخنث کو مہر میں لونڈی دی پھر اس مخنث کے ساتھ مثل عورت کے صحبت کی۔ مخنث کے حمل رہ گیا اس کے یہاں لڑکا پیدا ہوا پھر اس مخنث نے اس لونڈی کے ساتھ صحبت کی وہ لونڈی بھی حاملہ ہو گئی اس کے یہاں بھی لڑکا پیدا ہوا۔ یہ خبر حضرت علیؑ سے بھی لوگوں نے آکر بیان کی۔ آپ نے مخنث کا حال پوچھا تو معلوم ہوا کہ اس کو مثل عورتوں کے حیض ہوتا ہے جب مرد اس سے صحبت کرتا ہے تو اس کے دونوں مقامات سے منی نکلتی ہے وہ خود بھی حاملہ ہوتا ہے اور اس سے عورت بھی حاملہ ہوتی ہے لوگ اس امر میں حیران تھے کہ اس کے متعلق کیا حکم دیا جائے گا۔ آیا یہ مردوں میں شمار ہوگا یا عورتوں میں۔ حضرت علیؑ نے یہ سن کر اپنے دو غلاموں سے حکم دیا کہ اس مخنث کے پاس جا کر اس کی دونوں طرف کی پسلیاں شمار کرو اگر برابر ہوں تو عورت ہے اور اگر داہنی طرف کی ایک پسلی بائیں طرف کی پسلی سے زیادہ ہو تو مرد ہے۔ چنانچہ شمار کرنے پر بائیں طرف کی پسلیوں کو داہنی طرف کی پسلیوں سے کم پایا۔ حضرت علیؑ نے حکم دیا کہ مخنث مرد ہے اور اس کو اس کے شوہر سے علیحدہ کرا دیا اور فرمایا کہ اس کی دلیل یہ ہے کہ جب اللہ تعالی نے حضرت آدمؑ کو پیدا کیا تو اپنی حکمت بالغہ سے ان کی بائیں طرف کی ایک چھوٹی پسلی سے حضرت حوا کو پیدا کیا یہی سبب ہے کہ مرد کی بائیں طرف کی پسلی عورت کی

پسلیوں سے کم ہوتی ہے اور عورت کی دونوں طرف کی پسلیاں برابر ہوتی ہیں۔ مرد کی تیئیس (۲۳) پسلیاں ہوتی ہیں بارہ داہنی طرف اور گیارہ بائیں طرف۔ اور عورت کی چوبیس (۲۴) پسلیاں ہوتی ہیں (مطالب السئول صفحہ ۴۶)

سعید ابن منصور اپنی سنن میں اور ہشیم مسند میں بہ اسناد بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؑ کو فرماتے سنا ہے (جبکہ معاویہ نے خط لکھ کر دریافت کیا تھا کہ خنثی مشکل کو میراث ملے گی یا نہیں) کہ پیشاب گاہ سے اندازہ کرنا چاہیے اگر وہ عورت کی طرح پیشاب کرے تو مثل عورت کے میراث پائے گا اور اگر مثل مرد کے پیشاب کرتا ہو تو مرد کی میراث پائے گا یہ جواب لکھ کر حضرت علیؑ نے فرمایا کہ خدا کا شکر ہے جس نے ہمارے دشمن کو امور دینیہ میں ہمارا محتاج رکھا (تاریخ الخلفا صفحہ ۶۸)۔

حضرت علیؑ مقدمات میں عموماً جرح کرتے تھے ایک مرتبہ کسی عورت نے عدالت میں آ کر علانیہ اپنے جرم (زنا) کا اقرار کیا حضرت علیؑ نے اس سے متعدد سوالات کئے جب وہ آخر تک اپنے بیان پر قائم رہی تب آپ نے سزا کا حکم دیا (مسند احمد بن حنبل جلد ا صفحہ ۹۶ و ۱۴۳)۔

ایک مرتبہ لوگوں نے ایک شخص کو چوری کے الزام میں پکڑ کر عدالت مرتضوی میں پیش کیا اور دو گواہ بھی پیش کر دیئے آپ نے گواہوں کو دھمکی دی کہ اگر یہ بات جھوٹی نکلی تو میں تم کو سخت سزا دوں گا یہ فرما کر اور کام میں مصروف ہو گئے بعد فراغت دیکھا تو دونوں گواہ موقع پا کر چل دیئے تھے آپ نے ملزم کو بے قصور پا کر چھوڑ دیا (تاریخ الخلفا صفحہ ۶۹)۔

عدالت میں جب کبھی کوئی لغو مقدمہ پیش ہوتا تو حضرت علیؑ مرتضی کرم اللہ وجہہ اپنی کمال زندہ دلی کا بھی ثبوت دیتے۔ ایک شخص نے ایک شخص کو یہ کہہ کر عدالت میں پیش کیا کہ اس نے خواب میں دیکھا ہے کہ اس نے میری ماں کی آبرو ریزی کی ہے حضرت علیؑ نے فرمایا کہ ملزم کو دھوپ میں لے جا کر کھڑا کرو اور اس کے سایہ پر سو کوڑے مارو (تاریخ الخلفا صفحہ ۶۹)۔

حضرت علیؑ کے فیصلے قانون کے نظائر کی حیثیت رکھتے تھے اس لئے لوگوں نے ان کو تحریری صورت میں مدون کر لیا تھا مگر چونکہ اس زمانہ میں اختلاف آراء و فرقہ بندی کا دور شروع ہو چکا تھا فیصلوں میں تحریفیں ہونے لگی تھیں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس کے سامنے جب تحریری مجموعہ

فیصلوں کا لوگوں نے پیش کیا تو اس میں سے انھوں نے ایک حصہ کو جعلی بتایا اور کہا کہ اپنے عقل و ہوش کو بجا رکھنے کے ساتھ حضرت علیؑ کبھی ایسا فیصلہ نہیں کر سکتے تھے (مقدمہ صحیح مسلم جلد ا صفحہ ۱۰)۔

فیصلوں کی کثیر تعداد کتب شافعیہ مثل تصانیف عبدالرزاق وابوبکر ابن شیبہ وغیرہ میں ہے۔

غرضکہ آپ کی ذات ستودہ صفات جیسی کچھ "اقضی الامۃ و اعلم بالسنۃ" تھی۔ اس کو ناظرین بخوبی جان سکتے ہیں آپ کے اعلم بالسنۃ ہونے کے متعلق حضرت عائشہ صدیقہ محبوبہ رسولؐ کے ارشادات بھی نذر ناظرین کرتے ہیں ابوعمر ولکھتے ہیں کہ حضرت عائشہ نے لوگوں سے عاشورا کے دن روزہ رکھنے کے متعلق پوچھا کہ کس نے تم کو اس کا حکم دیا لوگوں نے حضرت علیؑ کا نام لیا آپ فرمانے لگیں کہ وہ سنت نبوی کے بہت زیادہ جاننے والے تھے (ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۹۳)

شریح بن ہانی نے حضرت عائشہ سے مسح علی الخفین کا مسئلہ پوچھا کہ آدمی ایک بار پاؤں دھونے کے بعد کب تک موزوں پر مسح کر سکتا ہے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ حضرت علیؑ سے جا کر پوچھو ان کو معلوم ہوگا کیونکہ وہ سفر میں آنحضرتؐ کے ساتھ رہا کرتے تھے چنانچہ شریح نے آپ سے پوچھا آپ نے فرمایا کہ مسافر تین دن تک اور مقیم ایک رات دن تک (مسند احمد بن حنبل جلد ا صفحہ ۹۶ و جلد ۶ صفحہ ۵۵)۔

علم بالفرائض

حضرت عبداللہ بن مسعود کہا کرتے کہ مدینہ منورہ کے لوگوں میں حضرت علیؑ سب سے زیادہ علم فرائض کے جاننے والے تھے مغیرہ بن شعبہ جو خود صاحب فرائض تھے کہتے ہیں کہ صحابہ میں حضرت علیؑ سے زائد قوی قول کا کوئی شخص نہیں تھا (ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۹۴ و استیعاب جلد ۲ صفحہ ۴۷۵)۔

محمد بن طلحہ شافعی مطالب السئول صفحہ ۹۷ (۱) میں لکھتے ہیں کہ ایک عورت حضرت علیؑ کے پاس آئی آپ اس وقت اپنے گھر سے نکل کر سوار ہو رہے تھے ایک پاؤں رکاب میں تھا وہ عورت

۱۔ یہ کتاب مطبع انوار محمدی لکھنوء میں طبع ہوئی اسکے آخر میں ان کا حال بھی ہے ان کا نام کمال الدین ابوسالم محمد بن طلحہ بن محمد بن الحسن ہے۔ یہ قریشی نصیبی شافعی تھے بہت بڑے عالم متورع زاہد تھے شام میں انکا قیام تھا ابوبکر اسدی نے طبقات فقہاء الشافعیہ میں ان کا تفصیل سے حال لکھا ہے اور ان کا فقیہ اور مشہورین علما سے ہونا نیز مذہب اور اصول مذہب کا عارف ہونا بھی لکھا ہے۔ ان کی وفات ۲۷ رجب ۶۵۲ ہجری میں ہوئی۔ انکے علاوہ علامہ ذہبی نے بھی کتاب العبر میں ان کا حال لکھا ہے اور امام یافعی نے مراۃ الجنان میں بھی۔ ۱۲ مؤلف۔

بولی اے امیر المومنین میرا بھائی چھ سو دینار چھوڑ کر مرا ہے مگر لوگوں نے مجھ کو ایک دینار دیا ہے میں آپ سے اپنا حق اور انصاف چاہتی ہوں۔ حضرت علیؑ نے فوراً جواب دیا کہ تیرے بھائی کی دو بیٹیاں ہونگی اس نے کہا ہاں۔ فرمایا دو ثلث یعنی چار سو دینار تو ان کے ہوئے پھر پوچھا کہ تیرے بھائی کی ماں بھی ہوگی جس کو سدس یعنی سو دینار ملے ہوں گے اور زوجہ بھی ہوگی جس کو ثمن یعنی پچھتر دینار ملے ہوں گے پھر پوچھا تیرے بارہ بھائی ہوں گے، دو دو دینار ان کو ملے ہوں گے اس نے تسلیم کیا پھر فرمایا ایک دینار تیرا حق ہو وہ تجھ کو مل چکا اب جا لوٹ جا۔ یہ مسئلہ دیناریہ کے نام سے مشہور ہے اسی طرح سے ایک اور مسئلہ منبریہ بھی مشہور ہے جس کو بھی محمد ابن طلحہ شافعی نے مطالب السئول صفحہ ۹۷ میں لکھا ہے وہ یوں ہے کہ حضرت علیؑ کوفہ میں منبر پر تشریف فرما تھے کہ ایک عورت نے کھڑے ہو کر کہا کہ اے امیر المومنین میری لڑکی کا خاوند مر گیا ہے اور ترکہ میں اس کا آٹھواں (۸) حصہ ہے جبکہ اس کے شوہر کے اعزا اس کو نواں (۹) حصہ دیتے ہیں میں آپ سے انصاف کی خواہاں ہوں آپ نے فرمایا کہ تیرا داماد دو لڑکیاں چھوڑ کر مرا ہے اس نے اقرار کیا پھر آپ نے فرمایا کہ اس کے والدین بھی زندہ ہیں اس نے کہا ہاں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ تیری لڑکی کا آٹھواں (۸) حصہ اب نواں (۹) حصہ رہ گیا اس سے زیادہ نہ مانگ۔

نجم الدین فخر الاسلام ابو بکر بن محمد ابن الحسین مناقب الاصحاب میں لکھتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمان خلافت میں لوگ ایک لڑکے کو لائے جس کے دو سر، دو پیٹ، چار ہاتھ اور دو پاؤں تھے۔ حضرت عمرؓ نے اس قسم کا آدمی نہ دیکھا تھا ترکہ دینے میں متامل ہوئے کہ اس کو ایک ترکہ دیا جائے یا دوہرا؟ آپؓ نے اسے حضرت علیؑ کی خدمت میں فیصلہ کے لئے بھیجا حضرت علیؑ نے دیکھ کر فرمایا کہ یہ جب سو جائے تو تم سب چلاؤ اگر اس کے دونوں سر یکبارگی ہل جائیں تو سمجھ لینا کہ یہ دراصل ایک ہی ہے اور اگر ایک جنبش کرے اور دوسرا نہ کرے تو سمجھ لینا چاہیے کہ دو ہیں۔ حضرت عمرؓ کو جب یہ معلوم ہوا تو آپ بہت خوش ہوئے (ارجح المطالب صفحہ ۱۳۱)۔

علم بالحساب

زر بن حبیش سے مروی ہے کہ دو آدمی کھانا کھانے بیٹھے۔ ایک کے پاس پانچ اور دوسرے

کے پاس تین روٹیاں تھیں اتنے میں ایک تیسرا شخص بھی آ گیا اور وہ بھی ساتھ کھانے میں شریک ہو گیا جب سب روٹیاں ختم ہو گئیں تو تیسرا شخص اٹھ کھڑا ہوا اور دونوں کو آٹھ درہم دیکر کہنے لگا یہ اس کھانے کا عوض ہے جو میں نے بیٹھکر کھایا ہے۔ دونوں میں جھگڑا ہونے لگا پانچ روٹی والے نے کہا مجھکو پانچ درہم ملنا چاہئے اور تجھکو تین دوسرے نے کہا کہ نہیں مجھکو مساوی حصہ ملنا چاہئے یعنی چار چار درہم برابر دونوں میں تقسیم ہونا چاہئے۔ تصفیہ کے لئے دونوں حضرت علی کی خدمت میں آئے آپ نے تین روٹیوں والے سے کہا کہ تیرا ساتھی جو کچھ تجھکو دیتا ہے وہ تو لے لے اس کی روٹیاں تیری روٹیوں سے زائد تھیں وہ کہنے لگا جب تک مجھکو میرا حق نہ معلوم ہو جائیگا میں نہیں لونگا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا اچھا سن تیرا حق ایک درہم سے زائد نہیں ہے انصاف کی رو سے تجھکو یہی پانا چاہئے۔ تیرا دوست عالی حوصلگی سے جو کچھ تجھکو دیتا ہے وہ بہت زیادہ ہے تو اس پر یہ کہہ رہا ہے کہ جب تک مجھکو میرا حق انصاف سے نہ معلوم ہو جائیگا نہ راضی ہوں گا۔ اس نے کہا اے امیر المومنین آپ بیان فرمایئے کہ مجھے ایک درہم ملنے کی کیا وجہ ہے تا کہ میں مان لوں۔ حضرت علی نے فرمایا کہ آٹھ روٹیوں کی چوبیس تہائیاں ہوئیں تم تین آدمی کھانے والے تھے معلوم نہیں کس نے کم کھایا اور کس نے زائد کھایا بہر حال ہم تینوں کی خوراک برابر رکھتے ہیں۔ ہر ایک کے حصہ میں آٹھ آٹھ تہائیاں آتی ہیں۔ تمہاری تین روٹیوں کے نو حصہ اور اس کے پانچ کے پندرہ تیسرے شخص نے اس میں سے سات اور تیرے حصہ میں سے ایک کھایا۔ لہذا تجھکو ایک ٹکڑے کے عوض میں ایک درہم اور اس کو سات درہم ملنا چاہیے۔ یہ سن کر وہ کہنے لگا: کہ اب ایک درہم لینے پر راضی ہوں۔ (ریاض النضرہ جلد ۲ ص ۱۹۹ و تاریخ الخلفا للسیوطی صفحہ ۶۹ و ترجمۂ ازالۃ الخفا جلد ۳ صفحہ ۳۲۱ وغیرہ)۔

علم اسرار و حکم

اہل حکمت و متکلمین کے دو گروہ ہیں۔ ایک وہ جو اپنے عقل و فہم و علم کی بنا پر ہر شرعی حکم کی جزئی مصلحتوں پر نظر ڈالنا چاہتے ہیں۔ اور اس کے اسرار و حکم کی تلاش میں رہتے ہیں۔ دوسرے وہ جو ہر حکم کے جزئی مصالحہ سے دلچسپی نہیں رکھتے۔ بلکہ کلی طور پر پوری شریعت پر ایک مبصرانہ نگاہ ڈال کر ایک کلی اصول طے کر لیتے ہیں اور خدا کے ان احکام میں جو جزئی مصلحتیں مضمر ہوتی ہیں ان کی تلاش

اور جستجو کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ صحابہ میں حضرت عائشہ صدیقہ کا مذاق علم پہلی قسم کا اور حضرت علیؓ کا ذوق فکر دوسری قسم کا معلوم ہوتا ہے۔ ان کی نظر احکام کی نظری کیفیت پر اتنی نہیں پڑتی جتنی کہ ان کی عملی کیفیت پر پڑتی ہے۔ اسلئے کسی حکم شرعی کا انسان کی ظاہری عقل کے خلاف ہونا آپ کے نزدیک چنداں اہم نہیں کیونکہ عقل انسانی خود ناقص ہے وہ کسی شرعی حکم کے صحت وثواب کا معیار نہیں بن سکتی۔ صحیح بخاری کے تعلیقات میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علیؓ نے فرمایا:

"حدثوا الناس بما یعرفون، اتحبون ان یکذب الله و رسوله" (بخاری کتاب العلم)۔	لوگوں سے وہی بات کہو جس کو وہ سمجھ سکتے ہوں۔ کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ خدا اور اس کا رسول جھٹلایا جائے۔

اس سے مقصود یہ تھا کہ اگر ان سے ایسی باتیں کہی جائیں جو ان کی فہم سے بالاتر ہوں تو اپنی بیوقوفی سے وہ ان باتوں کو غلط سمجھیں گے اور جہالت سے خدا اور رسول کی تکذیب کے جرم کے مرتکب ہوں گے۔ اس لئے لوگوں سے ان کی عقل کے مطابق گفتگو کرنا چاہیے کیونکہ مصالح الٰہی ہر شخص کی سمجھ میں یکساں نہیں آسکتے۔ احکام اور روایات کے بعض الفاظ اگر متعدد معنوں پر محتمل ہوں تو آپ فرماتے ہیں کہ ان میں وہی معانی صحیح ہوں گے جو رسالت اور نبوت کی شان کے شایان ہوں گے۔ مسند ابن حنبل کے مطابق اس روایت کے اصل الفاظ یہ ہیں آپ نے فرمایا

اذا حدثتم عن رسول الله علیه وسلم بحدیث فظنوا به الذی هوا اهدی والذی هو اتقی و الذی هو اهنا ء (صفحہ ۱۳۰)	جب تم سے رسول اللہ کی کوئی حدیث بیان کی جائے تو اس کے معنی وہ سمجھو جو زیادہ راہ راست اور زیادہ پرہیزگارانہ اور زیادہ بہتر ہوں۔

مثلاً موزوں پر مسح کرنا سنت ہے لیکن یہ مسح نیچے تلووں پر نہیں بلکہ اوپر پاؤں کے کیا جاتا ہے حضرت علیؓ فرماتے ہیں جیسا کہ سنن ابی داؤد باب کیف المسح میں ہے۔

"لو کان الدین بالرای لکان باطن القدمین احق بالمسح من ظاهر هما وقد مسهما النبی صلعم علی ظهر	اگر احکام دین ظاہری عقل و رائے سے بنائے جاتے تو تلوے اوپر کے پاؤں سے زیادہ مسح کے مستحق ہوتے لیکن آنحضرت

خفیہ" صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں کی پشت پا پر
مسح فرمایا۔

حضرت علیؑ کا مقصود یہ ہے کہ چلنے کی وجہ سے اگر گرد و غبار کے دور کرنے اور صفائی کی غرض سے یہ مسح ہوتا ہے تو نیچے تلووں پر مسح ہوتا، لیکن آنحضرتؐ نے نیچے نہیں اوپر مسح فرمایا اس لئے احکام الٰہی کے مصالح کی تعیین میں محض ظاہری عقل و رائے کو دخل نہیں ہے یہی روایت مسند امام احمد ابن حنبل (جلد اول صفحہ ۱۱۴) میں اسی طرح ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر میں رسول اللہ کو نہیں دیکھتا تو سمجھتا کہ نیچے مسح کرنا اوپر مسح کرنے سے زیادہ بہتر ہے یعنی ظاہری قیاس کا مقتضی یہی تھا مگر حکم الٰہی صرف ظاہری قیاس پر مبنی نہیں (خلفائے راشدین صفحہ ۳۰۱)

علم کلام

یہ علم جس کو علم الٰہی و علم عقائد و علم باصول الدین اور متاخرین کی اصطلاح میں علم کلام کہتے ہیں۔ بعد تفسیر و حدیث کے اس کا مرتبہ نہایت عالی ہے کیونکہ اس میں توحید اور نبوت اور احوال معاد سے بحث ہوتی ہے اور قضا و قدر کے اسرار و غوامض بیان کیے جاتے ہیں اس کے نکات جس قدر حضرت علیؑ کے خطبات میں موجود ہیں اتنے اور کسی صحابی کے کلام میں نہیں ملتے۔ امام فخر الدین رازی اربعین فی اصول الدین میں لکھتے ہیں کہ متکلمین کے جتنے فرقے ہیں وہ سب حضرت علیؑ پر منتہی ہوتے ہیں۔

پہلا فرقہ جس نے سب سے پہلے اس علم میں شہرت حاصل کی وہ معتزلہ کا ہے جس کے بانی مبانی واصل بن عطا ہوئے۔ انہوں نے اس علم کی تعلیم ہاشم بن عبداللہ ابن محمد بن الحنفیہ سے پائی۔ اور ابو ہاشم نے اپنے والد عبداللہ سے اور انہوں نے اپنے والد محمد بن الحنفیہ سے اور انہوں نے اپنے والد حضرت علیؑ سے حاصل کیا۔

دوسرا فرقہ جس نے معتزلہ کے بعد اس علم میں کمال حاصل کیا وہ اشعر کہلاتا ہے یہ امام ابو الحسن علی بن ابی بشر اشعری کی طرف منسوب ہے۔ امام ابوالحسن اشعری ابو علی جبائی کے شاگرد تھے جو مشائخ فرقہ معتزلہ سے تھے لہذا یہ بھی معتزلہ کی طرف منتہی ہوتا ہے جس کا انتساب حضرت علیؑ کی

طرف اس سے قبل بیان ہو چکا۔ تیسرا فرقہ متکلمین میں زیدیہ کا ہے جو دراصل امامیہ کی شاخ ہے اور امامیہ کا انتساب حضرت علیؑ کی طرف ظاہر ہے۔

چوتھا فرقہ گروہ متکلمین سے خوارج کا فرقہ ہے جو حضرت علیؑ کے سخت دشمن ہیں لیکن تاریخ کے دیکھنے سے صحیح طور پر واضح ہوتا ہے کہ خوارج کے اکابر وہی لوگ تھے جو ابتدا میں حضرت علیؑ سے تعلیم پاتے رہے ہیں (۱) ہم اس جگہ تیمناً حضرت علیؑ مرتضی کا ایک خطبہ مسائل توحید کے بیان میں مطالب السؤل صفحہ ۹۴ سے لیکر نقل کرتے ہیں جن سے معلوم ہوسکتا ہے کہ افلاطون و ارسطو نے بھی باوجود اس قدر علم وفضل کے کبھی توحید کے ایسے نازک اور پیچیدہ مسائل کو اس خوبی سے نہیں بیان کیا۔ ملاحظہ ہو:

قوله (۲) فی تمجید الله تبارک وتعالی و تحمیده و توحیده هو الذی لا یبلغ مدحته القائلون ولا یحصی نعمائوه العادون ولا یودی حقه المجتهدون الذی لا یدرکه بعد الهمم و لا یناله غوص الفطن لیس لصفة حد محدود ولا نعت موجود و لا وقت معدود ولا اجل ممدود فطر الخلائق بقدرته و نشر الریاح برحمته و وتد بالصخور میدان ارضه اول الدین معرفته و کمال معرفته التصدیق به و کمال التصدیق به توحیده و کمال توحیده

"حضرت علیؑ کا ارشاد اللہ تبارک وتعالی کی تمجید، تحمید وتوحید کے بیان میں یہ ہے کہ وہی وہ ذات ہے کہ جس کی مدح وثنا کی حقیقت کو اچھی زبان دانوں کی گویائی نہ پہنچ سکی اور نہ شمار کرنے والے اس کی نعمتوں کو شمار کر سکے اور نہ کوشش کرنے والے اس کا حق ادا کر سکے وہ ایسی ذات ہے جسے ہمتیں ارادے نہ پاسکے اور نہ عقلیں اسکی تہ تک پہنچ سکیں اسکی صفت کے لئے کوئی حد معین نہیں اور نہ کوئی صفت موجود ہے اور نہ کوئی وقت مقرر ہے اور نہ مدت دراز معین اس نے اپنی قدرت سے مخلوقات کو پیدا کیا اور اپنی رحمت سے ہوا کو پھیلایا اور متزلزل زمین کو پتھروں کی میخوں سے مضبوط کیا دین کا پہلا زینہ اس کی معرفت ہے۔ اور معرفت کا کمال یہ ہے کہ اخلاص حاصل ہو اور کمال اخلاص یہ ہے کہ تمام صفات زائدہ سے اس کو منزہ اور مبرا سمجھے شخص نے اس کی توصیف ان صفات زائدہ سے کی اس

۱۔ مطالب السؤل صفحہ ۹۰ وارجح المطالب صفحہ ۱۳۔ ۲۔ یہ خطبہ بادنی تغییر الفاظ کتاب نہج البلاغہ جلد ۱ صفحہ ۱۵ میں بھی موجود ہے۔

الاخلاص و كمال الاخلاص له نفي الصفات المحدثه عنه فمن وصفه بحادث فقد قرنه و من قرنه فقد ثناه و من ثناه فقد جزاه و من جزاه فقد جهله من اشار اليه فقد حده و من حده فقد عده و من قال فيم فقد ضمنه ومن قال على ام فقد اخلى منه كائن لا عن حدث موجود لاعن عدم مع كل شئى لا بمقارنة غير كل شئى لا بمفارقة و مزايله فاعل لا بمعنى الحركات والا لات بصير اذ لا منظور اليه من خلقه متوحد اذ لاسكن ليستانس به ولا يستوحش لفقده انشاء الخلق انشاء و ابتدائه ابتداء بلا روية اجالها و لا تجربة استفادها و لاحركة واحدثها و لا همامة نفس اضطرب فيها احال الا شياء لا وقاتها و لام بين مختلفاتها و غرز غرايزها و الزم اشباحها عالما بها قبل ابتدائها محيطا بحدودها و انتهائها عارفا بارجائها و احنائها ثم انشأ سبحانه فتق الا جوا وشق الارجأ و رافق الهوا فاجرى فيها ماءً

نے اس کا مقارن (ہمسر) سمجھ لیا جس نے مقارن سمجھ لیا وہ دوئی کا قائل ہوا اور جو دوئی کا قائل ہوا اس نے اس کا تجزیہ کر دیا اور جس نے تجزیہ کر دیا وہ جاہل ہوا اور جس نے اسکی طرف اشارہ کیا اس نے اسے محدود کر دیا اور جس نے اس کو محدود کر دیا اس نے ایک حد معین کر دی اور جس نے یہ سوال کیا کہ خدا کس چیز میں موجود ہے تو اس نے اس کے لئے محل و مقام تجویز کیا اور جس نے کہا کہ وہ کس چیز پر ہے تو اس نے موجود سے خالی سمجھا وہ اپنے وجود میں کسی دوسرے کا محتاج نہیں ہے وہ موجود ہے کسی وجہ سے موجود نہیں ہوا، عدم سے وجود میں نہیں آیا ہے۔ ہر چیز کے ساتھ ہے مگر عارضی طریقہ سے نزدیک نہیں ہر چیز سے مغائر ہے مگر بالکل علیحدہ ہو نیوالا نہیں (کیونکہ شئے کا قائم اگر اس سے علیحدہ ہو جائے تو وہ شئی قائم کہاں رہ سکتی ہے) وہ فاعل ہے مگر نہ بمعنی حرکات اور آلات کے وہ اس وقت بھی بصیر ہے جبکہ اسکی خلق میں کوئی شئے منظور الیہ موجود نہیں وہ یکتا ہے اس کا کوئی ایسا مسکن نہیں جس سے وہ مانوس ہوا اور نہ کوئی ایسی چیز جس کے گم ہو جانے سے وہ متوحش ہو اس کا حق تھا اس نے مخلوقات کو پیدا کیا اور جس چیز کی اس نے ابتدا کرنا چاہی اس کو بلا تکلیف کر دیا کوئی ایسا تجربہ نہیں جس سے دربارہ خلقت مخلوق اس نے استفادہ کیا ہو اور نہ کوئی ایسی حرکت جس سے اس نے مخلوق کو پیدا کیا ہو نہ اسے کوئی تردد لاحق ہوا جس سے

متلاطما تياره متراكما زخاره و حمله
على متن الريح العاصفة والزعزع
القاصفة فامرها برده وسلطها على
شده و قرنها الى حده الهواء من
تحتها فتيق و الماء من فوقه دفيق ثم
انشاء سبحانه و تعالى ريحا اعتقم
مهبها و ادم مربها و اعصف مجراها
و ابعد منشاها فامرها بتصفيق الماء
الزخار و اثارة موج البحار فمخضة
مخض السقا وعصفة به عصفها با
لفضاء تر د اوله الى اخره و ساجيه
الى مائره حتى عب عبا به ورمى
بالزبد ركامه فرفعه فی هواء منفتق و
جو منفهق فسوى منه سبع سموات
جعل سفلاهن موجا مكفوفا و عليا
هن سقفا محفوظا وسمكا مرفوعا
بغير عمد يدعمها ولا دسار ينتظمها
ثم زينها بزينة الكواكب و ضياء
الثواقب و اجرى فيها سراجا
مستطيرا و قمرا منيرا فی فلک دائر
و سقف سائر و رقيم مائر ثم فتق

وہ مضطرب ہوا ہو۔ وجود اشیا کو گردش
دیدی جب اس کا وقت آگیا مختلف اشیا کو
آپس میں ملا دیا۔ اشیا کی طبیعتوں کے آثار محکم
کر دیئے ان کی شناخت کے آثار کو ان کے ساتھ لازم
کر دیا اشیا کی پیدائش سے قبل ان کو جانتا تھا ان کے
حدود اور انتہا کا احاطہ کئے ہوئے تھا ان کے قرائن و
احوال و اقسام کا عارف تھا پھر اللہ نے آسمان کی
فضاؤں کی وسعت کو ایجاد کیا۔ اطراف ہوا اور ہوا کے
بالائی حصہ کو شگافتہ کیا اور اس بالائی حصہ میں پانی کو
جاری کر دیا جس کی آب میں ٹکرانے والی موجیں تلاطم
خیز تھیں جس کی لہریں ایک دوسرے پر چھائی ہوئی
تھیں اس پانی کو تیز ہوا اور توڑ دینے والی آندھی کی
پشت پر سوار کیا پھر اس ہوا کو حکم دیا کہ اس پانی کو
موجزن کر دے اور اس کے تھام لینے اور نگہبان رہنے
پر اس کو مسلط فرما دیا اور اسے اس پانی کی حد و نہایت
کے نزدیک کر دیا در آں حالیکہ اس ہوا کا حصۂ زیرین
کشادہ تھا اور پانی اسکے اوپر موجیں لے رہا تھا پھر اللہ
تعالیٰ نے ریح عقیم کو پیدا کیا جس کے جھونکے نباتات و
اشجار اور ان کی تازگیاں پیدا نہیں کرتے اس کے قیام کو
باقی رکھا اس کے جھونکوں کو تیز و تند کر دیا اسکی نشو و نما کی
جگہ کو دور تک پھیلا دیا اور اسے حکم دیا کہ اس آب ذخاء
کی موجوں کو تھپیڑے اور دریا کی لہروں کو ہنکا لیجائے
اس ہوا نے خدا کے حکم سے اس پانی کو جنبش دی جیسے
مشک کو جنبش دیا کرتے ہیں اور اسے فضائے آسمان
میں ایسی جنبش دی جو جنبش دینے کا حق ہوتا ہے۔ اس
کے اول کو آخر اور سکون کو حرکت کی طرف منتقل کر دیا
یہاں تک کہ اس کا بڑا حصہ بلند ہو گیا اس دریا سے اس
کے جمع ہو جانے والے کف کو پھینک دیا پھر اس کف کو

مابین السموات العلی فملاهن اطوارا من الملائکة منهم سجو د لا یرکعون و رکوع لا ینتصبون و صافون لا یتزایلون یسبحون اللیل و النهار لا یفترون لا یغشاهم نوم العیون ولا ستة العقول و لا فترة الابدان و لا غفلة النسیان و منهم امناء علی وحیه و السنة الی رسله مختلفون بقائم نهیه وامره و منهم الحفظة لعبادة و السدنة لابواب جنانه و منهم الکرام الکاتبون اعمال خلقه الشاهدون علی بریته یوم یبعثون و منهم غلاظ شداد لا یعصون الله ما امرهم و یفعلون ما یؤمرون.

ہوائے کشادہ اور فضا کے ساتھ مکان وسیع میں بلند کیا اور اس سے نہایت عمدہ طریقہ کے ساتھ سات آسمان ایجاد کئے اور ان آسمانوں کے طبقہ زیریں کو متحرک اور اپنی جگہ سے نہ ٹلنے والا اور حصہ بالا کو ایک محفوظ اور نہایت ہی بلند بنا دیا اسے بغیر کسی ستون کے قائم کیا اور بغیر کسی میخ کے انہیں منتظم کر دیا پھر انہیں آسمانوں کو ستاروں کی آرائش اور آنکھوں میں گھر کر جانے والی روشنی سے مزین کیا۔ ان میں اس چراغ (آفتاب) کو روشن کیا جس کی روشنی پھیلی ہوئی ہے اس عمر کا اجرا فرمایا جو ضیا بخش دیدۂ مردم ہے اور دورہ کرنے والے فلک اور سیر کرنیوالی سقف (چھت) اور چلنے والی سطح آسمان میں ثابت اور قائم ہے پھر ان مخلوقات کو پیدا کیا جو بلند آسمانوں کے درمیان میں واقع ہے اور ان آسمانوں کو قسم قسم کے ملائکہ سے لبریز کر دیا ان ملائکہ میں بعض ایسے ہیں جو ہمیشہ سے سر بسجود ہیں رکوع کرنیکی نوبت ہی نہیں آتی بعض ایسے ہیں جو رکوع میں ہیں اور کبھی سیدھے نہیں ہوتے بعض ایسے ہیں جو صف بستہ ہیں اپنے مقام سے ہٹتے ہی نہیں بعض ایسے ہیں جو تسبیح کرتے ہیں رات و دن اور کبھی اس سے پریشان نہیں ہوتے۔ نہ ان کی آنکھوں میں کبھی نیند لاحق ہوتی ہے اور نہ ان کی عقلوں کو سہو ہوتا اور نہ بدنوں کو تکان اور نہ ان کو غفلت اور نسیان لاحق ہوتا ہے بعض ان میں سے اس کی وحی کے امین ہیں اور اس کے پیغمبروں کے ترجمان مختلف مقامات سے خدا کے فرمان اور احکام لے کر ان کے پاس آتے ہیں بعض ایسے ہیں جو بندوں کے محافظ اور جنت کے مکانوں کے

خادم ہیں بعض ایسے ہیں جو کراما کاتبین ہیں مخلوقات
کے اعمال کے گواہ ہیں اور قیامت کے دن ان کو تمام
مخلوقات پر پیش کریں گے اور بعض ایسے ہیں جو سخت
دل اور زور آور ہیں نہیں نافرمانی کرتے ہیں اللہ کی جو
حکم کرے ان کو اور کرتے ہیں جو حکم کیے جائیں"

حضرت علیؑ کے اس قسم کے ارشادات مطالب السئول و ینابیع المودۃ و نہج البلاغہ وغیرہ میں کثرت سے موجود ہیں اس جگہ اتنی ہی پر اکتفا کی گئی۔ آپ کے خطب و مواعظ و ارشادات علیحدہ علیحدہ اسی کتاب السیرۃ العلویۃ بذکر الماثر المرتضویۃ کی کسی جلد میں انشاء اللہ تعالیٰ رونق افروز چشم بصیرت ہوں گے۔

علم الجفر والجامعہ

اس علم کو علم اسرار الحروف بھی کہتے ہیں۔ شیخ سلیمان بلخی قندوزی ینابیع المودۃ باب ۶۷ صفحہ ۳۹۸ میں لکھتے ہیں کہ شیخ عبدالرحمٰن بن محمد بن علی بن احمد بسطامی رسالہ درۃ المعارف میں لکھتے ہیں:

"ثم ان الامام علیاً کرم اللہ وجھہ ورث علم الاسرار الحروف من سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و الیہ الاشارۃ بقولہ انا مدینۃ العلم و علی بابھا" (صفحہ ۴۰۰)

حضرت امام الاولیاء علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ علم اسرار الحروف کے آنحضرتؐ سے وارث ہیں اسی طرح اس ارشاد میں اشارہ ہے کہ میں شہر علم ہوں اور علیؑ باب مدینہ علم ہیں۔

محمد بن طلحہ شافعی الدر المنتظم میں لکھتے ہیں کہ اس کتاب میں میں حضرت علی مرتضیٰ کے جفر کا تذکرہ کرتا ہوں جس میں مفاتیح علوم و مصابیح نجوم سے ایک ہزار سات سو مصدر ہیں علمائے حروف کے یہاں اس کو جفر جامع و نور لامع کہتے ہیں صوفیہ کے یہاں اس سے مراد لوح قضا و قدر ہے بعض اس کو مفتاح اللوح والقلم اور بعض سر القضاء والقدر اور بعض مفتاح علم اللدنی بھی کہتے ہیں یہ دو عظیم الشان کتابیں ہیں ایک کو حضرت علیؑ نے کوفہ میں منبر پر بیان بھی فرمایا تھا اسی کا نام خطبۃ البیان

ہے۔

دوسرا وہ علم مکنون ہے جس کو آنحضرتؐ نے آپ سے بصیغۂ راز فرمایا اسی کی طرف آنحضرتؐ کا اس ارشاد میں اشارہ ہے کہ "انا مدینة العلم وعلی بابها"۔ آنحضرتؐ نے جب حضرت علیؑ کو اس کی تدوین کا حکم دیا تو آپ نے حروف علیحدہ علیحدہ کر کے بطریق سفر حضرت آدمؑ لکھا اور یہ لوگوں میں الجفر والجامعہ کے نام سے مشہور ہوا (ینابیع المودة باب ۶۸ صفحہ ۴۰۳)۔

شیخ محی الدین ابن العربی طائی حاتمی اندلسی کتاب الدر المکنون والجوہر المصون میں صحیفات جفریہ کے بیان میں لکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے آنحضرتؐ سے علم الحروف کو بطریق وراثت حاصل کیا اور علم الاولین ولآخرین کے وارث ہوئے میں نہیں جانتا کہ اور بھی کسی نے ایسے علوم جمع کئے ہوں گے آپ ان سب میں اعلم ہیں آپ نے جفر جامع اسرار حروف میں تصنیف فرمائی جس میں وہ امور موجود ہیں جو اولین میں جاری ہو چکے اور آخرین میں جاری ہونگے اس میں اسم اعظم، تاج آدم، خاتم سلیمان، حجاب آصف علیهما السلام ہے۔

حضرت علیؑ کی اولاد سے آئمہ راسخین ان اسرار کو جانتے تھے۔ جفر سے مراد در حقیقت تکسیر ہے حضرت آدمؑ کے وقت سے لیکر اب تک سوائے حضرت علیؑ کے اور کسی نے اس کی طرف توجہ نہ کی یہ سب آنحضرتؐ کی تعلیم کی برکت سے تھا میں نے بعض ان اسرار کو اپنی کتاب فتوحات مکیہ میں بھی لکھا ہے (ینابیع المودة باب ۶۹ صفحہ ۴۱۴)۔

علامہ کاتب چلپی کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون جلد اول صفحہ ۳۹۵ میں لکھتے ہیں کہ ایک گروہ کا قول ہے کہ حضرت علیؑ نے جفر کی ایک جلد میں اٹھائیس حروف کو بطریق بسط اعظم وضع فرمایا تھا اس سے بطریق مخصوص وشرائط معینہ اسرار لوح قضاوقدر معلوم ہو سکتے تھے اور یہ ایسا علم ہے کہ جس سے اہلبیتؑ ہی کو ورثہ پہونچا ہے۔

علم ریاضی وہیئت

یونس بن عبد الرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے ابو عبداللہ سے علم نجوم کے متعلق سوال کیا کہ اس کی کیا اصلیت ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ انبیاؑ کا علم ہے پھر میں نے پوچھا کہ علی بن ابیطالبؑ

اس علم کو جانتے تھے؟ وہ کہنے لگے ہاں وہ تو سب لوگوں سے زیادہ اس علم کو جانتے تھے۔ اس قول میں اگرچہ علم نجوم کا ذکر ہے لیکن اس سے مراد علم ہیئت ہے کیونکہ احکام نجوم متعلق بہ سعادت ونحوست واخبار عن المغیبات یعنی غیب کی خبریں بیان کرنا لوازم کہانت سے ہیں۔ حضرت علیؑ اس کو خلاف شریعت جانتے تھے چنانچہ ارشاد ہے

ایاکم و تعلم النجوم الا فیما لیھتدی فی براو بحر فانھا تدعوا الی الکھانۃ

علم نجوم کے سیکھنے سے بچو مگر اس میں سے وہ امر جو تم کو صحرا اور دریا میں رہنمائی کر سکے کیونکہ اسکے سوا علم نجوم کہانت ہے۔

اس ارشاد سے یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ علم نجوم جس سے علم ہیئت الافلاک مراد ہے اس کو سیکھنا مستحب ہے اس لئے کہ اس میں اللہ تعالی کے حکم کی اطلاع اور قدرت کی عظمت معلوم ہوتی ہے۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ لوگوں میں حضرت علیؑ کے سامنے اہرام مصری کی تاریخ بنا کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی کوئی صحیح بات بیان نہ کر پایا حضرت علیؑ نے دریافت کیا کہ کیا ان پر کوئی تصویر بنی ہوئی ہے؟ ان میں سے کسی نے عرض کیا ہاں ان پر ایک چیل کی تصویر ہے جس کے پنجہ میں بھی خرچنگ دبا ہوا ہے آپ نے فرمایا کہ یہ مثلث نما مینار اس وقت تعمیر ہوئے تھے جبکہ نسر طائر برج سرطان میں تھا۔ نسر دو ہزار برس میں ایک برج کو طے کرتا ہے آجکل وہ برج جدی میں ہے اس حساب سے بارہ ہزار سال اس کی تعمیر کو ہوئے (ارجح المطالب صفحہ ۱۳۹)۔

علم نحو

علم نحو کی بنیاد خاص حضرت علی کے دست مبارک سے رکھی گئی۔ ایک دفعہ ایک شخص کو قرآن شریف غلط پڑھتے سنا اس سے خیال پیدا ہوا کہ کوئی ایسا قاعدہ بنا دیا جائے جس سے اعراب میں غلطی نہ واقع ہو سکے۔ چنانچہ ابوالاسود دئلی کو چند قواعد بتائے اور اس فن کی تدوین پر مامور کیا (خلفائے راشدین صفحہ ۳۰۷)۔

ابوالاسود دئلی سے مروی ہے کہ ایک روز میں حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا میں

نے دیکھا کہ آپ گردن جھکائے ہوئے متفکر بیٹھے ہیں۔ میں نے پوچھا آپ کیا غور فرما رہے ہیں۔ فرمایا کہ میں نے تمہارے شہر میں لوگوں کو اپنی زبان میں غلطی کرتے سنا ہے اس لئے میرا ارادہ ہے کہ کوئی ایسی کتاب لکھوں جس میں عربی زبان کے قاعدہ ہوں میں نے کہا اگر آپ ایسا کریں گے تو بہت بہتر ہوگا گویا ہم لوگوں کو آپ زندہ فرمادیں گے اور ہم میں عربی زبان باقی رہ جائے گی۔ پھر کئی دن کے بعد جب حاضر خدمت ہوا تو آپ نے مجھکو ایک کاغذ دیا اس میں بعد بسم اللہ کے لکھا ہوا تھا کہ کلمہ تین قسم پر ہے۔ اسم، فعل، حرف۔ اسم وہ ہے جو اپنے مسمی سے خبر دے۔ فعل وہ ہے جو مسمی کی حرکت سے خبر دے۔ حرف وہ ہے کہ جو ایسے معنی سے خبر دے کہ جو نہ اسم ہو اور نہ فعل۔ پھر فرمایا اس کا تتبع کرو اور جو کچھ مناسب معلوم ہو اس میں بڑھاؤ اور اس امر کو بھی سمجھ لو کہ یہ سب اشیاء تین قسم پر ہیں ایک ظاہر ایک مضمر اور ایک ایسی شئے کہ جو نہ ظاہر ہے اور نہ مضمر اور علماء کی فضیلت اسی شئے کے دریافت کرنے میں معلوم ہوتی ہے۔ ابوالاسود کہتے ہیں کہ میں نے اس قاعدہ سے بہت سی باتیں نکال کر جمع کیں اور حضرت علی کو سنائیں جس میں حروف ناصبہ کا بھی بیان تھا ان میں سے "اِنَّ" اور "اَنَّ" اور "لَيْتَ" اور "لَعَلَّ" اور "كَاَنَّ" کا میں نے ذکر کیا "لٰكِنَّ" کا ذکر میں نے نہیں کیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اس کو کیوں چھوڑ دیا میں نے عرض کیا کہ میں اس کو حروف ناصبہ میں نہیں سمجھتا تھا فرمایا یہ بھی انہیں میں سے ہے اس کو بھی بڑھا دو (تذکرۃ الخلفاللسیوطی صفحہ ۷۰ و وسیلۃ النجاۃ صفحہ ۱۳۲ اور روضۃ ندیہ صفحہ ۹۲)۔

ترجمہ صناجۃ الطرب فی تقدمات العرب صفحہ ۵۳۳ اور اجرومیۃ کے حاشیہ میں ہے کہ حضرت علی نے جو کچھ علم نحو کے متعلق لکھا تھا وہ ابوالاسود کو دیکر فرمایا کہ "الخ بھذا النحو" یعنی اس طریقہ پر لکھو۔ چنانچہ یہ قواعد ابوالاسود کے پاس رہے۔ جب زیاد بن سمیہ حاکم عراق ہوا تو ابوالاسود اس وقت زیاد کے لڑکوں کا معلم تھا لوگ اس سے پوچھتے مگر ابوالاسود اس قدر بخیل تھا کہ کسی کو نہ بتاتا خود زیاد نے اس سے درخواست کی تھی کہ ان قواعد کو جمع کر کے لکھو اور اس علم کو مشہور کرو تا کہ قرآن شریف پڑھنے والوں کو سہولت ہو جائے۔ اور وہ غلطی سے محفوظ ہو جائیں۔ ابوالاسود دئلی نے زیاد سے بھی انکار کر دیا۔ اتفاقاً ابوالاسود نے ایک روز کسی قاری کو یہ آیت "ان اللہ بریٔ من المشرکین و رسولہ" پڑھتے سنا جو رسولُہ میں بجائے لام کے ضمہ کے کسرہ پڑھ گیا۔ جس کے معنی

یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ مشرکین اور اپنے رسول سے بیزار ہے۔ حالانکہ اصل معنی بحالت ضمہ لام یہ ہیں کہ "اللہ اور اس کا رسول مشرکین سے بیزار ہے"۔ ابوالاسود کو ایسی فاش غلطی سن کر بہت رنج ہوا اور کہنے لگے کہ میں یہ نہ جانتا تھا کہ عرب کی اب یہ حالت ہوگئی ہے اور اس طرح ان کی عقلیں گم ہوگئی ہیں فوراً وہاں سے واپس ہوئے اور آ کر زیاد سے سارا قصہ بیان کیا اور کہا کہ تم نے جو کچھ کہا تھا میں اب اس کے لئے تیار ہوں مگر ایک کاتب لاؤ زیاد نے کاتب دیا ابوالاسود نے کاتب سے قواعد لکھوا کر ایک کتاب کی صورت میں جمع کرا دیئے۔

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے ازالۃ الخفاء ماٰثر حضرت عمر میں لکھا ہے کہ حضرت عمر نے اپنے عہد خلافت میں اسود کو حکم دیا تھا کہ قواعد علم بناؤ مگر شاہ صاحب نے کوئی سند نہیں درج فرمائی معلوم نہیں کہ ان کا ماٰخذ اس امر کے لئے کیا ہے۔ وہاں اسود نام ہے اور یہاں ابوالاسود۔ در حقیقت واضع علم نحو حضرت علیؓ ہی ہیں اور ابوالاسود شاگرد اول۔ اگر شاہ صاحب کی روایت بھی صحیح مانی جائے تو اس کی تطبیق اس طرح ممکن ہے کہ شاید قواعد مقرر کرنے کی تجویز عہد فاروقی میں پیش ہوئی ہوگی مگر اس کا اجرا نہ ہوسکا ہوگا۔ پھر حضرت علی نے اس کے قواعد منضبط کر کے ابوالاسود کو تعلیم فرمائے اور بعد ایک زمانہ کے ابوالاسود نے وہ قواعد بصورت کتاب مدون کئے۔ علاوہ اس کے حضرت عمر چونکہ ہر کام میں صحابہ سے مشورہ لیا کرتے تھے، حضرت علی کی علمی لیاقت تو ظاہر ہی ہے کہ کس درجہ کی تھی، بہت ممکن ہے کہ تدوین قوانین نحو کا کام حضرت علیؓ کے سپرد کیا گیا ہو اگر یہ کام عہد فاروقی میں حضرت علی نے شروع کیا ہو اور ابوالاسود کو قوانین نحو سکھلا دیئے ہوں تو کیا منافات ہے بہر حال اس علم کے موجد حضرت علی مرتضیٰ ہی ہیں۔ (شمس التواریخ جلد ۵ صفحہ ۷۹۲)۔

علم تصوف

علم تصوف خاصان امت کے لئے مذہب کی جان اور اسرار شریعت کی روح ہے۔ علم اسرار وحکم کا بیان جو اوپر گذر چکا اس سے ہرگز یہ نہیں سمجھا جاسکتا کہ حضرت علیؑ کو علم اسرار شریعت پر عبور نہ تھا بلکہ آپ کا مسلک یہ تھا کہ یہ علم عوام کے لئے موزوں نہیں اور یہ بالکل سچ ہے کہ اس سے عوام کے طبائع میں احکام الٰہی کی اتباع اور پیروی کے بجائے عدم عمل کے لئے حیلہ گری اور فلسفیانہ بہانہ جوئی

پیدا ہوتی ہے۔ خواص اس فرق کو سمجھتے ہیں اس واسطے انہیں کے لئے یہ علم موزوں ہے حضرت علیؑ نے تصوف یعنی روح اسرار شریعت کے حقائق و معارف بہت سے بیان فرمائے۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ اس علم کا ماٴخذ و منبع و سرچشمہ حضرت علی ہی ہیں چنانچہ خواجہ محمد پارسا نقشبندی فصل الخطاب میں لکھتے ہیں کہ:

"قال الجنید صاحبنا فی هذا الامر الذی اشار الی ما تضمنه القلوب و اومی الی حقایقه بعد نبینا صلی الله علیه و سلم علی ابن ابی طالب و ان امیر المؤمنین لو یفرغ عن الحروب لوصل الینا عنه من هذا العلم ما لا یقوم له القلوب"

حضرت جنید کا ارشاد ہے کہ ہمارے پیشرو اس امر میں کہ جس میں اشارہ کیا گیا ہے اس شئے کی طرف کہ جو قلوب میں آ کر متضمن ہوتی ہے اور جس سے بعد ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حقائق کی طرف ایما فرمایا وہ علی ابن ابی طالب ہیں اور اگر حضرت امیر المؤمنین غزوات سے فارغ ہوتے تو آپ سے ہمارے لئے اس علم یعنی علم حقائق وتصوف کے متعلق وہ باتیں منقول ہوتیں کہ جس کے دل متحمل نہ ہو سکے۔

شرح تعرف میں ہے کہ حضرت علی بہ اتفاق امت کل عرفا کے سردار ہیں (ینابیع المودۃ صفحہ ۷۳)۔

کشف المحجوب صفحہ ۲۸ میں ہے

"قال سید الطائفة الجنید شیخنا فی الاصول و البلاء علی المرتضیٰؑ یعنی امامنا فی علم الطریقة و معاملاتها هو علی المرتضیٰ"

سید الطائفہ جنید بغدادی کا قول ہے کہ ہمارے پیر اصول اور بلا میں علی مرتضیؑ ہیں یعنی ہمارے امام علم طریقت میں اور اس کے معاملات میں حضرت علی مرتضیٰ ہیں۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ازالۃ الخفاء صفحہ ۲۷۴ میں لکھتے ہیں کہ خلافت سے پہلے حضرت علی کو اس میں بیحد انہماک تھا مگر خلافت کے بعد اس کی مصروفیت نے ان کو اس فن کی تفصیل بیان

کرنے کی فرصت نہ دی۔ سلاسل طریقت حضرات اولیاء اللہ مثل قادریہ، قلندریہ، چشتیہ، قشریہ، ہردیہ، غزالیہ، شطاریہ، رفاعیہ، کبرویہ، سہروردیہ، فردوسیہ، مداریہ، شاذلیہ، نقشبندیہ وغیرہ حضرت علیؑ ہی کی ذات پر منتہی ہوتے ہیں۔ اگرچہ اس زمانہ میں ہر ایک سلسلہ سے ہزارہا شاخیں نکلی ہیں لیکن متقدمین کے نزدیک اصل میں دو طریقہ تھے جنیدیہ و طیفوریہ۔ جنیدیہ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی کی طرف منسوب ہے حضرت جنید کو حضرت سری سقطی سے ان کو حضرت معروف کرخی سے ان کو حضرت داؤد طائی سے ان کو حضرت حبیب عجمی سے ان کو حضرت حسن بصری سے ان کو حضرت علی سے خلافت طریقت حاصل ہے۔ حضرت معروف کرخی کا دوسرا سلسلہ بھی بذریعۂ ائمہ اطہار حضرت علیؑ پر منتہی ہوتا ہے۔

دوسرا طریقہ طیفوریہ ہے جو حضرت بایزید بسطامی کی طرف منسوب ہے اور وہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے مرید تھے۔ غرض یہ کہ جتنے طرق موجود ہیں سب کا خاتمہ حضرت علیؑ کی ذات مقدس تک ہوتا ہے۔ امام فخر الدین رازی اربعین فی اصول الدین میں لکھتے ہیں:

”و منها علم تصفية الباطن و معلوم ان نسب جميع الصوفية ينتهي اليه“

(ارجح المطالب صفحہ ۱۳۳)

اور ان میں ”سیعلم تصفیہ باطن“ ہے جس کے متعلق یہ تو معلوم ہی ہے کہ تمام صوفیہ کے نسب و فرق حضرت علی پر ختم ہوتے ہیں۔

سلاسل طریقت اور اس کے اجرا اور شیوع کے متعلق میرے حضرت استاد و شیخ طریقت حضرت مولانا مولوی شاہ حبیب حیدر قلندر ادام اللہ فیضانہ و برکاتہ نے ایک بہت بسیط کتاب شجرات المشائخ تحریر فرمائی ہے جس میں سابق وحال کے تمام مجریہ وغیر مجریہ سلاسل کی تحقیق نہایت بسط سے فرمائی ہے۔ لہذا اس کے متعلق میں زیادہ لکھنا نہیں چاہتا۔ ناظرین اس سے معلوم کرسکتے ہیں کیونکہ اس کا موضوع لہ یہی مبحث ہے۔ چونکہ اکثر سلاسل بذریعہ حضرت حسن بصری حضرت علیؑ پر منتہی ہوتے ہیں اور بعض محدثین لقاء حسن بصری با جناب امیر کے قائل نہیں اس وجہ سے وہ اس سلسلہ کو معتبر نہیں سمجھتے۔ اس امر میں متشددین میں امام ترمذی اور ان کے متبعین میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ہوئے۔ ہمارے نزدیک عدم لقاء ثابت نہیں ہوتی لقاء کے اثبات کرنے والے انکار کرنے والوں

سے زیادہ ہیں اور حسب قاعدہ مثبت کے قول کو نافی پر ترجیح ہوا کرتی ہے لہذا اثبات ہی ٹھیک معلوم ہوتا ہے نہ کہ نفی۔

اس کے مباحث بالتفصیل سیوطی کے مصنفات نیز فخر الحسن معہ شرح قول المستحسن وروض الازہر والدرا لمنتظم و دیگر کتب حضرات صوفیہ علمائے باللہ میں بالتصریح موجود ہیں۔ میں انہیں حضرات کا متبع ہوں نہ کہ متشددین محدثین کا۔ اس کے دلائل صفحات ماسبق میں گذر بھی چکے ہیں۔

علم الکتابت

حضرت علیؑ حسن خط میں مہارت تام رکھتے تھے چنانچہ خود آپ کا قول ہے۔

"علیکم بحسن الخط فانہ من مفاتیح الرزق، علموا اولادکم الکتابۃ فان فی الکتابۃ ھمم الملوک و السلاطین علیکم" (ارجح المطالب صفحہ ۱۳۶)۔	تم پر لازم ہے کہ اپنی اولاد کو خوشخطی سکھاؤ کیونکہ وہ رزق کی کنجی ہے۔ اپنی اولاد کو کتابت سکھاؤ کیونکہ کتابت میں بادشاہوں کی ہمت اور توجہ تمہاری طرف ہوگی۔

اس زمانہ میں عرب میں خط کوفی کا رواج تھا حضرت علیؑ اس میں بڑے مشاق تھے ابتداء ہی میں آپ نے اسے دیکھا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں عہود مصالحت کی کتابت انہیں سے متعلق تھی اس کے علاوہ فرامین ووحی وقرآن شریف وغیرہ جو کچھ آنحضرتؐ کو لکھوانا ہوتا آپ سے لکھواتے۔ بقول علامہ ابن عبدالبر کاتب عہود وصلح مخصوص طور پر آپ ہی ہوتے (استیعاب جلد ا صفحہ ۲۶)۔

حضرت علی مرتضیٰؑ کا لکھا ہوا کلام اللہ اکثر مقامات پر کہا جاتا ہے کہ موجود ہے۔ سید جمال الدین احمد حسنی نے کتاب عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب میں بھی اس کے متعلق لکھا ہے۔

قسم دوم فضائل ذہنی

اس سے مراد وہ فضائل ہیں جو جوہر نفس میں راسخ ہوتے ہیں اور وہ بوجہ کمال عقلی کے حاصل ہوتے ہیں۔ انسان کی جس قدر عقل کامل ہوتی ہے اور تزکیہ نفس وتجلیہ روح وتصفیہ قلب حاصل ہوتا ہے۔ اسی قدر فیضان ملکوتی ومواہب ربانی کا اس پر ورود ہوتا ہے۔

حضرت علیؑ مرتضی کرم اللہ وجہہ میں یہ تمام بوجہ تعلیم حضرت مدینۃ العلم صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھیں۔ ہم ان فضائل ذہنی کے ماتحت امور فصاحت و بلاغت، تقریر و خطابت، سرعت فہم، اصابت رائے وغیرہ بیان کرتے ہیں جن کا تعلق تمام تر حدت طبع پر ہوتا ہے۔

فصاحت و بلاغت

حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کی ذات گرامی سید البلغاء وامام الفصحاء تھی جس طرح سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الرسل مبعوث ہوئے تھے اسی طرح حضرت علیؑ خاتم الفصحاء پیدا ہوئے۔

"عن علی قال قال رسول الله صلی الله علیه و سلم خلقت انا و علی من نور واحد قبل ان یخلق ابونا آدم بالفی عام فلما خلق آدم صرنا فی صلبه ثم نقلنا من کرام الاصلاب الی مطهرات الارحام حتی صرنا فی صلب عبدالمطلب ثم انقسمنا نصفین فصیر فی صلب عبدلله و صار علی فی صلب ابی طالب فاختارنی بالنبوة و اختار علیاً بالشجاعة و الفصاحة و انشق اسمین من اسمائه فالله محمود و انا محمد و الله الاعلی و هذا علی. اخرجه ابن السبوع الاندلسی فی کتاب الشفاء"۔

حضرت علی سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبل خلقت آدم دو ہزار سال پہلے ہم اور علی ایک نور سے پیدا ہو چکے تھے جب آدم پیدا ہوئے تو ہم ان کے صلب میں رہے پھر اصلاب کرام وارحام طیبات میں منتقل ہوتے ہوئے صلب عبدالمطلب میں پہنچے۔ وہاں سے دو حصہ ہو گئے میں صلب عبداللہ میں چلا گیا اور علی صلب ابوطالب میں اللہ نے مجھکو نبوت سے اور علی کو شجاعت و فصاحت سے ممتاز فرمایا اور ہمارے نام اپنے ناموں سے مشتق فرمائے پس اللہ محمود ہے اور میں محمد ہوں اور وہ اعلی ہے اور یہ علی۔ اس حدیث کی تخریج ابن السبوع اندلسی نے کتاب شفا میں کی۔

حضرت علیؑ نے خطابت کے ایسے طریقے ایجاد فرمائے جن سے شعراء جاہلیت بالکل بے

خبر تھے۔ عبدالحمید ابن یحیٰی کا قول ہے کہ میں نے ستر خطبے حضرت علی کے حفظ کیے ہیں۔ ابن نباتہ جو بڑے خطیب تھے اور جن کی تقلید خطبات میں ابن تیمیہ نے کی ہے کہتے ہیں کہ میں نے مواعظ حضرت علی سے ایک خزانہ حاصل کیا۔

حضرت علی اتنے بڑے فصیح و بلیغ تھے کہ آپ کی فصاحت و بلاغت کے دوست اور دشمن سب ہی قائل تھے چنانچہ مروی ہے کہ جب محقن آپ کے پاس سے معاویہ ابن ابی سفیان کے پاس چلا گیا اور خوشامد سے کہنے لگا کہ میں تیرے پاس ایسے شخص کے یہاں سے آیا ہوں کہ جو بات کرنے سے عاجز ہے۔ معاویہ افسوس سے کہنے لگے کہ تو ایسے شخص کو بات کہنے سے عاجز کہتا ہے خدا کی قسم قریش کے لئے فصاحت میں ان سے زیادہ بامحاورہ بولنے والا کوئی نہیں ہے (ارجح المطالب صفحہ ۱۳۵)۔

حضرت علی کے فصیح ہونے کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مثیل ہارون فرمایا تھا۔ حضرت ہارون کی فصاحت پر نص قرآنی ناطق ہے۔

علامہ کمال الدین محمد بن طلحہ شافعی مطالب السئول صفحہ ۲۰۵ میں لکھتے ہیں کہ ایک جماعت فصحاء حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر تھی کہنے لگی کہ کوئی کلام ایسا نہیں ہو سکتا جس میں الف نہ آسکے۔ حضرت علی نے اسی وقت بلا غور و فکر خطبہ دینا شروع کیا جسمیں ایک بھی الف نہیں۔ ذیل میں ہم خطبۂ بے الف کو تبرکاً نیز اپنے دعوی کی سند میں نقل کرتے ہیں جو حسب ذیل ہے:

"حمدت من عظمت منته و سبغت نعمته و تمت كلمته و نفذت مشيته و بلغت حجته وعدلت قضية و سبقت غضبه رحمته حمدته حمد مقر بربوبية متخضع لعبودية متنصل من خطيئة معترف بتوحيده مستعيذمن وعيده مومل من ربه مغفرة تنجيه يوم يشغل عن كل فصيلة وبتيه و نستعينه و نسترشده و نومن به و نتوكل عليه

اس ذات کی تعریف کرتا ہوں جس کا احسان بہت عظیم ہے، جس کی نعمت بھر پور ہے، جس کا کلمہ تمام ہو گیا ہے، جس کی مشیت نافذ ہوئی ہے اور محبت سب کو پہنچی ہے، جس کے احکام انصاف سے ظاہر ہوئے ہیں جس کی غضب پر رحمت نے سبقت کی۔ میں اس کی ایسی حمد بیان کرتا ہوں جو ربوبیت کی اقرار کرنے والی ہے اور عبودیت میں خضوع پیدا کرنے والی ہے اور گناہوں سے علیحدہ کرنیوالی ہے۔ اور اقرار توحید کرانیوالی ہے۔ اور وعید سے ڈرانیوالی ہے اور اپنے رب سے مغفرت کی اس دن امید لانے والی ہے جس روز ہر شخص اپنی ماں اور اولاد سے باز رکھا جائیگا اسی ذات سے ہم مدد

و شهدت لـه شهود عبد مؤقن و
فـردتـه تـفـريد مومن متقن و وحدته
تـوحيـد عبد مذعن ليس له شريك
فـي مـلكه و لم يكن له ولي في صنعه
جل عن مشير و وزير و عون و معين
و نـظير عـلـم فستـر و بطن فخبر و
مـلـك فـقهـر و عـصـى فغفر و عبد
فشكر و حكم فعدل وتكرم و تفضل
لـن يـزول ولم يزل ليس كمثله شئى
رب متـفـر دبعزتـه متمكن بقوتـه
متـقـدس بـعـلوه متكبر بسموه ليس
يـدركـه بـصر ولم يحط به نظر قوى
مـنيع بصير سميع رئوف رحيم عجز
عـن وصفه من وصفه و ضل عن نعته
مـن عـر ف قـرب فبعد و بعد فقرب
يـجيب دعـو ة من يدعوه و يرزقه و
يـحبوه ذولـطف خفي و بطش قوى
ورحـمتـه مـوسعة و عـقوبة موجعة
رحـمتـه جـنـة عريضة مولقة و عقوبة
جـحيم مـمدوـدة موبقة وشهد ت
ببعـث مـحـمـد عبده ورسوله ونبيه
وصـفيه و حبيبه وخليله بعثه في خير

چاہتے ہیں اور اسی سے ہدایت حاصل کرتے ہیں
اور اسی پر ایمان لاتے ہیں اور اسی پر بھروسہ کرتے
ہیں اور ہم گواہی دیتے ہیں یقین کرنیوالے بندہ کی
طرح اور اسی کو یکتا مانتے ہیں مطیع بندہ کی طرح اور
اس کی توحید بیان کرتے ہیں سچے مؤمن کی طرح
اس کے ملک میں کوئی اس کا شریک نہیں اس کی
قدرت میں کوئی اس کا مالک نہیں وہ مشیر اور وزیر
اور مدد اور مددگار اور اپنی نظیر سے بے نیاز ہے جان
بوجھ کر چھپ گیا اور چھپ کر معلوم ہوگیا مالک ہوکر
غلبہ حاصل کیا جس نے نافرمانی کی اس کو اپنے کرم
سے بخشا جس نے عبودیت ظاہر کی وہ مشکور ہوا
جس کو حکم دیا عدل سے حکم دیا، بزرگی دی اور
فضیلت دی وہ ہرگز نہ زائل ہوگا، ہمیشہ رہے گا کوئی
چیز اس کے مثل نہیں ہر چیز سے پہلے ہے اور ہر چیز
کے بعد رہے گا۔ ایسا پروردگار ہے کہ اپنی عزت
سے متفرد ہے اور اپنی قوت سے متمکن ہے۔ اپنے
علو سے متقدس ہے اور اپنے جلال سے متکبر ہے
بینائی اس کو نہیں پاسکتی اور نہ نظر اس پر جمع ہوسکتی ہے
وہ قوی اور بلند ہے۔ دیکھنے والا ہے سننے والا ہے
مہربان اور مہربانی کرنیوالا ہے جس نے اس کی
تعریف کی یا اس کو پہچانا وہ اس کی صفت بیان
کرنے سے عاجز ہوا قریب ہونے سے بعید ہوا
اور بعید ہونے سے قریب ہوا جو شخص اس سے دعا
مانگتا ہے وہ اس کی دعا قبول کرتا ہے۔ اور اس کو
رزق دیتا ہے اور محبوب رکھتا ہے وہ صاحب لطف
خفی وقہر قوی ہے، رحمت اس کی وسیع ہے اور عذاب
دردناک ہے۔ رحمت اس کی بہت بڑی جنت اور

عصر و حین فترة و کفر رحمة
لعبیده و منة لمزیده حتم به نبوته و
وضحت به حجته فوعظ و نصح و
بلغ و کدح رئوف بکل مومن رحیم
قریب مجیب حلیم سخی ولی رضی
زکی علیه رحمة و تسلیم و برکة و
تعظیم من رب غفور رحیم.
وصیتکم معشر من حضر بوصیته
ربکم و ذکرتکم سنة نبیکم فعلیکم
برهبة تسکن قلوبکم و خشیة تذری
و موعکم و تقیة تنجیکم قبل یوم
یذهلکم و یبتلیکم یوم یفوز فیه من
ثقل وزن حسنة و خف وزن سیئة و
علیکم بمسئلة ذل و خضوع تملق
و خشوع و توبة و نزوع و لیغنم کل
منکم صحته قبل سقمه و شیبته قبل
هرمه و سعته قبل فقره و فراغته قبل
شغله و حضرت قبل سفره و حیوته
قبل موته قبل بهن و ینعم و یمرض و
یسقم و یمله طبیبه و یعرض عنه
حبیبه و ینقطع عمره و یتغیر عقله ثم
قیل هو موعدک و جسمه منهوک

عذاب اس کا جہنم بے پایاں اور باقی رہنے والا ہے
اور میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کی
گواہی دیتا ہوں جو اسکے بندے اور رسول اور نبی
اور برگزیدہ اور حبیب اور دوست ہیں اللہ نے ان کو
ایسے زمانہ میں بھیجا جبکہ کفر پھیلا ہوا تھا وہ اپنے
غلاموں کے لئے رحمت اور اپنے متبعین پر احسان
کرنے والے ہیں نبوت ان پر ختم ہوئی اور حجت
ان کی واضح ہوئی انھوں نے وعظ کہا اور نصیحت کی
اور تبلیغ فرمائی اور اچھا کام کیا وہ ہر مؤمن پر مہربان
اور رحیم اور خدا سے قریب بردبار سخی مالک پسندیدہ و
پاکیزہ ہیں ان پر پروردگار صاحب... بخشش و رحمت
سے سلام و رحمت و برکت نازل ہو۔ اے لوگو! میں
تم سے وصیت کرتا ہوں تم پروردگار کی وصیت کے
وقت حاضر تھے اور میں تمہارے نبی کے طریقہ کو
تمہیں یاد دلاتا ہوں تم پر خوف لازم ہے تا کہ
تمہارے قلوب سکون پائیں اور دہشت لازم ہے تا
کہ تمہاری آنکھیں آنسو بہادیں اور پرہیزگاری
لازم ہے تا کہ تم کو نجات دلادے اس روز سے پہلے
کہ تم غفلت میں ڈالے جاؤ اور مبتلا کئے جاؤ اس
دن وہ شخص فائز ہوگا جس کے اعمال حسنہ کا وزن
بھاری ہو اور اعمال سیئہ کا وزن ہلکا ہو اور تم پر ذلت
اور خضوع و خشوع اور توبہ اور کام میں مشغولی لازم
ہے۔ تا کہ ہر چیز تم کو بطور غنیمت حاصل ہو صحت
کے ساتھ بیماری اور جوانی کے ساتھ بڑھاپا اور
وسعت کے ساتھ فقر اور امارت کے ساتھ مشغولی
اور حضر کے ساتھ سفر اور زندگی کے ساتھ موت ہے
اسی سے نعمت اور بیماری دی جاتی ہے اور طبیب

ثم جدّ فی نزع شدید و حضر کل قریب و بعید فشخص ببصره طمح بنظره و رشح جبینه و خطف عرنینه و جذبت نفسه و بکت عرسه و حضر رمسه و یتم منه ولده و تفرق عنه عدده و قصم جمعه و ذهب بصره و سمعه و جرد و غسل و نشف و سجی و بسط له وهیأ و نشر علیه کفنه و شد منه ذقنه و حمل فوق سریر و صلی الله علیه بتکبیر بغیر سجود و تعفیر و نقل من دور مزخرفة و قصور مشیده و فرش منجده فجعل فی ضریح ملحود ضیق مرصود بلبن منضود مسقف بجلمود و هیل علیه عفره و حتی مدره و تحقق و نسی خبره و حمیمه و تبدیل به قریبه و حبیبه فهو حشو قبر و رهین حشر یدب فی جسمه دود قبره و یسیل صدیده من منخره و تسحق تربته لحمه و ینسف دمه و یرم عظمه حتی یوم حشره فینشره من قبره و ینفخ فی صور یدعی

کی طرف توجہ ہوتی ہے اس کا محبوب اس سے علیحدہ ہوتا ہے اور عمر منقطع اور عقل متغیر ہو جاتی ہے پھر کہا جاتا ہے وہ ضعیف ہے اور جسم اسکا لاغر ہے پھر سختی سے علیحدہ ہونے کی کوشش کرتا ہے اور ہر قریب و بعید کے پاس حاضر ہوتا ہے پھر آنکھ سے گھورتا ہے اور اپنی نظر کو گڑو دیتا ہے اس کی پیشانی سے قطرہ ٹپکتے ہیں ناک اسکی پست ہو جاتی ہے اور جان اسکی لی جاتی ہے اور عورت اسکی روتی ہے اور قبر اس کی کھودی جاتی ہے اور اولاد اسکی یتیم ہو جاتی ہے اور اعضا اسکے سخت ہو جاتے ہیں اور جوڑ اسکے ڈھیلے ہو جاتے ہیں اور بصارت وسماعت جاتی رہتی ہے اور برھنہ کیا جاتا ہے اور ہلایا جاتا ہے اور اسکا لباس اتارا جاتا ہے پھر کفن سیا جاتا ہے اور پھیلایا جاتا ہے پھر وہی کفن اس پر ڈالا جاتا ہے اور باندھا جاتا ہے اور تخت پر اٹھایا جاتا ہے اور اس پر نماز تکبیر کے ساتھ بغیر سجدہ کے قبل دفن کے پڑھی جاتی ہے اور آراستہ اور مضبوط مکان اور عمدہ فرش وہ ہٹایا جاتا ہے اور کھودی ہوئی تنگ اور مضبوط قبر میں اس کو رکھتے ہیں پھر وہ سخت مٹی سے پاٹ دی جاتی ہے اور ہاتھ سے مٹی ڈالی جاتی ہے اسکی قبر پر اور ڈھیلے رکھے جاتے ہیں اور پھر بیدار کیا جانا اس کا ثابت ہے اعزا اور دوست اور اولاد سب پلٹتے ہیں اور اقربا اور احباب سب بدل جاتے ہیں دیکھو یہی قبر کی حالت ہے اور حشر کی کیفیت قبر کی تاریکی اس کے جسم میں سرایت کرتی ہے اس کی ناک سے زرد پانی بہتا ہے اور اس کے گوشت کو مٹی کھا لیتی ہے

لمحشر و نشور فثم بعثرت قبور و حصلت سريرة صدور و جئ بكل نبی و شهيد و نطيق و قعد لفصل حكمه قدير بعبيده خبير بصير فكم زفرة تغنيه و حسرة تصنيه فی موقف مهيل و مشهد جليل بين يدی ملك بكل صغيرة و كبيرة عليم فحينئذٍ يلحمه عرقه و يحفره قلقه فعبرته غيره مرحومه و ضرعته غير مسموعه و برزت صحيفته و تبينت جريرة فنظر فی سوء عمله و شهدت عينه بنظره و يده ببطشه و رجله بخطوه و جلده بلمسه و فرجه بمسه و تهدده منكر و نكير و كشف له حيث يصير فسلسل جيده و غلت يده و سيق لسيحب وحده فورد جهنم بكرب شديد و ضل يعذب فی جحيم و يسقی شربة من حميم تشوی وجهه و تسلخ جلده يستغيث فيعرض عنه خزنة جهنم و يستصرخ خفية بندم نعوذ برب قدير من شر كل مصير و نسئل

اس کا خون خشک ہو جاتا ہے اور ہڈیاں خاک ہو جاتی ہیں یہاں تک کہ حشر کا دن برپا ہوتا ہے اور اس کی ہڈیاں قبر میں جمع کی جاتی ہیں اور نفخ صور ہوتا ہے اور عذاب وثواب کیلئے بلایا جاتا ہے اور قبر سے اٹھتا ہے اور ہر نبی اور شہید کے پاس جاتا ہے اور اس امر کا متمنی ہوتا ہے کہ کون اس کو اس سختی سے بے نیاز کرے گا اور کونسی حسرت ہے جو اس کو روکے گی سخت جگہ پر خدا کے حضور میں حاضر ہونے سے جو ہر گناہ صغیرہ وکبیرہ کا عالم ہے اس وقت اس کا گوشت پسینہ ہو کر بہتا ہے اور قلق کو زیادہ کرتا ہے عبرت اس کی غیر پسندیدہ ہے اور چیخنا اس کا نامسموع ہے اس کا صحیفۂ اعمال کھولا جاتا ہے اور اس کے گناہ بیان کئے جاتے ہیں وہ اپنے اعمال کی برائیوں کو دیکھتا ہے اور اس کی آنکھیں نظر بد کی اور ہاتھ سختی کرنے کی اور پیر چلنے کی اور جسم چھونے کی اور شرمگاہ مس کئے جانے کی گواہی دیں گے اور منکر ونکیر سختی کریں گے اور جو کچھ ہونے والا ہے اس پر کھل جائے گا پھر ہاتھ اور پیر باندھے جائیں گے اور سختی سے ہنکایا جائے گا اور کوڑے مار کر داخل جہنم کیا جائے گا سخت عذاب کے ساتھ اور گرم پانی پلایا جائے گا اور منہ جلایا جائے گا اور کھال کاٹی جائے گی جب پناہ مانگے گا تو اس پر جہنم کی آگ کا خزانہ پیش کیا جائے گا اور وہ چیخے گا اور ندامت ظاہر کرے گا اور کہے گا کہ میں پناہ مانگتا ہوں خدائے رب قدیر سے ہر شر اور عذاب قیامت سے اور اس سے وہ عافیت چاہتا ہوں جس سے کہ وہ راضی ہے

عفو من رضی عنه و مغفرة من قبل منه و هو ولی مسئلتی و منجح طلبتی فمن زحزح عن تعذیب ربه جعل فی جنته بقربه و خلد فی قصور و نعمة و ملک بحور عین و تقلب فی نعیم و سقی من تسنیم مختوم بمسک عبیر یشرب من خمر معذوب شربة لیس تنزف لبه هذه منزلة من خشی ربه و حذر نفسه و تلک عقوبة من عصی منشیة و سولت له نفسه معصیة لهو قول فصل خیر قصص قص و وعظ به و نص تنزیل من حکیم حمید.

اور اس کی مغفرت سے کہ جو اس کی طرف سے ہے وہی میرے سوال کو پورا کرنے والا ہے اور میرے مطالبات پورا کرنے والا ہے پس جو شخص اپنے پروردگار کے عذاب سے دور رہا اس نے جنت میں قرب حاصل کیا اور وہ ہمیشہ قصور جنت میں متنعم رہا اور حور عین کا مالک ہوا اور ان نعمتوں میں تصرف کیا اور جنت کے اس چشمہ سے سیراب ہوا جس پر مشک و عنبر سے مہر کی گئی ہے اسے میٹھی شراب پلائی جائے گی جس سے ہونٹ نہ چکھیں گے یہ مرتبہ اس شخص کا ہے جو اپنے پروردگار سے ڈرا اور اپنے نفس کو بچایا اور عذاب اس کے لئے ہے جس نے احکام کی نافرمانی کی اور اپنے نفس کی آراستگی اور معصیت میں مشغول ہے یہ حکم فیصل بہترین قصص سے ہے قصہ بھی ہے اور نصیحت بھی جس میں ترغیب دینے کی تصریح ہے حکمت والے ستودہ شخص سے۔

یہ خطبہ کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۲۲۱ میں باسناد و بادنی تغیر الفاظ مرقوم ہے۔

تقریر و خطابت

حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کو تقریر و خطابت میں خداداد ملکہ حاصل تھا۔ مشکل سے مشکل مسئلوں پر بڑے بڑے مجمعوں میں تقریر فرماتے تھے۔ تقریریں عموماً مدلل اور مؤثر ہوتی تھیں۔ ۳۹ھ میں جب معاویہ ابن ابی سفیان نے مدافعت کے بجائے جارحانہ طریق عمل اختیار کیا تو جمعہ کے روز اپنی جماعت کو ابھارنے کے لئے جو خطبہ دیا تھا اس سے زور تقریر اور حسن خطابت کا کافی اندازہ ہوگا۔

"اما بعد. فان الجهاد باب من ابواب الجنة من ترکه البسه الله الذلة و

حمد و نعمت کے بعد جہاد جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے جس نے اس کو چھوڑا خدا

بالصغار و سیم الخسف و سیل الضیم و انی قد دعوتکم الی جهاد هولاء القوم لیلاً و نهاراً و سراً و جهاراً و قلت لکم اغزوهم قبل ان یغزوکم فما غزی قوم فی عقر دارهم الا ذلوا و اجترء علیهم عددهم هذا اخو بنو عامر قد ورد الانبار و قتل ابن حسان البکری و ازال مسالحکم عن مواضعها و قتل رجالاً منکم صالحین و قدبلغنی انهم کانوا یدخلون بیت المرأة المسلمة و الاخری المعاهدة فینزع خجلها من رجها و قلائدها من عنقها یا عجباً من امرءٍ یمیت القلوب و یحتلب الغم و سیعر الاخر ان من اجتماع القوم علی باطلهم و تفرقکم عن حقکم فبعداً لکم و سحقاً قد صرتم غرضاً ترمون و لاترمون و یغار علیکم و لا تغیرون و یعصی الله فترضون اذا قلت لکم سیروا فی الشتاء قلتم کیف نغزوا فی هذا القر والصر و ان قلت لکم سیروا فی

اس کو ذلت کا لباس پہناتا ہے۔ اور رسوائی کو شامل حال کرتا ہے۔ اور ذلت کا مزہ چکھاتا ہے اور دشمنوں کی دست درازی میں گرفتار ہوتا ہے۔ میں نے تم کو شب و روز علانیہ اور پوشیدہ ان لوگوں سے لڑنے کی دعوت دی اور میں نے کہا کہ اس سے پہلے کہ وہ تم پر حملہ کریں تم ان پر حملہ کرو وہ کوئی قوم جس پر اس کے گھر میں آ کر حملہ کیا جائے وہ ذلیل و رسوا ہوتی ہے۔ اس کا دشمن اس پر جری ہو جاتا ہے دیکھو کہ عامری نے انبار میں آ کر ابن حسن بکری کو قتل کیا یا تمہارے موروچوں کو اپنی جگہ سے ہٹا دیا، تمہاری فوج کے چند نیکوکار بہادروں کو قتل کر ڈالا اور مجھے یہ خبر معلوم ہوئی کہ وہ مسلمان اور ذمی عورتوں کے گھروں میں گھسے اور ان کے پاؤں سے ان کے پازیب اور ان کے گلے سے ان کے ہار اتار لئے (ایک قوم کا باطل پر اجتماع اور تمہارا امر حق سے برگشتہ ہونا کس قدر تعجب انگیز ہے جو دلوں کو مردہ کرتا ہے اور غم و رنج کو بڑھاتا ہے تمہارے لئے دوری و ہلاکت ہو تم نشانہ بن گئے اور تم پر تیر برسایا جاتا ہے لیکن تم خود تیر نہیں چلا سکتے۔ تم پر غارتگری کی جاتی ہے لیکن تم خود غارت گری نہیں کرتے خدا کی نافرمانی کی جاتی ہے اور تم اس کو پسند کرتے ہو جب تم سے کہتا ہوں کہ موسم سرما میں فوج کشی کرو تو تم کہتے ہو کہ اس قدر سردی اور پالے میں کس طرح لڑ

الصیف لقلتم حتی ینصرم عناً حرارة القیظ کل ھذا فرار من الموت فاذا کنتم من الحر والقر تفرون فانتم واللہ من السیف افر والذی نفسی بیدہ ما من ذلک و لکن من السیف تحیدون یا اشباہ الرجال و لاالرجال و یا احلام الاطفال و عقول ربات الحجال اما واللہ لوددت ان اللہ اخرجنی من بین اظھر کم و قبضنی الی رحمتہ من بینکم و وددت انی لم ارکم و لم اعرفکم واللہ ملاتم صدری غیظاً و جرعتمونی الامرین انفاساً و افسدتم علی رأی بالعصیان و الخذلان"

سکتے ہیں اور اگر کہتا ہوں کہ موسم گرما میں چلو تو کہتے ہو کہ گرمی کی شدت کم ہو جائے تب۔ حالانکہ یہ سب موت سے بھاگنے کا حیلہ ہے۔ پس جب تم گرمی اور سردی سے بھاگتے ہو تو خدا کی قسم تلوار سے اور بھی بھاگو گے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم اس سے نہیں بھاگتے بلکہ تلوار سے جان چراتے ہو۔ اے مرد نہیں بلکہ مرد کی تصویرو! اور اے بچوں اور عورتوں کی سی عقل اور سمجھ رکھنے والو خدا کی قسم میں پسند کرتا ہوں کہ خدا تمہاری جماعت سے مجھے نکال لے جائے اور موت دے کر اپنی رحمت نصیب کرے۔ میری تمنا تھی کہ تم سے جان پہچان نہ ہوتی، خدا کی قسم تم نے میرا سینہ غیظ و غضب سے بھر دیا ہے تم نے مجھے دو تلخیوں کے گھونٹ پلائے ہیں اور عصیان اور نافرمانی کر کے میری رائے کو برباد کر دیا ہے۔

حضرت علیؓ کے طرفداروں کے قلوب اگرچہ پژمردہ ہو چکے تھے اور قوائے عملی نے جواب دیدیا تھا تاہم اس غیرت انگیز تقریر نے تھوڑی دیر کے لئے ہلچل پیدا کر دی اور ہر طرف سے پر جوش صداؤں نے لبیک کہا۔

علامہ شریف رضی نے حضرت علیؓ کے تمام خطبوں کو "نہج البلاغہ" کے نام سے چار جلدوں میں جمع کر دیا ہے اور ان پر اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے یہ نہایت صحیح لکھا ہے کہ ان خطبوں نے ہزاروں اور لاکھوں آدمیوں کو فصیح و بلیغ و مقرر بنا دیا ہے (خلفاء راشدین صفحہ ۳۰۴)۔

شاعری

عرب میں شاعری بہتر چیز سمجھی جاتی تھی۔ زمان جاہلیت میں اہل عرب شاعری کے بہت

دلدادہ تھے۔ اسلام میں بھی شاعری بہت پسند کی جاتی رہی ہے۔ زبان نبوت سے حضرت حسان ابن ثابت شاعر کے متعلق ارشاد تو مشہور ہی ہے۔

حضرت علی مرتضیٰ کی شاعری بھی کتب احادیث و سیر و تاریخ میں موجود ہے احادیث میں اکثر رجزیہ اشعار موجود ہیں۔ چنانچہ صحیح مسلم باب غزوہ ذی قرد وغیرہ جلد ۲ صفحہ ۱۰۲ میں ہے کہ معرکہ خیبر میں آپ نے یہ شعر پڑھا تھا

انا الذی سمتنی امی حیدراً　　کلیث غابات کریھا المنظراً

میں وہ ہوں کہ میرا نام میری ماں نے حیدر رکھا۔ میں مثل جنگلی شیر کے مہیب ہوں۔

شیخ علی متقی کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۲ میں بروایت ابن عساکر لکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے معاویہ کا فخر سن کر یہ اشعار فرمائے۔

محمد النبیؐ اخی و صھری　　و حمزہ سید الشھداء عمی

محمد صلعم میرے بھائی اور میرے خسر ہیں اور سید الشہداء حمزہ میرے چچا ہیں۔

و جعفر الذی یمسی و یضحی　　یطیر مع الملائکۃ ابن امی

اور جعفر طیار جو صبح و شام فرشتوں کیساتھ اڑتے ہیں وہ میرے بھائی ہیں۔

و بنت محمدؐ سکنی و عرسی　　منوط لحمھا بلمی و لحمی

آنحضرتؐ کی بیٹی فاطمہؑ میری بیوی ہیں ان کا گوشت میرے گوشت وخون سے ملایا گیا ہے۔

و سبطا احمد ولدای منھا　　فایکم سھم کسھمی

اور آنحضرتؐ کے دونوں نواسے انہیں بیوی سے میرے بیٹے ہیں۔ تم میں سے کون ایسا ہے جو میرا سہیم و شریک ہو۔

سبقتکم الی الاسلام طراً　　صغیراً ما بلغت اوان حلمی

میں نے تم سے اسلام لانے میں ایسی حالت میں سبقت کی، میں کم سن تھا قریب بہ بلوغ نہیں پہنچا تھا۔

کتب سیر مثل مطالب السئول و تذکرۃ الخواص الامۃ و مناقب اخطب خوارزم و وسیلۃ النجاۃ وغیرہ میں کثرت سے آپ کے اشعار موجود ہیں۔ ملا محمد مبین فرنگی محلی وسیلۃ النجاۃ صفحہ ۱۴۶ میں لکھتے

ہیں۔

﴿دیوانیکہ منسوب است بوی علیہ السلام مشہور و معروف است مشتمل بر فوائد عظیمہ و منافع جسیمہ﴾.

اور جو دیوان کہ حضرت علی علیہ السلام کی طرف نسبت کیا جاتا ہے مشہور و معروف ہے بڑے بڑے فائدہ اور منافع اس میں شامل ہیں۔

اشعار

اذااشتملت علی الیاس القلوب و ضاق لما به الصدور الرحیب

جب دل نا امیدی سے بھر جاتے ہیں، اور کشادہ سینہ اس سے تنگ ہو جاتے ہیں۔

و اوطنت المکاره و اطمانت و ارست فی اماکنها الخطوب

اور مکروہ باتیں اپنا وطن کر کے رہ جاتی ہیں اور پنے مکانوں میں مقاصد امور بند ہو جاتے ہیں۔

و لم یر لانکشاف الضروجه و لا غنی لحیلة الاریب

اور نہیں دکھائی دیتی کوئی وجہ ضرر کی انکشاف کے کوئی عقلمند اپنے حیلہ سے بے نیاز نہیں کرتا۔

اتاک علی قنوط منک عون یجئی به القریب المستجیب

آتی ہے اسکو نا امیدی پر تیری طرف سے مدد۔ آتا ہے اس کے ساتھ لطف قبول کرنیوالا اور دعا قبول کرنیوالی۔

و کل الحادثات اذا تناهت فمقرون بها فرح قریب

اور تمام حوادث جب اپنی حد کو پہنچتے ہیں نزدیک ہوتی ہے اس کے ساتھ فرحت قریب ہونیوالی (ترجمہ وسیلۃ النجاۃ صفحہ ۱۵۸)۔

علامہ جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفاء صفحہ ۷۰ میں لکھتے ہیں کہ امام شعبی کہتے تھے کہ حضرت ابوبکر صدیق شعر کہا کرتے اور حضرت عمر فاروق بھی شعر کہتے اور حضرت عثمان غنی بھی شاعری کرتے، حضرت علی ان تینوں حضرات میں اشعر یعنی بڑے شاعر تھے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پر ہم حضرات خلفائے اربعہ کے چار اشعار بھی نقل کردیں جس سے علاوہ فصاحت وبلاغت کے ناظرین کو ہر ایک کے مذاق سخن کا بھی پتہ چل جائے۔ ایک ہی مضمون کو ان چاروں حضرات نے اپنے اپنے مذاق کے موافق نظم فرمایا ہے۔

شعر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

الموت باب و کل الناس داخله فیا لیت شعری بعدالموت مالدار

موت ایک دروازہ ہے جس میں سب داخل ہوں گے۔ کاش معلوم ہوتا کہ مرنے کے بعد کون گھر ملے گا۔

شعر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

الدار دار نعیم ان عملت یرضی لاله و ان خالفت فالنار

اے نفس اگر تو اعمال صالح کرے گا اور خدا خوش ہوجائے گا تو بعد موت تجھ کو جنت میں گھر ملے گا اور اگر مخالفت کرے گا تو پھر دوزخ میں گھر ملے گا۔

شعر حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ

هما مجلان ما للمرء غیر هما فاختر لنفسک ای الدار تختار

یہی دونوں گھر جنت اور دوزخ ہیں آدمی کیلئے انکے سوا کوئی گھر نہیں تجھکو اختیار ہے بذریعہ عمل نیک و بد جس کو چاہے اختیار کر۔

شعر حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ

لیس للعباد سوی الفردو س ان عملوا وا ن هفو هفوه فالرب الغفار

اگر اعمال صالح کریں پھر فردوس تو بندوں کا گھر ہی ہے اور اگر لغزش بھی ہوجائے تو بھی اللہ بخشنے والا ہے۔ (آئمۃ الھدیٰ صفحہ ۸۱)

منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عقیل نے بذریعہ خط حضرت علیؓ سے ان کا حال دریافت کیا تھا آپ نے جواب میں یہ دو شعر تحریر فرمائے

فان تسئلنی کیف انت فاننی جلید علی عض الزما ن صلیب

اگر تم میرا حال دریافت کرتے ہو تو میں مصائب زمانہ پر متحمل اور مضبوط ہوں۔

عزیز علی ان یری بی کابة   فیفرح واش او لیاء حبیب

مجھ پر سخت گذرتا ہے کہ دنیا کی تکلیف میرے چہرے سے ظاہر ہو جسے دیکھ کر میرا دشمن خوش اور دوست غمگین ہو۔

حضرت علی کا دیوان مشہور خاص و عام ہے انداز دلنشین و پر تاثیر ہے جو فصاحت و بلاغت کلام منثور میں ہے وہی نظم میں بھی ہے۔

حاضر جوابی

حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ حاضر جوابی میں بھی فرد تھے، ایک ہی مضمون مختلف طریقوں سے ادا کر دینے میں خداداد مہارت اور لیاقت رکھتے تھے۔ حاضر جوابی کا یہ قصہ بہت مشہور ہے۔

ایک مرتبہ آنحضرتؐ اور حضرت علیؓ اور چند صحابہؓ کرام کھجوریں نوش فرما رہے تھے۔ آنحضرتؐ خوش طبعی کے طور پر خرمہ نوش فرما کے گٹھلیاں حضرت علیؓ کے سامنے رکھتے جاتے اور صحابہ بھی آپ کے تتبع میں ایسا ہی کرتے۔ جب کھجوریں ختم ہو گئیں تو آنحضرتؐ فرمانے لگے سب سے زائد کس نے کھائیں؟ صحابہ نے عرض کیا ”من کثر نواته فهو اکول“ (جسکے سامنے سب سے زائد گٹھلیاں ہیں وہی سب سے زائد کھانیوالا ہے)۔ حضرت علیؓ نے برجستہ فرمایا ”لابل اکل مع النواة فهو اکول“ (نہیں بلکہ جو کھجوروں کو معہ گٹھلیوں کے کھا گیا وہ سب سے زائد کھانے والا ہے۔) آنحضرتؐ اس حاضر جوابی سے بہت خوش ہوئے (مناقب مرتضوی صفحہ ۲۵۵۔ والمرتضی صفحہ ۱۰۴)۔

ایک شخص نے آپ سے دریافت کیا کہ اگر کسی آدمی کو ایک مکان کے اندر داخل کر کے اسکے دروازہ چاروں طرف سے بند کر دیئے جائیں تو رزق معہود اس کو کس طرح پہنچے گا آپ نے فرمایا ”من حیث یاتی اجله“ (یعنی جس طرف سے اس کی موت آئے گی)۔ اسی طرح ایک شخص نے پوچھا کہ مشرق اور مغرب کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ آپؓ نے فرمایا: ”مسیرہ یوم الشمس“ (یعنی بقدر آفتاب کے ایک یوم کی رفتار کے) (المرتضی صفحہ ۱۰۴)۔

محمد بن قیس سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ چند یہودی حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے کہ آپ لوگوں نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پچیس سال بھی صبر نہ کیا آپس میں لڑنے

لگے آپ نے فرمایا کہ صبر در حقیقت بہتر تھا لیکن تمہارے قدم ابھی دریا سے باہر نکل کر خشک بھی نہیں ہوئے کہ تم نے کہنا شروع کیا "یا موسی اجعل لنا الھا کما لھم الھه" یعنی اے موسیٰ جیسے مصر والوں کے خدا تھے ویسے ہی خدا ہم کو بھی بنا دو (ارجح المطالب صفحہ ۱۳۶)۔

اس سے مقصد یہ ہے کہ حضرت موسیٰ نے نیل مصر عبور کر کے تم کو فرعون کے شر سے بچایا تھا تم نے خدا کو بھلا کر گوسالہ پرستی شروع کر دی تھی تم ہم پر کیا طعن کرتے ہو وہ لوگ جواب میں کچھ نہ کہہ سکے۔

علامہ جار اللہ زمخشری اربعین میں لکھتے ہیں کہ مروی ہے خوارج نے جب حدیث "انا مدینة العلم وعلیؑ بابھا" سنی تو ان میں سے دس لکھے پڑھے شخص حضرت علیؑ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اے علیؑ ہم سب تم سے ایک سوال کریں گے اگر تم نے ہم سب کو علیحدہ علیحدہ جواب دے دیا تب ہم سمجھیں گے کہ تم باب مدینۂ علم رسول ہو آپ نے فرمایا اچھا پوچھو۔ انہوں نے پوچھا "علم بہتر ہے یا مال"؟ آپ نے نمبروار جواب دینا شروع کیا:

پہلے سے فرمایا: علم بہتر ہے۔ ان لوگوں نے کہا کیوں؟ آپؑ نے فرمایا علم اس لئے بہتر ہے کہ وہ انبیا کی میراث سے ہے اور مال قارون و ہامان و فرعون کی میراث سے ہے۔

دوسرے سے فرمایا: علم اس لئے بہتر ہے کہ وہ تمہارا نگہبان ہے مال کی نگہبانی تم کو کرنا پڑتی ہے۔

تیسرے سے فرمایا: علم اس لئے بہتر ہے کہ مالدار کے دشمن بہت ہوتے ہیں اور صاحب علم کو سب دوست رکھتے ہیں۔

چوتھے سے فرمایا: علم اس لئے بہتر ہے کہ مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے اور علم تعلیم دینے سے زیادہ ہوتا ہے۔

پانچویں سے فرمایا: علم اس لئے بہتر ہے کہ صاحب مال اکثر بخیل ہوتا ہے اور صاحب علم ہمیشہ کریم کہلاتا ہے۔

چھٹے سے فرمایا: علم اس لئے بہتر ہے کہ مال کیلئے چور و ڈاکو اور ہزار آفتیں ہیں علم ان سب سے بے خوف ہے۔

ساتویں سے فرمایا: علم اس لئے بہتر ہے کہ مالداروں سے قیامت کے روز حساب لیا جائے

گا اور صاحب علم سے نہیں۔

آٹھویں سے فرمایا: علم اس لئے بہتر ہے کہ مال عرصہ تک رکھنے سے کہنہ و فرسودہ ہو جاتا ہے علم کو امتداد زمانہ سے نقصان نہیں ہوتا۔

نویں سے فرمایا: علم اس لئے بہتر ہے کہ اس سے قلب نور حاصل کرتا ہے اور مال سے دل سیاہ ہوتا ہے۔

دسویں سے فرمایا: علم اس لئے بہتر ہے کہ کثرت مال سے فرعون وغیرہ نے خدائی کا دعوی کیا اور صاحب علم یعنی آنحضرتؐ نے "ماعبدناک حق عبادتک" یعنی ہم نے تیری عبادت جیسی چاہیے تھی نہیں کی، فرمایا پھر حضرت علیؑ نے خوارج سے فرمایا خدا کی قسم اگر موت کے وقت تک تم مجھ سے یہی سوال کئے جاؤ گے تب بھی میں برابر جواب دیتا رہوں گا اور ہرگز ایک بات مکرر نہ کرونگا یہ سن کر ان لوگوں نے توبہ کی اور اپنی مخالفت سے باز آئے (مناقب مرتضوی صفحہ ۱۳۹، والمرتضی صفحہ ۱۰۴)

تعبیر رؤیا

حضرت علیؑ مرتضی کرم اللہ وجہہ کو خواب کی تعبیر کا بھی خاص علم دیا گیا تھا جو آپ کی اولاد میں متوارث رہا۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ وعلی آباۂ السلام کی شہرت تعبیر محتاج بیان نہیں۔

ابن سیرین مشہور معبر انہیں کے شاگرد ہیں۔ عبداللہ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت علیؑ سے ملاقات کر کے پوچھا کہ کیا وجہ ہے آدمی خواب دیکھتا ہے بعض خواب سچا ہوتا ہے اور بعض جھوٹا۔ آپ نے فرمایا کہ کوئی مرد یا عورت ایسی نہیں کہ جو سوئی اور اس کی روح عرش کی طرف نہ پرواز کرتی ہو جو عرش کے نیچے نہیں بیدار ہوتا ہے اس کا خواب سچا ہوتا ہے اور جو بیدار ہوتا ہے اس کا خواب جھوٹا ہوتا ہے (مستدرک جلد ۴ صفحہ ۳۹۷ کتاب تعبیر رؤیا)۔

فراست

حضرت علیؑ کے فراست کی یہ کیفیت تھی کہ صورت دیکھ کر آپ فوراً سمجھ جاتے کہ آئندہ اس پر کیا گذرنے والا ہے۔ ذرا سی بات اور اشارہ سے آپ وہ سمجھتے جو کوئی باوجود شرح وبسط نہ سمجھ پاتا۔ فراست کا تعلق عقل سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالی نے آپ کو عقل کامل عطا فرمائی تھی۔ لہذا اس میں آپ

کوکمال حاصل تھا۔حدیث میں ہے۔

اتقوا فراسة المؤمن فانه ینظر بنور الله — مؤمن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے

شیخ علی متقی کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۴۰۸ میں بروایت ابن عساکر لکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے اہل کوفہ سے فرمایا کہ عنقریب تم میں کے سات نہایت برگزیدہ شخص قتل کئے جائیں گے جو مثل اصحاب اخدود کے ہوں گے۔(اصحاب اخدود کا قصہ کلام مجید میں موجود ہے) ان میں حجر ابن عدی صحابی اور دوسرے اصحاب ہوں گے اور یہ سب اہل کوفہ سے ہوں گے۔چنانچہ ان کو معاویہ نے دمشق میں بعد شہادت حضرت علیؑ قتل کیا۔حجر ابن عدی کی شہادت کی خبر سے حضرت علیؑ نے بنور فراست مطلع فرمایا تھا۔

حافظہ

حضرت علی کا حافظہ بہت زبردست اور غیر معمولی تھا۔وقائع واحادیث کے یاد رکھنے اور ضرورت کے وقت ان پر عمل کرنے اوموقع سے کام میں لانے میں آپ کو کمال حاصل تھا۔اس فضیلت میں آپ سب سے ممتاز تھے۔

عبداللہ بن امام حسن سے منقول ہے اور نیز مکحول خود حضرت علیؑ سے روایت کرتے ہیں کہ جب آیۂ کریمہ "و تعیها اذن واعیه" (یادرکھیں گے اس کو یادرکھنے والے کان) نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے علی میں نے تیرے لئے خدا سے دعا کی ہے کہ تیرے کان ایسے ہوجائیں خدا نے دعا قبول فرمائی۔چنانچہ اس کے بعد سے میں نے ایسی کوئی بات آنحضرتؐ سے نہیں سنی جو مجھکو یاد نہ ہو اس وقت سے میں کسی بات کو بھولا نہیں۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ میں نے تمہارے لئے خدا سے دعا کی ہے کہ تمہارے کان ایسے ہی ہوجائیں حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اس کے بعد سے پھر مجھکو نسیان نہیں ہوا۔(کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۴۰۸۔ بروایت ابن مردویہ وابونعیم و ارجح المطالب صفحہ ۱۲۰ بروایت دیلمی وحلیۃ الاولیاء ومناقب ابن المغازلی)۔

امام ثعلبی تفسیر میں اور واحدی اسباب النزول میں لکھتے ہیں کہ بریدۂ اسلمی کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علیؑ سے فرماتے سنا کہ اللہ تعالی نے مجھکو حکم دیا ہے کہ تم کو تعلیم دوں کہ تمہارے ذہن میں محفوظ رہے اور خدا پر حق ہے اس بات کا کہ وہ تمہارے ذہن میں محفوظ رکھے پھر یہ آیت نازل ہوئی "و تعیھا اذن واعیہ" (مطالب السؤول صفحہ ۱۶۹۔ کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۸ بروایت ابن عساکر)۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تفسیر فتح العزیز میں لکھتے ہیں کہ نکتہ تخصیص یہ ہے کہ حضرات اہل بیتؑ کا بغیر حضرت علیؑ کے کشتی نجات ہونا متصور نہ تھا کیونکہ اس وقت میں اہل بیت رسولؐ اس طریقہ سے قابل امامت نہ تھے صغیر السن تھے ان کی تعلیم وتربیت دوسرے پر محول فرمانا، آنحضرتؐ کی شان کے خلاف تھا۔ حضرت علیؑ کو تعلیم فرما کر ان کو ان کا امام قرار دینا اور اپنے کمال عملی کو ان کی صورت میں متصور کرنا اس لئے ضروری ہوا کہ آپ بحکم اُبوّت اس کمال کو اپنے صاحبزادوں (حضرات حسنینؑ) کو پہنچادیں تا کہ یہ سلسلہ قیامت تک ان کے توسط سے جاری رہے اس لئے حضرت علیؑ کو یعسوب المؤمنین کا خطاب دیا اور چونکہ آپ علاقہ دامادی بھی آنحضرتؐ سے رکھتے تھے اور بچپن سے آپ نے آنحضرت کی گود میں پرورش بھی پائی تھی، ہر امر میں رفیق وشریک بھی تھے اسی وجہ سے حکم فرزندی بھی آپ پر صادق آتا تھا اور بسبب قرابت قریبہ کے مناسبت کلیہ قوائے روحانیہ آنحضرتؐ سے بھی حاصل تھی لہذا آپ گویا پرتو اور صورت کمال عملی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے جس کو ولایت وطریقت کہتے ہیں۔ آپ کی یہ استعداد آنحضرتؐ کی دعا سے روز بروز دو چند ہوتی رہی اور غایت مرتبہ کمال کو پہنچی یہاں تک کہ اس کے آثار تمام سلاسل اولیاء میں پیدا اور ہویدا ہیں۔ (روض الازہر صفحہ ۱۱۱ و شہادت نامہ صفحہ ۱۰)۔

سرعت فہم

حضرت علیؑ اس درجہ ذکی الطبع اور ذہین اور نکتہ رس تھے کہ مشکل سے مشکل مسائل میں فوراً آپ کا ذہن کنہ پر پہنچ جاتا۔ سعید بن المسیب سے مروی ہے کہ ایک شخص حضرت عمر فاروق کے پاس لایا گیا لوگوں نے اس سے پوچھا کہ تو نے آج کس حالت میں صبح کی اور تیرا کیا حال ہے اس نے کہا

میں نے اس حالت میں صبح کی کہ میرا یہ حال ہے میں فتنہ کو دوست رکھتا ہوں اور حق سے کراہت کرتا ہوں اور یہود و نصاریٰ کی تصدیق کرتا ہوں اور جس کو میں نے نہیں دیکھا ہے اس پر ایمان لاتا ہوں اور جو چیز پیدا نہیں ہوئی ہے اس کا اقرار کرتا ہوں حضرت عمر نے یہ سن کر حضرت علیؑ کو بلوایا اور ان کو یہ قول سنوایا آپ نے فرمایا کہ یہ سچ کہتا ہے فتنہ کو دوست رکھتا ہے، فتنہ مال اور اولاد ہے کلام مجید میں ہے "انما اموالکم و اولادکم فتنة" (حقیقتاً تمہارا مال اور تمہاری اولاد فتنہ ہے) حق کو مکروہ جانتا ہے اس سے مراد موت ہے کلام مجید میں ہے "وجائت سکرة الموت بالحق" (آئی موت کی بیہوشی حق کے ساتھ)۔ یہود و نصاریٰ کی جو تصدیق کرتا ہے تو کلام مجید میں ہے "و قالت الیهود لیست النصاری علی شئی و قالت النصاری لیست الیهود علی شئی" (یہود کہتے ہیں کہ نصاریٰ کسی بات پر نہیں اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ یہود کسی بات پر نہیں)۔ نہ دیکھنے والی شئی پر ایمان لانے سے یہ مطلب ہے کہ خدا پر ایمان لایا ہے اور نہ پیدا کی ہوئی چیز پر اقرار کرنے سے یہ مطلب ہے کہ قیامت کا اقرار کرتا ہے۔ حضرت عمر یہ سن کر فرمانے لگے کہ میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں ایسی مشکل کے آپڑنے سے جس کے دفع کرنے کیلئے ابوالحسن (حضرت علیؑ) موجود نہ ہوں۔ (نور الابصار صفحہ ۱۱۸)۔

اصابت رائے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اصابت رائے پر عہد نبوت ہی سے اعتماد کیا جاتا تھا اس لئے تمام مہمات امور میں شریک مشورہ کئے جاتے تھے واقعہ افک میں آنحضرت نے آپ سے مشورہ لیا آپ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ، حضرت عائشہ والے معاملہ میں بریرہ کنیز سے پوچھئے اس نے حضرت عائشہ کے فضائل بیان کئے۔ غزوۂ طائف میں آنحضرتؐ نے آپ سے اتنی دیر تک سرگوشی فرمائی کہ لوگوں کو اس پر رشک ہونے لگا۔ علم و فضل اور وسعت نظر کے ساتھ اصابت رائے کی سب سے زیادہ ضرورت انفصال مقدمات میں ہوتی ہے۔ اسی اصابت رائے کی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو سب سے پہلے یمن کا قاضی مقرر کر کے روانہ فرمایا تمام صحابہ میں آپ سب سے بڑے قاضی تسلیم کئے گئے، آنحضرتؐ نے آپ کی رائے کو جو آپ نے ایک مقدمہ کے فیصلہ میں

ظاہر فرمائی تھی معلوم کر کے فرمایا تھا۔

ما اجد فیھا الا ما قال علی — میرے نزدیک اس کا فیصلہ وہی ہے جو علی نے کہا

یا ایک مرتبہ آپ کے فیصلہ سے بہت خوش ہونے کے بعد فرمایا تھا:

الحمد لله الذی جعل فینا الحکمة اهل البیت — اس خدا کا شکر ہے جس نے ہم اہل بیت کو حکمت سکھائی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام خلفا آپ سے اہم معاملات میں مشورہ لیتے تھے چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق نے مہاجرین وانصار کی جو مجلس شوری قائم کی اس کے ایک رکن آپ بھی تھے۔

حضرت عمر فاروق کے متعلق تو تمام مورخ اس امر پر متفق ہیں کہ حضرت عمر سے زیادہ مدبر کوئی خلیفہ نہیں ہوا۔ اس کی خاص وجہ یہ تھی کہ حضرت عمر ہر امر میں حضرت علیؑ سے مشورہ کرتے تھے۔ مثلاً جنگ عراق عرب میں جب لوگوں نے حضرت عمر کو جانے کا مشورہ دیا اور اکابر صحابہ نے اس سے اختلاف کیا تو حضرت علیؑ سے بھی پوچھا گیا اور جب انھوں نے بھی اختلاف کیا تب حضرت سعد ابن ابی وقاص بھیجے گئے۔ فتح قادسیہ کے بعد حضرت علی ہی کی رائے پر حضرت عمر نے نوشیرواں کا سامان تقسیم کیا۔ فتح بیت المقدس میں حضرت علیؑ ہی کی رائے کے موافق تشریف لے گئے۔ مدینہ میں حضرت علی کو اپنا نائب مقرر کر کے کاروبار خلافت ان کے سپرد کر دیا۔ ملک شام جب تشریف لے جانے لگے تو اس وقت بھی حضرت علی کو مدینہ کی حکومت سپرد فرمائی۔ سنہ ۲۱ھ میں جنگ عراق عجم میں جب حضرت عثمان نے جانے کی رائے دی تو اس وقت بھی حضرت علی نے اختلاف کیا اور حضرت عمر نے آپ ہی کی رائے پسند کی اور تشریف نہیں لے گئے۔ حضرت عمر، حضرت علیؑ کو سب سے بہتر جانتے تھے آپ کی اصابت رائے کی سب سے اعلی دلیل حضرت عمر کا یہ مقولہ ہے ﴿لولا علی لھلک عمر﴾ اصابت رائے کے تفصیلی واقعات "سیرۃ الفاروق" مصنفہ مولوی شبلی نعمانی سے معلوم ہو سکتے ہیں۔

مولوی معین الدین ندوی خلفائے راشدین صفحہ ۱۳۷ میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمر نے مخصوص مجلس شوری جو قائم کی تھی اس کے اراکین کے نام اگرچہ ہم کو معلوم نہیں ہیں لیکن حضرت علیؑ

لازمی طور پر اس کے ایک رکن رہے ہوں گے کیونکہ حضرت عمر کو ان کی رائے پر اس قدر اعتماد تھا کہ جب کوئی مشکل معاملہ پیش آجاتا تھا تو حضرت علی کے مشورہ کے بغیر اس کے فیصل کرنے سے پناہ مانگتے تھے مذہبی اور تمدنی معاملات کے علاوہ بہت سے سیاسی واقعات مذکور ہیں جن میں حضرت عمر نے حضرت علیؑ کی رائے کو ترجیح دی چنانچہ معرکہ نہاوند میں جب ایرانیوں کی کثرت نے حضرت عمر کو بیحد مشوش کر دیا تو انھوں نے مسجد نبوی میں تمام صحابہ کو جمع کر کے رائے طلب کی۔ حضرت طلحہ نے کہا امیر المؤمنینؓ آپ خود ہم سے زیادہ سمجھ سکتے ہیں البتہ ہم لوگ تعمیل حکم کے لئے تیار ہیں۔ حضرت عثمان نے مشورہ دیا کہ شام و یمن وغیرہ سے فوجیں جمع کی جائیں اور آپ خود سپہ سالار ہو کر میدان جنگ تشریف لے جائیں اب تک حضرت علیؑ خاموش تھے لیکن حضرت عمر نے آپ کی طرف دیکھا تو بولے کہ شام سے اگر فوجیں ہٹیں تو مفتوحہ مقامات پر دشمنوں کا تسلط ہو جائے گا۔ اور اگر آپ نے مدینہ چھوڑا تو عرب میں ہر طرف قیامت برپا ہو جائے گی اس لئے میری رائے یہ ہے کہ آپ یہاں سے نہ ہلیں او شام و یمن وغیرہ میں فرمان بھیج دئے جائیں کہ جہاں جہاں جسقدر فوجیں ہوں ایک ایک ثلث ادہر روانہ کر دی جائیں۔ حضرت عمر نے اس رائے کو پسند کیا اور کہا کہ میرا بھی یہی خیال تھا۔

ارجح المطالب صفحہ ۱۷۰ میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر نے خود بنفس نفیس حرب روم میں شریک ہونے کا ارادہ کیا۔ حضرت علیؑ نے ان کو منع کیا کہ آپ بذات خاص حرب میں شریک نہ ہوں اگر آپ شہید ہو جائیں گے تو کسر شان اسلام ہوگی اور اشاعت اسلام میں فتور آ جائے گا۔ حضرت عمر نے آپ کے فرمانے کے مطابق عمل کیا۔ حضرت عثمان نے بھی آپ سے اہم معاملات میں مشورے لئے۔ اگر اپ کے مشوروں پر عمل کیا جاتا تو ان کا عہد نہ صرف فتنہ وفساد سے محفوظ رہتا بلکہ قبائل عرب میں ایک ایسا توازن ہو جاتا کہ آئندہ جھگڑے کی کوئی صورت ہی نہ پیدا ہوتی۔

ینابیع المودۃ صفحہ ۱۵۰ میں ہے کہ حضرت علیؑ رائے اور تدبر میں بہت بہتر تھے اپنی رائے میں بہت سخت اور تدبیر میں اصح تھے آپ کے دشمن کہتے ہیں کہ آپ صرف رائے سے اس لئے کام نہیں لیتے کہ اس کو شریعت سے مقید کرتے شرع کے خلاف ہوتا تو کچھ نہیں کرتے اس لئے ارشاد کیا کہ "لولا الدین و التقی لکنت ادھی العرب" (اگر دین اور تقوی نہ ہوتا تو میں عرب میں بہت

بڑا مدبر ہوتا) اور فرماتے کہ خدا کی قسم معاویہ مجھ سے زائد مدبر نہیں مگر وہ بے وفائی اور فجور کرتا ہے اگر میں بے وفائی کو مکروہ نہ جانوں تو میں لوگوں میں سب سے بڑا مدبر ہوں ہر بے وفائی سبب فجور ہے اور ہر فجور سبب کفر ہے اور ہر بے وفا کے لئے ایک نشان ہوگا جس سے وہ قیامت میں پہچانا جائیگا خدا کی قسم کسی دھوکے سے نہ میں غفلت میں... پڑا اور نہ کسی سختی سے میں نے چشم پوشی کی اور آپؑ نے فرمایا کہ امامِ ہدایت اور امامِ ضلالت اور ولی نبی اور عدو نبی برابر نہیں ہوتا۔

فضائل عملی

عملی فضائل جن سے مراد اخلاق حمیدہ وخصائل پسندیدہ ہیں دو قسم پر مشتمل ہیں ا۔صوری اس سے مراد اوصاف بشری ہیں ۲۔معنوی اس سے مراد اوصاف ملکی ہیں ان کے بیانات آئندہ آئیں گی۔

حضرت علیؑ کی فطرت میں اللہ تعالیٰ نے جو کمالات ودیعت فرمائے تھے وہ خواص افراد بنی آدم واشرف رجال نوع انسان میں اس سے زیادہ نہیں ہوسکتے اسلیے حضرت علیؑ جامع اخلاق کہے جانے کے مستحق ہیں۔زمان طفولیت ہی سے آپ نے آنحضرتؐ کے دامن عاطفت میں تربیت حاصل کی تھی اس لئے آپ قدرۃً حسن اخلاق وحسن تربیت کا نمونہ تھے کبھی زبان، کفر وشرک سے آلودہ نہ ہوئی اور نہ غیر خدا کے سامنے پیشانی جھکی جاہلیت کی برائیوں سے پاک وصاف رہے، شراب جو عرب کی گھٹی میں پڑی تھی اسلام سے پہلے بھی حضرت علی نے کبھی نہیں پی۔

فائدہ

حضرت علیؑ کے ایک مخالف نے محض بلحاظ اظہار تخالف اس امر کو مشہور کر دیا کہ شراب حرام ہونے سے قبل حضرت علیؑ نے ایک مرتبہ مجمع میں شراب پی کر نماز پڑھائی اور سورۂ کافرون میں کچھ کا کچھ پڑھ گئے۔ جس پر آیت حرمت شراب نازل ہوئی۔اس واقعہ کو ترمذی وابوداؤد نے بھی روایت کر دیا ہے۔متاخرین میں مولوی شبلی نعمانی نے بھی سیرت النبی جلد دوم میں حرمت شراب کی سند میں اس غیر محقق واقعہ کو لکھ دیا ہے۔اگرچہ حرمت کا حکم نازل ہونے سے پہلے شراب پینا مذہباً گناہ نہیں سمجھا جاتا تھا لیکن کمال تقوی کے خلاف ضرور تھا۔حالات وواقعات سے کسی طرح یہ ثابت نہیں

ہوتا کہ حضرت علیؓ کا دہن مبارک کبھی اس سے آلودہ ہوا ہوگا۔ حاکم نے مستدرک جلد ۴ کتاب الاشربہ صفحہ ۱۴۲ میں تین حدیثیں اس بارے میں درج کی ہیں جس سے اصل قصہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ نے یہ واقعہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کا جو قبل تحریم خمر واقع ہوا تھا بہ سبیل تذکرہ ایک روز بیان فرمایا تھا۔ مولوی معین الدین ندوی خلفائے راشدین صفحہ ۲۰۷ میں لکھتے ہیں کہ اس روایت (ترمذی وابوداؤد) کے قبول کرنے میں ہمیں تردد ہے۔ اصل یہ ہے کہ اس کا اخیر روای گو پہلے علوی تھا (یعنی ابوعبدالرحمٰن سلمی) مگر آخر میں حضرت علی کا مخالف (عثمانی) ہوگیا۔ اس لئے حضرت علیؓ کی شان میں اس کی مخالف شہادت معتبر نہیں ہوسکتی۔ اب حاکم کی مستدرک چھپ چکی ہے اسکی روایت سے اصلی واقعہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ نے یہ واقعہ ایک اور شخص کا بیان کیا تھا۔ عثمانی راوی نے خود حضرت علی مرتضیٰؓ کا نام رکھدیا حاکم نے اس روایت کو نقل کر کے لکھا ہے کہ بحمد اللہ اس روایت سے حضرت علی کے مخالفین جو آپ پر اعتراض کرتے تھے وہ اٹھ گیا۔ حدیث ابوداؤد کی شرح میں مولانا ابوعبدالرحمٰن شرف الحق محمد اشرف صدیقی عظیم آبادی اپنی کتاب عون المعبود شرح سنن ابوداؤد جلد ۳، کتاب الاشربہ صفحہ ۳۶۵ میں بعد روایت حاکم لکھتے ہیں۔

قال و فی هذا الحديث فائدة كبيرة و هی ان الخوارج تنسب هذا السكر و هذه القرأة الى امير المؤمنين علی بن ابی طالبؓ دون غيره و قد برائه الله منها فانه راوی الحديث قال المنذری و اخرجه الترمذی و النسائی وقال الترمذی حسن غريب صحيح هذا آخر كلامه و فی اسناده عطاء ابن السائب لا نعرف الا من حديثه وقد

کہا (حاکم نے بعد حدیث کے) اس حدیث میں بہت بڑا فائدہ یہ ہے کہ خوارج اس شراب کو اور اس قرأت کو حضرت امیر المومنین علیؓ ابن ابی طالب کی طرف منسوب کرتے ہیں ان کے علاوہ اور کسی کو نہیں کہتے در حقیقت اللہ نے اس سے آپ کو بری رکھا پس وہی بیشک حدیث کے راوی ہیں منذری کا قول ہے کہ اس حدیث کی تخریج ترمذی اور نسائی نے بھی کی اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے یہی ان کے کلام کا آخری کلمہ ہے اس حدیث کی سندوں میں ایک راوی عطا بن السائب ہیں جو بجز اس حدیث کے اور کسی حدیث میں پہچانے

قال یحیی بن معین لا یحتج بحدیثه وفرق مرة بین حدیثه القدیم و حدیثه الحدیث و واقفه علی التفرقه الامام احمد وقال ابو بکر البزار هذا الحدیث لا نعلم یروی عن علی متصل الاسناد الامن حدیث عطاء بن السائب عن ابی عبد الرحمن یعنی السلمی و انما کان ذلک قبل ان یحرم الخمر فحرمت من اجل ذلک هذا اخر کلامه و قد اختلف فی اسناده ومتنه فالاختلاف فی اسناده فرواه سفیان الثوری و ابو جعفر الرازی عن عطاء ابن السائب فارسلوه و اما الاختلاف فی متنه ففی کتاب ابو داؤد الترمذی ما قد مناه فی کتاب النسائی و ابو جعفر النحاس ان المصلی بهم عبد الرحمن بن عوف و فی کتاب ابی بکر البزار امروا رجلاً فصلیٰ بهم ولم یسمه و فی حدیث غیره فتقدم بعض القوم انتهی کلام المنذری.

نہیں جاتے ہیں یحیٰی بن معین کا قول ہے کہ انکی حدیث قابل حجت نہیں انہوں نے انکی حدیث قدیم وحدیث جدید میں تفریق بھی کی اور اس تفریق کی موافقت امام احمد ابن حنبل نے کی ابوبکر بزار کا قول ہے کہ اس حدیث کو ہم نہیں جانتے کہ حضرت علیؓ سے متصل الاسناد مروی ہوئی ہو مگر حدیث عطا ابن السائب کی کہ جو ابوعبدالرحمٰن سلمی سے مروی ہے اور یہ قبل تحریم خمر ہے اور یہی سبب حرمت خمر ہوئی ہے یہ ان کے کلام کا آخری کلمہ ہے اس حدیث کے اسناد اور متن میں اختلاف کیا گیا ہے اسناد میں تو اختلاف یہ ہے کہ اس کو سفیان ثوری اور ابو جعفر رازی نے عطا ابن السائب سے روایت کیا اور اس کو بطریق ارسال بیان کیا ہے (یعنی یہ حدیث مرسل ہے) متن میں اختلاف یہ ہے کہ ابوداؤد اور ترمذی کی روایت کو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں نسائی کی کتاب میں اور ابو جعفر نحاس کی روایت میں ہے کہ پیش امام عبدالرحمٰن بن عوف تھے اور ابوبکر بزار کی کتاب میں ہے کہ ایک شخص کو ان لوگوں نے حکم دیا تب اس نے امامت کے نام کی اسمیں تصریح نہیں ہے اس کے علاوہ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ قوم سے بعض شخص نے تقدیم کی۔ منذری کا کلام ختم ہوا۔

ا۔ صوری

حسن خلق

حضرت علیؑ نہایت خندہ پیشانی تھے کبھی کسی بات پر چیں بجبیں نہ ہوتے تھے ہر وقت متبسم رہتے بعض لوگوں نے اس پر نکتہ چینی شروع کی قیس بن سعد بن عبادہ سے معاویہ نے تعریفاً کہا کہ خدا ابوالحسن پر رحم کرے وہ نہایت کشادہ رو ہنسنے والے اور خوش طبع تھے قیس کہنے لگے ہاں آنحضرت بھی مزاح کرتے تھے اور صحابہ ہنستے تھے (ارجح المطالب صفحہ ۱۵۱)۔

ینابیع المودۃ صفحہ ۱۴۹ میں ہے کہ حضرت علیؑ کا خلق خندہ روئی، طلاقت لسانی، تبسم ضرب المثل ہے صعصعۃ بن صوحان اور دیگر محبین اور اصحاب کا قول ہے کہ آپؑ ہم میں بہت نرم دل اور متواضع تھے ہم لوگوں کے قلوب میں اتنی ہیبت تھی جیسے قیدی کو اس وقت ہوتی ہے کہ جب کوئی تلوار لئے اس کے سر پر کھڑا ہو۔

شفقت علی الخلق

حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی

یا ایھا الذین امنوا اذا ناجیتم الرسول فقدموا بین یدی نجوٰکم صدقه
اے ایمان والو جب تم رسول کو مشورہ کے لئے بلاؤ تو مشورہ لینے سے پہلے صدقہ دو

تو آنحضرتؐ نے مجھے حکم دیا کہ تم جا کر لوگوں کو صدقہ دینے کا حکم دو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کس قدر صدقہ کا حکم دوں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا ایک دینار۔ میں نے عرض کیا لوگ اس قدر ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اچھا نصف دینار۔ میں نے پھر عرض کیا کہ ان میں اتنی بھی طاقت نہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اچھا ایک جو کے برابر، میں نے عرض کیا کہ اس کی بھی طاقت نہیں رکھتے تب آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تم بہت ڈرنے والے ہو اور یہ آیت نازل ہوئی

أ اشفقتم ان تقدموا بین یدی نجواکم صدقة
کیا تم ڈرتے ہو اس امر سے کہ مشورہ کرنے سے پہلے صدقہ دو۔

حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے کہ صرف میری ہی وجہ سے اس حکم میں امت کو تخفیف ہوئی (ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۲۳۷ باب رابع فصل تاسع بروایت ابوحاتم و ارجح المطالب صفحہ ۱۵۳ بروایت امام احمد و نسائی وغیرہ)

حضرت ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ جب آنحضرت کسی جنازہ پر تشریف لے جاتے تو اس کے کسی عمل کے دریافت فرمانے کی بجائے یہ دریافت فرماتے کہ متوفی کسی کا قرضدار تو نہیں ہے؟ اگر معلوم ہوتا کہ قرض دار ہے تو نماز جنازہ نہ پڑھتے اور اگر کہا جاتا کہ قرضدار نہیں تو نماز جنازہ پڑھتے۔ ایک مرتبہ ایک جنازہ پر تشریف لے گئے جب نماز جنازہ پڑھنے کے لیے بڑھے تو حسب معمول دریافت فرمایا کہ اس پر قرض تو نہیں ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ دو دینار ہیں۔ آنحضرتؐ ہٹ کر بیٹھ گئے اور صحابہ سے فرمایا کہ تم لوگ نماز جنازہ پڑھو۔ حضرت علیؑ نے بڑھ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ قرض میرے ذمہ ہے اور متوفی اس سے بری ہے تب آنحضرتؐ نے نماز جنازہ پڑھائی اور بعد از نماز حضرت علیؑ سے فرمایا کہ

جزاک اللہ خیرا فک اللہ رھانک کما فککت رھان اخیک (ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۲۲۸)	خدا تجھے نیکی کی جزائے خیر دے اور تیرا قرض ادا کرائے جس طرح کہ تو نے ایک مسلمان بھائی کا قرض ادا کیا

اس حدیث کو دارقطنی نے بروایت حضرت علیؑ اور حاکمی نے بروایت ابن عباس بھی لکھا ہے۔

تفقد بر حال رعایا

ابی الصہبا کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؑ کو نہر کلا یعنی بصرہ کے لنگرگاہ کے کنارہ اجناس کا نرخ پوچھتے ہوئے دیکھا (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۷)۔ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ یہ جانچ کرتے ہوں گے کہ بیجا نرخ سے فروخت تو نہیں ہوتی ہے۔

عامر شعبی ناقل ہیں کہ سودہ بنت عمارہ ابن اشتر ہمدانیہ کہتی ہیں کہ ایک روز میں حضرت علی کی خدمت میں ایک شخص کی شکایت لے کر گئی جس کو آپ نے ہم لوگوں سے زکوۃ وصول کرنے کے لئے مقرر فرمایا تھا اس وقت آپ نماز پڑھ رہے تھے بعد نماز آپ نے مجھ سے پوچھا کہ کیا

تم کو کوئی ضرورت ہے میں نے اس شخص کا حال بیان کیا آپ سن کر رونے لگے پھر آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر فرمایا: اے پروردگار! تو جانتا ہے کہ میں نے اپنے عاملوں کو مخلوق پر ظلم کرنے کے لئے نہیں حکم دیا ہے اور نہ ان سے تیرا حق چھوڑنے کو کہا ہے پھر اپنی جیب سے ایک کاغذ نکال کر لکھا کہ:

بسم اللہ الرحمن الرحیم- قد جائتکم بینة من ربکم فاوفوا الکیل و المیزان بالقسط و لا تبخسوا الناس اشیائھم و لا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا ذلکم خیر لکم ان کنتم مؤمنین اذا اتاک کتابی ھذا فاحفظ بما فی یدیک حتی یاتی من یقبضه منک. والسلام

سب تعریف اللہ کیلئے ہے جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے بیشک تمہارے رب کے یہاں سے تمہارے پاس کھلا ہوا نشان آیا ہے پس تم پیمانے اور ترازو کو پورا کرو اور چیزوں کو جو لوگوں کے پاس ہوں مت گھٹاؤ اور زمین میں اصلاح کے بعد فساد مت پیدا کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم مؤمن ہو اور جب میرا یہ خط تم کو ملے تو جو کچھ تمہارے پاس ہو اسکو بطور امانت حفاظت کے ساتھ رکھو اسوقت تک جب تک کہ اسکا لینے والا تمہارے پاس پہونچے۔ والسلام

پھر حضرت علیؑ نے اسکو معزول کر دیا۔ (عقد الفرید و مطالب السؤول صفحہ ۱۱۴ وارجح المطالب صفحہ ۱۵۴)۔

قیدیوں کے ساتھ رعایت

حضرت علیؑ قیدیوں کے ساتھ بہت رعایت فرماتے تھے۔ چنانچہ علامہ نجم الدین فخر الاسلام، ابوبکر بن محمد بن الحسین مزندی مناقب الاصحاب میں لکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ جیل خانہ کی کنجیاں اپنے پاس رکھتے نماز کے اوقات میں جیل خانہ کھلواتے اور قیدیوں کو بیت المال سے ان کی خوراک دلواتے اور فرماتے... کہ ہمارا کام ان کو صرف مقید رکھنا ہے ان کو تکلیف نہ دینا چاہئے تا کہ وہ بھاگیں نہیں (ارجح المطالب صفحہ ۱۵۵)۔

رعایت حقوق ناس

ابو رافع مولی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وخازن حضرت علیؑ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت علیؑ گھر میں تشریف رکھتے تھے۔ میں نے ان کی صاحبزادی کے کان میں موتی ڈالدیئے حضرت علیؑ ان موتیوں کو بیت المال میں دیکھ چکے تھے اس وقت آپ نے جب ان موتیوں کو پہنچتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ اس نے یہ موتی کہاں سے پائے اگر اس نے چوری کی ہے تو میں اس کے ہاتھ کاٹوں گا۔ ابو رافع نے عرض کیا امیر المومنینؑ میں نے ان کو یہ موتی پہنائے ہیں مجھ سے یہ خطا ہوئی ہے پھر فرمایا کہ جب میرا نکاح حضرت فاطمہ بنت رسول اللہؐ کے ساتھ ہوا تھا تو میرے پاس صرف ایک مینڈھے کی کھال تھی جس پر ہم رات کو سوتے اور دن کو ہمارے اونٹ کیلئے اس پر دانہ رکھا جاتا۔ (ارجح المطالب صفحہ ۱۵۷ وجلد ۱۳ ابن اثیر صفحہ ۳۰۲ وشمس التواریخ جلد ۵ صفحہ ۱۲۹۸)۔

یحیی ابن سلمہ سے مروی ہے کہ حضرت علیؑ نے عمرو ابن سلمہ کو اصفہان پر عامل کر کے بھیجا جب وہ وہاں سے آئے تو اپنے ساتھ گھی اور شہد کی مشکیں بھر کر لائے۔ حضرت علیؑ کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم نے عمرو ابن سلمہ سے تھوڑا سا گھی اور شہد طلب فرمایا۔ انھوں نے ایک برتن شہد اور گھی کا ان کی خدمت میں بھیجدیا۔ دوسرے روز تقسیم کے وقت جب شہد اور گھی پیش کیا گیا اور آپ نے جب مشکیں شمار کیں تو دو مشکیں ٹوٹی ہوئی ملیں۔ آپ نے عمرو بن سلمہ سے اس کے متعلق پوچھا۔ انھوں نے کہا کہ حضرت ام کلثوم نے گھی اور شہد منگوایا تھا میں نے ان کو تھوڑا سا بھیجدیا تھا۔ حضرت علی نے وہ مشکیں جانچ کرنے والوں کے پاس نقصان کی جانچ کے لئے بھیجدیں ان لوگوں نے جانچ کے بعد پانچ درہم کا نقصان بتلایا۔ آپ نے حضرت ام کلثوم کے پاس آدمی بھیج کر پانچ درہم منگوالئے تب مال مسلمانوں میں تقسیم کیا۔ (ارجح المطالب صفحہ ۱۵۷۔ وجلد ۳ کامل ابن اثیر صفحہ ۲۰۳ وریاض النضرۃ لمحب الطبری جلد ۲ باب رابع فصل تاسع صفحہ ۲۳۶)۔

اسی طرح ایک مرتبہ اور شہد سے بھری مشکیں یمن سے آئی تھیں۔ اسی وقت اتفاق سے حضرت امام حسنؑ کے یہاں مہمان آگئے، حضرت امام حسنؑ نے ان کے لئے بازار سے روٹیاں منگوائیں اور قنبر سے فرمایا کہ ایک مشک کھول کر تھوڑا سا شہد دے دو قنبر نے ایک رطل شہد بھیج دیا،

حضرت علیؑ جب مشکوں کو تقسیم کرنے بیٹھے تو قنبر سے فرمایا کہ مشکوں میں کچھ فتور معلوم ہوتا ہے۔ قنبر نے عرض کیا کہ حضرت امام حسنؑ نے اس میں سے تھوڑا سا شہد منگوا لیا تھا۔ حضرت علیؑ کو غصہ آ گیا فرمایا حسن کو بلاؤ جب حضرت امام حسنؑ آئے تو حضرت علی درہ لیکر مارنے کے لئے اٹھے۔ حضرت امام حسنؑ نے حضرت جعفر طیار کی قسم دیکر اصل واقعہ پوچھا (حضرت علیؑ کو حضرت جعفر طیار سے اس قدر محبت تھی کہ شدت غصہ میں جب ان کی قسم دلائی جاتی تو غصہ فرو ہو جاتا) حضرت علیؑ نے فرمایا کہ تقسیم سے قبل تم نے شہد کیوں لے لیا اس کا جواب دو۔ حضرت امام حسنؑ نے عرض کیا چونکہ ہمارا حق اس میں معین ہے لہذا میں نے یہ خیال کیا کہ جب وہ حق ملے گا تو جتنا لیا گیا ہے واپس کر دیا جائیگا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: یہ صحیح ہے لیکن تم کو یہ حق حاصل نہیں کہ اور لوگوں سے پہلے اس سے نفع اٹھاؤ۔ پھر قنبر کو ایک درہم دے کر حکم دیا کہ خالص شہد اسی مقدار بھر داموں لا کر اس میں ملا دو۔ راوی کا قول ہے کہ اب تک میری نگاہوں کے سامنے وہ منظر ہے کہ حضرت علی کے سامنے مشک کا منہ کھلا ہوا ہے قنبر اس میں شہد ڈال رہے ہیں اور حضرت علیؑ روتے جاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ الٰہ العالمین حسن کو بخش دے اس نے بوجہ لاعلمی ایسا کیا۔ (مطالب السؤول صفحہ ۱۱۷)۔

حسن سلوک

حسن سلوک کی یہ کیفیت تھی کہ جنگ جمل میں جب آپ فتحیاب ہوئے تو مروان جو آپکا سخت ترین دشمن اور بدگو تھا اس پر قابو پانے کے بعد آپ نے اس سے درگذر فرمایا۔ عبداللہ بن زبیرؓ جو علی رؤس الاشہاد آپ کی بدگوئی کرتے ایسا کہ بصرہ میں خطبہ دیکر انھوں نے سخت سے سخت کہا حضرت علیؑ کے پاس جب اسیر کر کے لائے گئے تو آپ نے چھوڑ دیا اور کہا جاؤ میں ادھر متوجہ نہ ہوں گا ان کے باپ زبیرؓ اہلبیت سے تھے ان کے یہ بیٹے ہیں جن کی یہ کیفیت ہے۔ سعیدؓ ابن العاص کا بھی شمار انہیں میں تھا بعد واقعہ جمل ان سے بھی آپ نے تعرض نہیں کیا اسی طرح جب جنگ جمل میں حضرت عائشہ پر آپ ظفریاب ہوئے تو ان کی نہایت تعظیم و تکریم کی اور ان کو نہایت عزت کے ساتھ مدینہ روانہ کیا۔ قبیلہ عبدالقیس کی بیس عورتیں ساتھ میں کر دیں اور ان کے سر پر عمامے اور کمر پر تلواریں بندھوائیں ان عورتوں نے مدینہ منورہ پہنچ کر حضرت عائشہ سے یہ ظاہر کیا کہ ہم عورتیں

ہیں۔ بغرض حفاظت ہم کو مردانہ لباس پہنا کر آپ کے ساتھ کر دیا تھا۔ (ینابیع المودۃ صفحہ ۱۴۸ اور ارجح المطالب صفحہ ۱۷۱)۔

حفظ حقوق

حضرت علیؑ کی اس معاملہ میں یہ کیفیت تھی کہ اگر کوئی معمولی آدمی بھی آپ سے کسی آپ کے عامل کی شکایت کرتا تو آپ تدارک فرماتے۔ اگر زیادتی معلوم ہوتی تو معزول کر دیتے چنانچہ ایک مرتبہ اپ ہمدان تشریف لے گئے، واپسی پر اچانک آپ کے کان میں ہائے فریاد! ہائے فریاد! کی آواز آئی اپ ادھر متوجہ ہوئے قریب پہنچکر دیکھا کہ دو آدمی آپس میں لڑ رہے ہیں ایک ان میں سے کہنے لگا میں نے اس شخص کے ہاتھ سات درہم کو ایک کپڑا فروخت کیا تھا اور شرط کر لی تھی کہ درہم کھرے دینا یہ مجھکو کھوٹے درہم دینے لگا میں نے لینے سے انکار کیا اس نے مرے منہ پر طمانچہ مارا۔ حضرت علیؑ نے مارنے والے سے جواب طلب کیا اس نے اقرار کیا آپ نے فرمایا موافق شرط اس کو درہم دو اس نے بلا عذر و حیلہ درہم حوالہ... کر دیئے پھر آپ نے بائع کو حکم دیا کہ مشتری سے بدلہ لو۔ مگر اس نے معاف کر دیا۔ حضرت علیؑ نے اپنے ہمراہیوں سے فرمایا کہ طمانچہ مارنے والے کو میرے ساتھ لے چلو جائے اقامت پر پہنچکر اپ نے اس شخص کے پندرہ درّے لگوائے اور فرمایا کہ یہ سزا اس شخص کی آبروریزی کی ہے۔ (تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۳ و شمس التواریخ جلد ۵ صفحہ ۱۲۹۹)۔

معاملت و خشیت الٰہی

حضرت علیؑ نے اپنے بڑے بھائی حضرت عقیل اور ان کی اولاد کا روزینہ بقدر کفاف بیت المال سے مقرر فرما دیا تھا جو ان کو ہر روز ملتا تھا۔ ایک روز حضرت عقیل کے بال بچوں کو حریرہ کھانے کی خواہش ہوئی چونکہ بجز معمولی مقدار جو کے نقد ملتا نہ تھا لہذا بچوں کی خاطر سے روزانہ مقررہ جو میں سے تھوڑا تھوڑا نکال کر جمع کرتے رہے جب کافی جو جمع ہو گئے تو ان کو فروخت کر کے بازار سے گھی اور کھجور خرید لائے اور حریرہ تیار کیا کھانے کے وقت حضرت علیؑ بھی بلائے گئے بر سبیل تذکرہ یہ قصہ بھی بیان میں آ گیا۔ آپ نے پوچھا کہ روزینہ میں سے جب اتنے جو روز نکالے جاتے رہے تو بقیہ کھانے کے لئے کافی ہو جاتا تھا سب نے کہا ہاں کافی ہو جاتا تھا۔ حضرت علی نے اسی روز سے

روزینہ میں کمی کردی اور فرمایا کہ ضرورت سے زیادہ مجھکو دینا حلال نہیں۔ حضرت عقیل رضی اللہ عنہ اس پر ناخوش ہوئے حضرت علیؓ نے لوہا گرم کر کے ان کے رخسارے کے پاس کیا تو وہ اس کی حدت سے بیتاب ہو کر اف اف کرنے لگے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا آپ دنیاوی آگ سے اس قدر گھبراتے ہیں اور مجھکو دوزخ میں ڈالنا چاہتے ہیں حضرت عقیل نے فرمایا کہ میں تمہارے پاس سے چلا جاؤں گا اور جا کر ایسے شخص کے پاس رہوں گا جو مجھکو سونا اور کھجور دے گا۔ ایک مرتبہ حضرت عقیل نے حضرت علیؓ سے کہا مجھکو حاجت ہے کچھ دو آپ نے فرمایا: اچھا دونگا، صبر کیجئے۔ جب اور مسلمانوں کو وظائف تقسیم کروں گا تب آپ کو بھی دونگا۔ چونکہ حضرت عقیل عیالدار اور حاجتمند تھے صبر نہ کر سکے مکرر سے مکرر سوال کیا۔ حضرت علیؓ نے ایک شخص سے فرمایا کہ ان کو بازار میں لے جاؤ کہ یہ دوکانوں کا قفل توڑ کر جس قدر نقد جنس کی ان کو ضرورت ہو لے لیں۔ حضرت عقیل نے کہا کیا تم مجھ کو چوری کی علت میں گرفتار کرانا چاہتے ہو۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ آپ بھی تو مجھکو چور بنانا چاہتے ہیں کیونکہ خواہ مخواہ آپ کا اصرار ہے کہ مسلمانوں کا حق میں آپ کے حوالہ کر دوں اور خود چور بن جاؤں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عقیل کی طلب پر آپ نے فرمایا کہ بازار جا کر کسی دوکان کا قفل توڑ لیجئے۔ انھوں نے کہا تم مجھے چوری سکھاتے ہو؟ حضرت علی نے فرمایا کہ آپ بھی تو مجھے چوری سکھاتے ہیں۔ بغیر مسلمانوں کی موجودگی کے مال لینا بھی تو چوری ہے۔ حضرت عقیل نے فرمایا: اگر اتنی ہی سختی ہوگی تو میں معاویہ کے پاس چلا جاؤں گا۔ حضرت علی نے فرمایا: آپ کو اختیار ہے چنانچہ وہ معاویہ کے پاس چلے گئے اور وہیں رہے۔ معاویہ نے ان کی بہت خاطر کی اور ایک لاکھ درہم دیئے اور کہا کہ ممبر پر آ کر آپ اپنے بھائی کا سلوک اور میری قدر دانی کو بیان کر دیجئے۔ حضرت عقیل نے ممبر پر آ کر بعد حمد و ثنا کے فرمایا: اے لوگو! میں اپنا حال کہتا ہوں میں نے حضرت علی مرتضیٰ سے بہت کہا اور زور ڈالا اور اپنے مصارف روزانہ کی شکایت کی اور چاہا کہ معمول سے زیادہ وظیفہ معین ہو جائے مگر انھوں نے میری درخواست اور میری اخوت کا کچھ لحاظ نہ کیا اور اپنے دین کو مجھ پر مقدم کیا پھر میں معاویہ کے پاس آیا انھوں نے مجھ کو ایک لاکھ درہم دیئے اور اپنے دین پر مجھ کو ترجیح دی۔ (صواعق محرقہ لابن حجر بحوالۂ ابن عساکر و ینابیع المودۃ صفحہ ۲۹۰ و وسیلۃ النجاۃ صفحہ ۱۲۶ و مناقب مرتضوی صفحہ ۲۹۴ بروایت حبیب السیر جلد ۱)۔

حضرت عقیل سے ایک روز معاویہ نے کہا اے عقیل اگر تم مجھ کو اپنے بھائی سے بہتر نہ سمجھتے تو ان کو چھوڑ کر کبھی میرے پاس نہ آتے۔ حضرت عقیل نے سن کر ارشاد فرمایا کہ میرے بھائی علیؓ میرے لئے دین میں اچھے ہیں اور تم میرے حق میں دنیا کے اعتبار سے بہتر ہو۔ افسوس کہ میں نے دنیا کو اختیار کرلیا جو تمہارے پاس چلا آیا اب خاتمہ بخیر ہونے کی دعا ہے۔ (عقد الفرید جلد ۲ صفحہ ۹۳)۔

مخالفین سے معاملت اور سلوک

حدیث میں ہے کہ بہادر وہ نہیں جو دشمن پر غلبہ پائے بلکہ بہادر وہ ہے جو اپنے نفس کو زیر کرے۔ حضرت علیؓ اس بہادری میں بھی نمایاں حیثیت رکھتے تھے۔ آپ کی زندگی کا اکثر حصہ مخالفین سے معرکہ آرائی میں صرف ہوا لیکن بایں ہمہ آپ نے ہمیشہ مخالفین سے عمدہ برتاؤ کیا۔ جنگ جمل میں حضرت عائشہ آپ کی حریف تھیں لیکن جب ایک ضبی نے ان کے اونٹ کو زخمی کر کے گرایا۔ تو خود حضرت علیؓ نے آگے بڑھ کر ان کی خیریت دریافت کی اور ان کو ان کے ایک طرفدار بصری کے گھر میں اتارا۔ حضرت عائشہ کی فوج کے زخمیوں نے بھی اسی گھر میں پناہ لی تھی۔ حضرت علیؓ ملاقات کو تشریف لے گئے مگر ان کے زخمی ہمراہیوں سے جو اسی گھر میں پناہ گزیں تھے کوئی تعرض نہیں کیا اور بحرمت تمام حضرت محمد ابن ابی بکر کی معیت میں چالیس معزز عورتوں کے ساتھ ان کو حجاز کی طرف رخصت کیا خود حضرت علیؓ نے دور تک ان کی مشایعت کی اس موقعہ پر جو لوگ شریک جنگ تھے ان کی نسبت بھی عام منادی کرادی کہ بھاگنے والوں کا تعاقب نہ کیا جائے۔ زخمیوں کے اوپر گھوڑے نہ دوڑائے جائیں۔ مال غنیمت نہ لوٹا جائے۔ جو ہتھیار ڈال دے اس کو امان ہے۔

حضرت زبیر نے جنگ جمل میں ایک حریف کی حیثیت سے مقابلہ کیا تھا۔ سپہ سالار جنگ تھے ان کا قاتل ابن جرموز جب تلوار اور سر لیکر آیا تو آپ آبدیدہ ہو کر فرمانے لگے کہ فرزند صفیہ کے قاتل کو جہنم کی بشارت دیدو۔ پھر تلوار ہاتھ میں لیکر فرمایا کہ یہ وہی تلوار ہے کہ جس نے کئی مرتبہ آنحضرتؐ کے چہرہ سے مشکلات کے بادل ہٹائے تھے۔ (خلفاء راشدین ص ۳۱۵)۔

مستدرک حاکم میں تو یوں ہے کہ حضرت علیؓ کے پاس جب حضرت زبیر کا سر آیا تو فرمانے لگے کہ فرزند صفیہ کے قاتل کو جہنم کی بشارت دیدو، میں نے آنحضرتؐ سے سنا ہے کہ ہر نبی کے حواری

ہوتے ہیں، میرے حواری زبیر ہیں۔ (مستدرک جلد ۳ صفحہ ۳۶۷)۔

جنگ جمل میں حضرت علیؓ جب نعشوں کا معائنہ فرما رہے تھے تو اس وقت ایک ایک نعش کو دیکھ کر افسوس فرماتے۔ محمد بن طلحہ کی نعش پر جب نظر پڑی تو آہ سرد بھر کر فرمایا ''اے قریش کا شکرہ''

جنگ صفین میں جب آپ کا حریف گر کر برہنہ ہو گیا آپ اس کو چھوڑ کر الگ کھڑے ہو گئے کہ اسکو شرمندگی نہ اٹھانا پڑے اسی جنگ میں جب معاویہ کے لشکر نے فرات پر... قبضہ کیا تو امراء شام نے معاویہ سے کہا کہ یہ لوگ پیاسے قتل کیے جائیں۔ جسطرح سے حضرت عثمان پیاسے قتل ہوئے تھے۔ معاویہ نے اس رائے کو پسند کیا اور حکم دے دیا جب حضرت علی کے اصحاب نے پانی لینا چاہا تو ان کو سخت ممانعت ہوئی پھر آپ نے فوج کشی کر کے فرات پر قبضہ پالیا تو آپ نے بلا تکلف اجازت دیدی آپ کی حمیت انسانی نے کسی کو تشنہ کام رکھنا گوارا نہ کیا (ینابیع المودة صفحہ ۱۴۹)۔

دشمن کیساتھ حسن سلوک کی اس سے اعلیٰ اور کیا مثال ہو سکتی ہے کہ معاویہ جنھوں نے سب سے پہلے آپ کی مخالفت کی آپ سے سرکشی کی آپ کے تمام تجاویز کو برباد کیا اور آپ کے عہد خلافت کو بدنام کیا اور آپ کے خلاف بار بار فوجیں لائے، آپ نے ان کے متعلق کوئی ناسزا کلمہ نہ فرمایا اگر آپ چاہتے تو بہت سی صحیح اور درست باتیں فرما سکتے تھے آپ کا سب سے بڑا دشمن آپ کا قاتل ابن ملجم ہو سکتا تھا لیکن اس کے متعلق جو آخری وصیت آپ نے کی وہ یہ تھی کہ اس سے معمولی طور پر قصاص لینا مثلہ نہ کرنا یعنی ہاتھ پاؤں اور ناک کان نہ کاٹنا۔ طبقات ابن سعد میں تو یوں ہے کہ جب ابن ملجم آپ کے سامنے لایا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس کو اچھا کھانا کھلاؤ اور اسکو نرم بستر پر سلاؤ اگر میں زندہ بچ گیا تو اس کو معاف کر دینے یا قصاص لینے کا مجھکو اختیار حاصل ہوگا اگر میں مر گیا تو اس کو مجھ سے ملا دینا میں خدا کے سامنے اس سے جھگڑ لوں گا۔ (خلفائے راشدین صفحہ ۳۱۶)۔

اس قسم کے مزید واقعات ناظرین حصہ اول ''کتاب السیرة العلویہ بذکر الماٰثر المرتضویہ موسومہ باحسن الانتخاب فی ذکر معیشۃ سیدنا ابی تراب'' سے معلوم کر سکتے ہیں۔

حمایت قوم

حضرت علیؓ کے محاسن اخلاق میں اپنی قوم اور اپنے بنی عم کی حمایت بھی تھی آپ آنحضرتؐ

کے منصب کی تکمیل میں اہتمام کرتے تھے اوران کے مدد میں نہایت ہمت سے کام لیتے تھے فیض ربانی نے جب اعلاء کلمۃ اللہ کا جذبہ آپ کے دل میں پیدا کیا تو آپنے اس صفت سے ایسا کام لیا اور اس طرح اس کو ثابت کر دکھایا جس سے اخی رسول وصی رسول اور ولی وغیرہ کے القاب سے مشرف ہوئے حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے جب فرمایا کہ دنیا وآخرت میں تم میں سے کون میرا ولی ہوگا تو حضرت علیؑ نے عرض کیا کہ یا رسول للہ میں آپ کو موالات کروں گا۔ آنحضرت نے فرمایا کہ تم دنیا وآخرت میں میرے ولی ہو حاکم نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ آنحضرت کی حیات میں فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم — اگر وہ مر گئے یا مارے گئے تو کیا تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے۔

تو خدا کی قسم جب ہم کو اللہ نے ہدایت دیدی تو اس کے بعد ہم پیٹھ نہ پھریں گے اگر رسول اللہ کا وصال ہوا یا آپ شہید ہوئے تو جس چیز کے لئے آپ جنگ کرتے تھے ہم بھی اسی کے لئے لڑینگے یہاں تک کہ موت آجائے میں آپ کا بھائی اور ولی اور ابن عم اور علم کا وارث ہوں۔ (خلفائے راشدین۔ صفحہ ۳۲۰۔ وترجمہ ازالۃ الخفاء جلد ۳ صفحہ ۳۱۳)۔

وفا

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ازالۃ الخفاء میں لکھتے ہیں کہ حضرت علی کی فضائل حمیدہ میں بہترین چیز وفا تھی جب فیض ربانی نے اسکو مہذب کیا تو مقام محبت آپ کے لئے ایک مسلمہ چیز بن گیا۔ آنحضرتؐ نے جیسا کہ متواتر طور پر ثابت ہے فرمایا کہ میں کل ایسے شخص کو علم دونگا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول بھی اس سے محبت رکھتے ہیں۔ بالاخر آنحضرت نے علم حضرت علیؑ کو دیا (خلفائے راشدین۔ صفحہ ۳۱۹۔ وترجمہ ازالۃ الخفاء جلد ۳ صفحہ ۳۱۳)۔

امانت ودیانت

حضرت علیؑ اس خوبی میں بھی اپنے اقران ومعاصرین میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے چنانچہ آنحضرتؐ نے جب مکہ معظمہ سے ہجرت فرمائی تو قریش کی امانتیں واپس کرنے کے لئے آپ ہی

کو منتخب فرمایا آپ نے اس منصب امانت کی جانشینی علی وجہ الکمال فرمائی۔ عہد خلافت میں دیانت و امانت کیساتھ بیت المال کی دیکھ بھال بھی کچھ کم اہم فرض نہ تھا آپ نے اس فرض کو اسطرح ادا کیا کہ مال غنیمت جب تقسیم فرماتے تو برابر کے حصہ لگا کر قرعہ ڈالتے تا کہ اگر کچھ کمی بیشی ہو تو وہ اس سے بری ہو جائیں۔

عاصم ابن کلیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ اصفہان سے مال آیا اس میں ایک روٹی بھی تھی آپ نے تمام مال کے ساتھ اس روٹی کے بھی سات ٹکڑے کیے اور قرعہ ڈال کر تقسیم فرمادیا۔ (ریاض النضرہ للطبری بروایت احمد و قلعی جلد ۲ صفحہ ۱۳۶)۔

تدین کی سختی میں اپنے بڑے بھائی حضرت عقیلؓ کے ساتھ جو برتاؤ کیا اس کا ذکر ابھی گذر چکا ہے۔

حضرت ام کلثوم کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علیؑ کے پاس نارنگیاں آئیں، حضرت امام حسینؑ نے ایک نارنگی اٹھالی، آپ نے دیکھا تو انکے ہاتھ سے لیکر لوگوں میں تقسیم کردی (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۶)۔

ایک مرتبہ تمام اندوختہ بیت المال کا تقسیم کر کے اس میں جھاڑو دی اور دو رکعت نماز ادا فرمائی تا کہ وہ ان کی امانت و دیانت کی شاہد رہے۔ (خلفائے راشدین صفحہ ۳۰۸ و ینابیع المودۃ صفحہ ۱۴۷)۔

بذل وسخا وایثار

حضرت علیؑ میں یہ اوصاف بدرجۂ اتم موجود تھے علامہ واحدی اپنی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ سے ناقل ہیں کہ ایک بار حضرت علی کے پاس چار درہم کے علاوہ کچھ نہ تھا اپنے ایک درہم رات کو دوسرا دن کو تیسرا پوشیدہ طور پر اور چوتھا ظاہر میں خیرات کردیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسکے صلہ میں یہ آیت نازل فرمائی۔

الذین ینفقون اموالھم باللیل و النھار سراً و علانیۃ فلھم اجرھم عند ربھم و لا خوف علیھم ولاھم یحزنون

جو لوگ اپنے مال کو رات اور دن میں پوشیدہ اور ظاہر طور پر خیرات کرتے ہیں انکی لئے خدا کے پاس اجر ہے ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ اندوہگین ہونگے۔

اس واقعہ کو موفق بن احمد اور حموینی اور ثعلبی اور مالکی اور حافظ ابونعیم اور طبرانی اور صاحب جمع الفوائد نے لکھا ہے (ینابیع المودة صفحہ ۹۲۔ ارجح المطالب صفحہ ۱۶۸۔ ریاض النضرة جلد ۲ صفحہ ۲۰۶۔ مطالب السؤل صفحہ ۱۱۸)۔

امام ثعلبی اپنی تفسیر میں حضرت ابوذر غفاری سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز میں آنحضرتؐ کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھ رہا تھا۔ ایک سائل نے مسجد میں آ کر سوال کیا کسی نے اس کو کچھ نہ دیا، سائل نے آسمان کیطرف ہاتھ اٹھا کر کہا "اے پروردگار گواہ رہنا میں نے تیرے نبی کی مسجد میں سوال کیا مگر کسی نے مجھکو کچھ نہ دیا" حضرت علیؑ نماز میں تھے آپ نے داہنے ہاتھ کی چھنگلیا... سے اشارہ کر کے انگھوٹی اس کو عطا فرمائی جس کے صلہ میں اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی:

انما ولیکم الله و رسوله و الذین آمنوا یقیمون الصلوة و یؤتون الزکوة و هم راکعون

تمہارا ولی اللہ ہے اور اس کا رسول اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور نماز ادا کرتے اور حالت رکوع میں زکوۃ دیتے ہیں۔

(مطالب السؤل صفحہ ۱۰۵۔ ریاض النضرة جلد ۲ صفحہ ۲۲۷ بروایت عبداللہ بن سلام و حضرت امام جعفر صادقؑ بہ تخریج واحدی و ابوالفرج والفضائلی وابن السمان و مناقب مرتضوی صفحہ ۹ اور روائح المصطفی صفحہ ۱۲)۔

علامہ رافعی تاریخ قزوین میں حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ ایک سائل مسجد میں اگر سوال کرنے لگا اس نے کہنا شروع کیا کہ کون ہے جو خدا کی راہ میں قرض دے۔ حضرت علیؑ اس وقت رکوع میں تھے آپ نے اشارہ کیا سائل نے انگوٹھی اتار لی آنحضرتؐ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا واجب ہوگئی۔ حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا واجب ہوگئی؟ آنحضرت نے فرمایا جنت واجب ہوگئی۔ سائل نے ان کے ہاتھ سے انگوٹھی نہیں اتاری بلکہ ان کے ہر ایک گناہ کو اتار ڈالا (ارجح المطالب صفحہ ۱۶۹)۔

فائدہ

اس واقعہ میں لوگوں نے سخت اختلاف کیا ہے اکثر لوگ موضوعیت کے قائل ہوئے سائل کو نماز میں انگوٹھی دے دینے کو فعل کثیر میں جو مفسد نماز ہوا کرتا ہے شمار کرتے ہیں اور اس امر پر استعجاب کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت علی کی ذات مبارک سے ایسے فعل کثیر کا صدور قابل قبول

نہیں ہوسکتا۔

فعل کثیر وہ ہے کہ جسے وہ شخص جو خارج از نماز ہے دیکھ کر نمازی کو نماز پڑھتا ہوا نہ سمجھے یہاں یہ صورت پائی نہیں جاتی احادیث سے واقعہ تو صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ سائل کے سوال پر حضرت علی نے انگلی سے اشارہ کیا نہ خود اتار کر سائل کو دی انگلی سے اتار کر سائل کو دے دینا البتہ فعل کثیر میں آسکتا ہے نہ کہ اشارہ سے اس لئے کہ نفس اشارہ مفسد نماز نہیں۔ تشہد میں کلمہ کی انگلی سے اشارہ مسنون ہے مولانا نورالدین عبدالرحمٰن جامی نے اپنے ہشت بند میں اس واقعہ کو لکھا ہے۔

گر معزز گشت انفاس مسیحا در کلام — در یقیمون الصلوۃ آمد ترا اعزاز ھا

گر بہ عزت مصطفیٰ را دریداللہ بر کشید — گشت منزل بہر اعزاز تو نص انما

در بطاعت گفت عیسیٰ را و اوصافی ترا — در یقیمون الصلوۃ آمد ولایت از خدا

حکیم سنائی علیہ الرحمۃ حدیقہ میں لکھتے ہیں۔

در قیام و قعود عود او کرد — در رکوع و سجود جود او کرد

حضرت مولانا روم فرماتے ہیں۔

پاک و منزہ از صفات ممسوس گشتہ او بذات — دادہ زکوہ اندر صلوۃ اللہ مولانا علی

حکیم ناصر خسرو کہتے ہیں۔

آنچہ علی داد در رکوع فرو نشست — زآنچہ ہمہ عمر داد حاتم طائی

اس واقعہ کو فردوسی نے خوب لکھا ہے۔

شہا تراست مسلم کرم کہ گاہ رکوع — کند برای حق انگشتری نثار انگشت

مولانا قاسم کہتے ہیں:

بہ سائل داد خاتم در نماز آن معدن احسان — دل پاکیزہ اش چون بود فارغ از زر و زیور

(مناقب مرتضوی للشیخ محمد صالح کشفی در بیان آیہ انما ولیکم اللہ صفحہ ۲۰)

حضرت علیؑ مرتضی کی سخاوت مخالفین کے یہاں بھی مسلمہ تھی۔ منقول ہے کہ محقن ابن ابی محقن نے جب معاویہ ابن ابی سفیان سے آ کر کہا کہ میں بخیل ترین خلائق سے مل کر تیرے پاس آیا ہوں تو معاویہ نے کہا تجھ پر سخت افسوس ہے کہ تو ان کو بخیل کہتا ہے اگر ان کو ایک گھر سونے کا اور ایک

انجیر کا دیا جائے تو قبل اس کے کہ انجیر کا گھر ختم ہو سونیکا گھر ان کے پاس ختم ہو جائے گا۔ (ارجح المطالب صفحہ ۱۶۹۔ ینابیع المودۃ صفحہ ۱۴۸)

امام شعبی بوقت تذکرہ سخاوت حضرت علی کہا کرتے تھے کہ تمام مخلوقات میں وہ سخی ترین شخص تھے اور للّٰہیت کے ساتھ جود اور سخاوت کو محبوب رکھتے تھے کبھی سائل سے لفظ "لا" (نہیں) نہیں کہا خود اپنے ہاتھ سے مدینہ کے یہودیوں کے نخلستان سیراب کرتے تھے یہاں تک کہ ہاتھوں میں آبلہ پڑ جاتے اجرت جو کچھ ملتی وہ خیرات کر دیتے اور اپنے پیٹ پر بھوک روکنے کیلئے پتھر باندھ لیتے تھے۔ (ارجح المطالب صفحہ ۱۷۰۔ ینابیع المودۃ صفحہ ۱۴۸)۔

ایثار کی یہ کیفیت تھی کہ علامہ کفوی طبقات میں لکھتے ہیں کہ حضرت علی ایک کافر سے لڑ رہے تھے دونوں طرف کے لوگ صف باندھے کھڑے تھے مسلمان تھوڑے سے تھے اور کفار بہت یعنی ان کی جماعت دس ہزار کے قریب تھی ان میں سے ایک کافر نے کہا ذرا تلوار مجھ کو دیکھنے کو دیدیجئے، حضرت علی نے اپنی تلوار اس کو دیدی۔ کافر نے تلوار لیکر کہا کہ آپ تلوار مجھکو دے چکے ہیں مجھ سے اب آپ کیونکر بچیں گے۔ حضرت علی فرمانے لگے تم نے حاجتمندوں کیطرح سے میرے سامنے ہاتھ بڑھایا۔ میری مروت اسکی متقاضی نہ ہوئی کہ میں سوال کرنیوالوں کا سوال رد کروں اگر چہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔ یہ سن کر وہ مسلمان ہو گیا۔ (ارجح المطالب صفحہ ۱۷۰)۔

ابو بکر بن محمد فخر الاسلام مزندی مناقب الاصحاب میں لکھتے ہیں کہ حضرت علی اکثر فرمایا کرتے تھے کہ مجھکو ان لوگوں پر تعجب ہوتا ہے جو اپنا مال غلاموں کے مول لینے میں صرف کرتے ہیں اور اپنے احسان سے آزاد لوگوں کو مول لیکر غلام نہیں بناتے۔ (ارجح المطالب صفحہ ۱۷۰)۔

انفاق فی سبیل اللہ کی یہ کیفیت تھی کہ حضرت علی اگر چہ دولت دنیاوی سے متمتع نہ تھے مگر دل اسقدر غنی تھا کہ کوئی سائل یا اہل حاجت نظر آتا تو قوت لایموت بھی دیدیتے۔ بروایت حضرت ابن عباس مروی ہے کہ حضرت علی نے ایک مرتبہ رات بھر باغ سینچکر تھوڑے سے جو مزدوری میں حاصل کئے صبح کے وقت گھر تشریف لائے تو ایک ثلث پسوا کر حریرہ پکوانے کا انتظام کیا۔ ابھی تیار ہی ہوا تھا کہ ایک مسکین نے صدا بلند کی، حضرت علی نے سب اٹھا کر اس کو دیدیا پھر بقیہ میں سے دوسرے ثلث کے پکنے کا انتظام کیا جب وہ پک کر تیار ہوا تو ایک مسکین یتیم نے دست سوال بڑھایا۔ اس کو

بھی اٹھا کر دیدیا اسی طرح تیسرا حصہ پکنے کے بعد ایک مشرک قیدی کے نذر ہوگیا۔ حضرت علیؑ رات بھر کی مشقت کے باوجود دن بھر فاقہ سے رہے۔ اللہ تعالی کو یہ ایثار و انفاق کچھ ایسا بھایا کہ بطور ستائش اس کے متعلق خاص آیت نازل فرمائی۔

و یطعمون الطعام علی حبه مسکیناً و یتیماً و اسیرا	اور کھانا کھلاتا ہے اپنے محبت سے مسکین اور یتیم اور اسیر کو

(ریاض النضرۃ جلد۲ باب رابع فصل تاسع ذکر صدقۃ صفحہ ۲۲۷۔ مطالب السؤل صفحہ ۷۰ و خلفائے راشدین صفحہ ۳۱۲)۔

اس آیت کا شان نزول مفسرین نے بروایت ابن عباسؓ جداگانہ بھی لکھا ہے یعنی حضرت حسینؑ کی علالت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و شیخین رضی اللہ عنہما کی عیادت حضرت علی و حضرت فاطمہ زہرا سے منت کے روزہ رکھنے کا حکم وغیرہ وغیرہ جس کا بیان جلد اول السیرۃ العلویہ بذکر المآثر المرتضویہ موسومہ بہ احسن الانتخاب فی ذکر معیشۃ سیدنا ابی تراب بیان فضائل اہل بیتؑ صفحہ ۱۳۰ میں لکھا جا چکا ہے۔

مولوی سید صدر الدین احمد موسوی روائح المصطفی صفحہ ۱۲ میں لکھتے ہیں۔

در روضة الاحباب گفته که به سبب اطعام سه روز متواتر مسکین و یتیم و اسیر را آیت در حق حضرت مرتضی نازل شده و در تفسیر فتح العزیز از واحدی و از دیگر تفاسیر آورده که این سوره در حق حضرت مرتضیٰ نازل گشته و قصه آن بتفصیل تمام بیان نموده حکیم سنائی می گوید.	روضۃ الاحباب میں ہے کہ تین روز تک مسلسل مسکین اور یتیم اور اسیر کو کھانا کھلانے کی وجہ سے یہ آیت حضرت علیؑ کے حق میں نازل ہوئی تفسیر فتح العزیز میں واحدی اور دیگر تفاسیر سے منقول ہے کہ یہ حضرت علیؑ کے حق میں نازل ہوئی۔ تفصیلاً اس کا قصہ بھی بیان ہوا ہے حکیم سنائی کے شعر کا مفہوم یہ ہے کہ سائل کو ایک دو روٹی دے کر خلعت ہل اتی سے مشرف ہوئے۔
از پی سائلی بیک دو رغیف	سورۂ ہل اتی درا تشریف
وفی الکشاف وتفسیر الکبیر "انها نزلت فی	کشاف اور تفسیر کبیر میں ہے کہ یہ حضرت

علیؑ ابن ابی طالب و فی المعالم عن	علیؑ کے حق میں نازل ہوئی اور معالم میں
مجاهد و عطا عن ابن عباسؓ انها	بروایت مجاہد وعطا ابن عباسؓ سے مروی ہے
نزلت فی علی ابن ابی طالب	کہ حضرت علیؓ کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت مولانا فرید الدین عطار فرماتے ہیں۔

مسکین نانی از بهر خدا داد ۔۔۔ خداوند جہانش هل اتی داد

خواجہ عبداللہ انصاری فرماتے ہیں:

آن شنیدی کہ حیدر کرار ۔۔۔ کافران کشت قلعها بگشاد

تا نداد آن سہ قرص نان جوین ۔۔۔ ہفدہ آیہ خداش نفرستاد

مولانا نورالدین عبدالرحمٰن جامی فرماتے ہیں:

نوح را عبداً شکوراً گفت در اسرا ولی ۔۔۔ سعیکم مشکوراً مدمر تر در هل اتی

با ملائک مر ترا اندر تخافوں یاد کرد ۔۔۔ باز درانا نخافت حمد میگوید خدا

(مناقب مرتضوی صفحہ ۳۶)

مہمان نوازی

ارجح المطالب صفحہ ۱۷۰ میں بروایت ابن حجر مکی اسنی المطالب فی صلۃ الاقارب سے منقول ہے کہ ایک روز حضرت علیؓ رونے لگے لوگوں نے رونے کی وجہ پوچھی آپ فرمانے لگے کہ سات روز ہو چکے ہیں کہ کوئی مہمان میرے یہاں نہیں آیا مجھے اس امر کا خوف ہے کہ خدا نے کہیں مجھکو حقیر نہ کر دیا ہو۔

کرم

علامہ فضائلی ابواسحاق سبیعی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرتؐ کے اصحاب میں چالیس سے زائد لوگوں سے پوچھا کہ آنحضرتؐ کے عہد مبارک میں کون بزرگ زیادہ تر صاحب کرم تھے سب نے حضرت علیؓ و حضرت زبیرؓ کا نام لیا (ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۲۲۸۔ وارجح المطالب صفحہ ۱۷۱)

سلمان ساوجی نے کیا خوب کہا ہے:

اے برابر کردہ ایزد با خلیلی در وفا — آیۂ یوفون بالنذر است بر قولم گوا
بود با ایوبؑ ہمسر در گہ صبر و شکیب — گشتہ با جبریلؑ ہمرہ در رہ خوف و رجا
نوح را در شکر گر عبداً شکوراً گفت گفت — از برایت سعیکم مشکور اندر ھل اتی

۲۔معنوی

زہد

زہد کے معنی ہیں خواہشات نفسانی کو حقیر اور ذلیل سمجھکر اس کے خلاف کرتے رہنا یہ وصف اپنی نوعیت میں بہت اعلی ہے امام فخر الدین رازی اربعین میں لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ کے عہد میں ایک گروہ صحابہ کا زہد وورع میں مشہور تھا جیسے حضرت ابوذر غفاریؓ، سلمان فارسیؓ، ابوالدرداءؓ وغیرہ یہ سب ترک وتجرید میں حضرت علیؑ کے مقلد تھے قبیصہ کا قول ہے کہ ہم نے کسی کو حضرت علیؑ سے بڑھکر زاہد نہیں دیکھا، حسن ابن صالح بیان کرتے ہیں کہ عمرو بن عبدالعزیز کہا کرتے کہ دنیا والوں میں سب سے بڑے زاہد حضرت علیؑ تھے۔ (ارجح المطالب صفحہ ۱۴۰ بروایت ابن عساکر وابن اثیر)

سبط ابن الجوزی خواص الامہ صفحہ ۶۳ میں بہ اسناد احمد بن حنبل سے اور وہ زہری سے روایت کرتے ہیں کہ عمرو بن عبدالعزیزؒ کا قول ہے کہ ہم اس امت میں آنحضرتؐ کے بعد حضرت علیؑ سے زاہد کسی کو زاہد نہیں پاتے نہ انھوں نے کبھی اینٹ پر اینٹ رکھی اور نہ بانس پر بانس رکھا (یعنی آپ نے مکان نہیں بنایا)۔

حضرت عمار ابن یاسر سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ، حضرت علیؑ سے فرماتے تھے کہ اللہ تعالی نے تمہیں ایسی زینت سے مزین کیا کہ بندوں میں سے کسی کو اس سے بہتر زینت نہیں دی گئی۔ وہ زینت زہد فی الدنیا ہے جو خدا کے نیک بندوں کی زینت ہے اے علی! خدا نے تمہیں ایسے ایسا بنایا ہے کہ تم کو دنیا سے اور دنیا کو تم سے کچھ نہ ملا تم کو مسکینوں کی محبت دی گئی ان کی پیروی سے تم خوش کئے گئے اور وہ لوگ تمہاری امامت سے خوش رہیں گے (ریاض النضرہ للطبری بروایت حاکمی جلد ۲ صفحہ ۱۸ ارجح المطالب بروایت اسد الغابہ صفحہ ۱۴۰)۔

خود حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ مجھ سے آنحضرتؐ نے فرمایا اے علی! جب لوگ دنیا کی طرف رغبت کریں گے اور آخرت کو چھوڑ دیں گے اور لوگوں کی میراث کھا جائیں گے اور دین کو خرابی میں ڈالیں گے اور خدا کا مال لوٹ لیں گے تو تمہارا کیا حال ہوگا۔ میں نے عرض کیا کہ میں ان کو چھوڑ دوں گا اور وہ جس بات کو اختیار کرلیں گے میں اس کو ترک کردوں گا۔ اور اللہ اور اس کے رسول کو اور آخرت کے گھر کو اختیار کرلیں گے اور دنیا کی مصیبتوں پر صبر کروں گا۔ یہاں تک کہ آپ سے ملوں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا تم سچ کہتے ہو پھر آپ نے یہ دعا فرمائی کہ یا اللہ اس کے ساتھ ایسا ہی کرنا (ریاض النضرۃ بروایت حافظ ثقفی جلد۲ صفحہ ۲۲۹)۔

علی ابن ربیعہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ سے ابن النباح مؤذن نے کہا اے امیر المؤمنین! آپ نے بیت المال کو روپیہ اور اشرفی سے بھر دیا۔ حضرت علیؑ ابن النباح پر ٹیک دیکر اللہ اکبر کہتے ہوئے اٹھے اور بیت المال میں تشریف لاکر جو کچھ موجود تھا سب تقسیم کردیا اور فرمایا:

یا صفراء، یا بیضاء غرّ غیری — اے اشرفی اور روپیہ! تو میرے علاوہ کسی اور کو فریب دے۔

پھر آپ نے پانی چھڑکوا کر بیت المال میں دو رکعت نماز پڑھی۔ مجمع تیمی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؑ کو بیت المال میں جاتے ہوئے دیکھا اس میں مال بھرا ہوا تھا آپ نے فرمایا کہ میں اس کو یہاں نہیں دیکھنا چاہتا لوگوں کو اس کی ضرورت ہے پھر تقسیم کا حکم دیا بعد تقسیم وہیں صاف کرا کر اس امید پر نماز پڑھی کہ قیامت کے روز گواہی دے کہ میں نے مسلمانوں سے بچا کر اس مال بند نہیں رکھا (تذکرہ خواص الامہ سبط ابن الجوزی صفحہ ۶۴ و ریاض النضرہ جلد۲ صفحہ ۲۲۹۔ بروایت امام احمد و قلعی و صاحب الصفوۃ وغیرہ اس روایت میں مجمع تیمی نہیں۔ کنز العمال جلد۶ صفحہ ۴۰۹۔ بروایت حضرت امام جعفر صادق و مجمع و بہ تخریج ابوعبید و حلیۃ الاولیاء لابی نعیم و ابن عساکر و امام احمد و مسدد و وغیرہ)۔

حضرت امام حسنؑ کا ارشاد ہے کہ حضرت علی نے نہ کبھی مال جمع کیا اور نہ کچھ چھوڑا اور نہ مکان بنایا اگر وہ چاہتے تو مدینہ سے حواب تک عمارتیں بنوا دیتے۔ (ارجح المطالب صفحہ ۱۴۱۔ بروایت ابن اثیر و اسد الغابہ و ابونعیم)۔

مولوی شاہ معین الدین ندوی خلفائے راشدین صفحہ ۳۰۸ میں لکھتے ہیں کہ دنیا کی چھوٹی

نمائش اور اس کے چند روزہ عیش کو حضرت علی مرتضیٰ نے ہمیشہ حقارت کی نظر سے دیکھا کوفہ تشریف لائے تو دارالامارت کے بجائے ایک میدان میں فروکش ہوئے۔ اور فرمایا کہ عمر ابن الخطاب نے ہمیشہ ان عالیشان محلات کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا مجھے بھی اس کی حاجت نہیں میدان میرے لئے کافی ہے۔

حضرت علیؓ نے شروع سے آخر تک زاہدانہ زندگی بسر کی پچیس چھبیس برس کی عمر تک آنحضرتؐ کے ساتھ رہے ظاہر ہے کہ شہنشاہ اقلیم زہد وقناعت کے ساتھ عیش دنیاوی کا کہاں موقع میسر ہوا ہوگا۔ حضرت فاطمہ کے ساتھ جب شادی ہوئی تو علیحدہ مکان میں رہنے لگے لیکن زہد کا اس سے اندازہ ہوگا کہ سیدہؑ جنت جو ساز وسامان اپنے میکے سے لائی تھیں اس میں ایک چیز کا بھی اضافہ نہ ہوسکا۔ چکی پیتے پیتے حضرت فاطمہ کے ہاتھوں میں گھٹے پڑ گئے تھے گھر میں اوڑھنے کی صرف ایک چادر تھی وہ بھی اس قدر مختصر کہ پاؤں چھپاتے تو سر برہنہ ہوجاتا اور سر چھپاتے تو پاؤں کھل جاتا۔ معاش کی یہ کیفیت تھی کہ ہفتوں گھر سے دھواں نہ اٹھتا بھوک کی شدت ہوتی تو پیٹ پر پتھر باندھ لیتے۔ ایک دفعہ شدت گرسنگی میں کاشانہ اقدس سے باہر نکلے کہ مزدوری کر کے کچھ حاصل کر لائیں۔ عوالی(۱) مدینہ میں دیکھا کہ ایک ضعیفہ کچھ اینٹ پتھر جمع کر رہی ہے خیال ہوا کہ شاید اپنا باغ سیراب کرنا چاہتی ہے اس کے پاس پہنچکر اجرت طے کی اور پانی سینچنے لگے۔ یہانتک کہ ہاتھوں میں آبلے پڑ گئے۔ غرض اس محنت ومشقت کے بعد ایک مٹھی کھجور اجرت میں ملی لیکن تنہا خوری کی عادت نہ تھی بحسنہ لئے ہوئے بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام کیفیت سن کر نہایت شوق کے ساتھ کھانے میں ساتھ دیا (مسند امام احمد ابن حنبل جلد اصفحہ ۱۳۵)۔

در دولت پر نہ کوئی حاجب تھا نہ دربان نہ امیرانہ کروفر نہ شاہانہ تزک واحتشام غرض عین اس وقت جب کسری کی شہنشاہی مسلمانوں کے لئے زر وجواہر اگل رہی تھی اسلام کا خلیفہ ایک معمولی غریب کی طرح زندگی بسر کرتا تھا اور داد ودہش کی بدولت کبھی فقر وفاقہ کی نوبت بھی آجاتی تھی ایک دفعہ ممبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ "میری تلوار کا کون خریدار ہے خدا کی قسم اگر میرے پاس ایک تہ بند کی قیمت ہوتی تو اس کو فروخت نہ کرتا"۔ ایک شخص نے کھڑے ہوکر کہا "امیر المؤمنین میں تہ بند کی قیمت قرض دیتا ہوں (ازالۃ الخفاء واستیعاب)۔

۱۔ مدینہ کے قرب وجوار کی آبادی کا نام عوالی تھا۔۱۲

حضرت علیؑ کی خانگی زندگی یعنی لباس وطعام وغیرہ کے کیفیات فضائل خارجی کے بعد ہم لکھیں گے۔ حکیم سنائی حدیقۃ الحقائق میں لکھتے ہیں:

سوار دین پسر عم پیغمبر — شجاع شرع و صاحب حوض کوثر
ز جودش ابر دریا پر تویی بود — بہ بخشش دہر کمتر از جوئی بود
نہ ہرگز آرزوئی سیم و زر داشت — نہ ہرگز سوئی سیم و زر نظر داشت
چنان در راہ معنی سرخ و بود — کہ سیم و زر بچشمش خاک کو بود
تو اے زر زرد گرد از نا امیدی — تو نیز اے سیم می کش این سپیدی
چو دنیا آتش و او شیر بودہ — ازین معنی ز دنیا سیر بودہ
اگر چہ کم نشیند گرسنہ شیر — نخورد او نان دنیا یک شکم سیر
ازاں جستی بدنیا فقر و فاقہ — کہ دنیا بود پیشش سہ طلاقہ

(مناقب مرتضوی للشیخ محمد صالح کشفی صفحہ ۱۹۴)

تقوی

اس سے مراد شبہات سے اجتناب واحتراز ہے۔ حضرت علیؑ کو اس صفت کے ساتھ خداوند عالم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں اس آیہ وافی ہدایہ میں متقی بیان فرمایا۔

والذی جاء بالصدق و صدق بہ اولئک ھم المتقون (پ۲۳زمر) — اور وہ شخص جو آیا سچائی کے ساتھ اور اس نے تصدیق کی وہ لوگ متقین میں سے ہیں۔

ارجح المطالب صفحہ ۱۵۰ میں ہے کہ جلال الدین سیوطی درمنثور میں اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ابن عساکر نے بروایت مجاہد لکھا ہے کہ "والذی جاء بالصدق" سے آنحضرتؐ اور و صدق سے حضرت علیؑ مراد ہیں بیہقی نے یہی بہ اسناد آنحضرتؐ سے روایت کی فرمایا کہ جو شخص حضرت آدمؑ کا علم اور حضرت نوحؑ کا تقوی اور حضرت ابراہیم کی خلت اور حضرت موسی کی ہیبت اور حضرت عیسیٰؑ کی عبادت دیکھنے کی خواہش رکھتا ہو وہ علی ابن ابی طالبؑ کو دیکھے۔ اس حدیث تشبیہ کہتے ہیں اس کا تفصیلی بیان آئندہ آئیگا۔

دیلمی فردوس الاخبار میں اور ابو نعیم حلیۃ الاولیاء میں بروایت حضرت علیؑ وانس ابن مالکؓ و جابر ابن عبداللہؓ لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا اے علی تم سید المسلمین وامام المتقین وقائد الغر المحجلین ویعسوب المؤمنین ہو حضرت انس کی روایت میں ہے کہ آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ سے مرحبا سید المسلمین وامام المتقین فرمایا حضرت جابر سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا شب معراج میں مجھکو علی کے متعلق سید المؤمنین وامام المتقین وقائد الغر المحجلین ہونے کا الہام ہوا۔ (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۷۔ ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۷۷۔ بادنی تغیر الفاظ)

ان القاب کی تشریح جلد سوم کتاب السیرۃ العلویہ بذکر المآثر المرتضویہ موسومہ بہ مناقب المرتضی من مواہب المصطفی میں ناظرین ملاحظہ کریں گے۔

تقوی کے متعلق حسب ذیل واقعات مروی ہیں۔ ابو عمر بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ مال غنیمت میں حضرت ابوبکرؓ کے مثل عمل کرتے جب آپ کے پاس مال آتا سب تقسیم کر دیتے اور بیت المال میں کچھ نہ باقی رکھتے البتہ جس کی تقسیم کسی وجہ سے اس روز نہ کر پاتے تو وہ رہ جاتا بیت المال سے اپنے لئے قبل تقسیم کچھ نہ نکالتے اور نہ اپنے کسی عزیز قریب کو خصوصیت سے کچھ دیتے۔ فرماتے کہ مجھکو تمہارے اموال غنیمت سے بجز ایک شیشہ کے کچھ نہ ملا یہ بھی ایک دہقان نے ہدیۃً بھیجا تھا بعد تقسیم مال غنیمت ارشاد فرمایا کہ بڑا کامیاب وہ شخص ہے جس کے پاس تھوڑی سی کھجور ہو اور وہ دن میں اس میں سے ایک کھجور نکال کر کھالیا کرے (ترجمہ ازالۃ الخفاء جلد ۳ صفحہ ۳۱۶)۔

ورع

اس سے مراد غیر مشتبہ چیزوں سے اجتناب ہے۔ عبداللہ ابن زبیر کہتے ہیں کہ میں عید الاضحیٰ کے دن حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپنے مجھ کو حریرہ کھلایا میں نے عرض کیا اے امیر المؤمنینؑ! خدا آپ کو نیکی دے اگر آپ ہمارے لئے بطخ ذبح کراتے تو بہت اچھا ہوتا اللہ تعالیٰ نے آپ کو مال ومتاع وافر عطا فرمایا ہے۔

حضرت علیؑ فرمانے لگے میں نے آنحضرتؐ سے سنا ہے کہ خلیفہ کے لئے دو پیالوں سے زائد خدا کا مال لینا حلال نہیں ایک خود اس کے اور اس کے گھر والوں کیلئے اور دوسرا مہمان کیلئے (مسند

امام احمد ابن حنبل جلد۱ صفحہ ۸۷۔ تذکرۃ الخواص الامہ لسبط ابن الجوزی صفحہ ۶۵ (اس روایت میں عبداللہ ابن زرین کا نام ہے)۔ ریاض النضرۃ جلد۲ صفحہ ۲۳۵ (اس روایت میں عبداللہ بن زبیر کا نام ہے) ارجح المطالب صفحہ ۱۵۶ وغیرھا من کتب المناقب والسیر والتاریخ والحدیث)

ابی مطرف کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کو تہ بند باندھے اور ایک چادر اوڑھے دُرّہ ہاتھ میں لئے بازار میں پھرتے دیکھا ہے بالکل ایک دیہاتی معلوم ہوتے تھے کپڑا بیچنے والوں کے بازار میں جب تشریف لائے تو ایک دوکاندار سے فرمانے لگے کہ تین درہم اک ایک کرتہ ہم کو دیدو۔ اس نے آپ کو پہچان لیا آپ دوسرے دوکاندار کے پاس چلے گئے جب اس نے بھی پہچان لیا تو وہاں سے بھی چلے گئے او کچھ نہ مول لیا پھر ایک کمسن بچہ کی دوکان پر گئے اس سے تین درہم کا کرتہ مول لیا۔ اسی اثنا میں اس لڑکے کا باپ آ گیا لڑکے نے باپ سے واقعہ بیان کیا وہ ایک درہم لیکر حضرت علیؑ کی خدمت میں پہنچا اور عرض کیا کہ قمیص کی قیمت دو درہم ہے آپ نے فرمایا کہ اس کڑکے نے ہماری اور ہم نے اس کی رضا حاصل کر لی لہذا درہم واپس ہے (ریاض النضرۃ جلد۲ صفحہ ۲۳۶۔ بروایت امام احمد فی المناقب وصاحب الصفوۃ وخواص الامہ لسبط ابن الجوزی صفحہ ۶۶)۔

تواضع

حضرت علیؑ کی دستار فضیلت کا سب سے خوشنما طرہ سادگی اور تواضع ہے اپ کو اپنے ہاتھ سے محنت ومزدوری کرنے میں کچھ عار نہ تھا۔ لوگ مسائل پوچھنے آتے تو آپ کو کبھی جوتا ٹانکتے کبھی اونٹ چراتے اور کبھی زمین کھودتے پاتے۔ مزاج میں سادگی اسقدر تھی کہ فرش خاک پر سو جاتے۔

ایک مرتبہ آنحضرتؐ آپ کو ڈھونڈھتے ہوئے مسجد میں تشریف لائے دیکھا کہ آپ بے تکلفی سے زمین پر سو رہے ہیں چادر پیٹھ سے نیچے سرک گئی ہے اور جسم گرد آلود ہو گیا ہے۔ آنحضرت کو یہ سادگی بہت پسند آئی خود دست اقدس سے آپ کا بدن صاف کر کے محبت آمیز لہجہ میں فرمایا "اجلس یا ابا تراب" حضرت علیؑ کو یہ کنیت اتنی پسند تھی کہ جب کوئی اس سے مخاطب کرتا تو خوشی سے ہونٹوں پر تبسم کی لہر دوڑ جاتی (بخاری کتاب المناقب باب مناقب علی وخلفائے راشدین صفحہ ۳۱۲)۔

زمان خلافت میں بھی یہ سادگی قائم رہی عموماً چھوٹی آستین اونچے دامن کا کرتہ اور معمولی

کپڑے کا تہ بند باندھے بازار میں گشت فرماتے۔ اگر کوئی تعظیماً ساتھ ہو لیتا تو منع فرماتے اور کہتے کہ اس میں والی کے لئے فتنہ اور مؤمن کے لئے ذلت ہے۔ (تاریخ طبری وخلفائے راشدین صفحہ ۳۱۲)۔

زادان سے مروی ہے کہ میں نے حضرت علیؓ کو بازاروں میں اس حال میں دیکھا کہ آپ درہ لئے ہوئے ٹہل رہے ہیں اور لوگوں کو درہ سے ہٹاتے جاتے ہیں اور بھولے ہوؤں کو راستہ بتا رہے ہیں اور بوجھ اٹھانے والوں کی مدد فرما رہے ہیں اور یہ آیت ورد زبان ہے کہ

تلک الدار الآخرۃ نجعلھا للذین لا یریدون علواً فی الارض و لا فساداً و العاقبۃ للمتقین	یہ آخرت کا گھر ہے اسکو ہم نے ان لوگوں کیلئے بنایا ہے جو زمین میں غرور اور فساد نہیں کرتے اور ڈرنے والوں کا انجام بخیر ہے۔

پھر فرماتے کہ یہ آیت صاحبان قدرت کے حق میں نازل ہوئی ہے (ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۲۳۴۔ تذکرۃ الخواص الامۃ لسبط ابن الجوزی صفحہ ۶۸)۔

انکسار

حضرت علیؓ مرتضی کرم اللہ وجہہ میں یہ صفت بھی بدرجہ اتم تھی۔ محی السنہ بغوی اپنے معجم میں بروایت ابو صالح لکھتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے حضرت علیؑ کو دیکھا آپ نے ایک درہم کی کھجوریں خرید فرمائیں اور کپڑے میں باندھ کر اٹھانے لگے لوگوں نے آپ سے عرض کیا: اے امیر المؤمنین! ہم اس کو اٹھا کر گھر تک پہنچا دیں۔ آپ نے فرمایا کہ لڑکوں کا باپ ہی اس کے اٹھانے کا زائد حقدار ہے۔ (ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۲۳۴ وارجح المطالب صفحہ ۱۵۰)۔

عفو عن المکافات

حضرت علیؓ میں یہ وصف بھی کمال کے ساتھ موجود تھا۔ ابی مطر بصری سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علیؓ بازار سے گذر رہے تھے خرمہ فروش کی دوکان پر کچھ خریدنے کی غرض سے کھڑے ہو گئے اس دوکان پر ایک لونڈی رو رہی تھی۔ آپ نے وجہ دریافت کی اس نے بیان کیا میں اس دوکاندار سے ایک درہم کی کھجور لے گئی تھی میرے مالک نے اسے واپس کر دیا اب اسکو واپس لینے سے انکار ہے میں اس واسطے روتی ہوں کہ میرا مالک اگر مجھ سے پوچھے گا تو میں اس کو کیا جواب دوں گی۔

حضرت علیؓ نے اس دوکاندار سے فرمایا یہ جاریہ ہے اس کا اختیار ہی کیا۔ یہ اپنے ملاک کے لئے لے گئی تھی۔ اس نے نہیں لیا مناسب ہے تم کھجور لیکر قیمت اس کو واپس کر دو دوکاندار آپ کو پہچانتا نہ تھا اس نے سخت کلامی کی اور ہٹانا چاہا لوگوں نے اس سے کہا تو نہیں جانتا یہ امیر المؤمنین ہیں اس نے یہ سنکر کھجوریں اور درہم دونوں واپس کر دیں۔ اور آپ سے عذر و معذرت کر کے کہنے لگا کہ آپ مجھ سے خوش ہو جایئے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں تم سے خوش رہونگا اگر تم لوگوں کا پورا حق ادا کرتے رہو گے۔ (ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۲۳۴۔ بروایت امام احمد فی المناقب)۔

ایک مرتبہ بحالت جہاد حضرت علیؓ نے ایک شخص پر غلبہ حاصل کیا اس نے آپ کے روئے مبارک پر تھوک دیا آپ فوراً ہٹ آئے اس نے اس کا سبب پوچھا فرمایا تمہارا قتل اب خالصاً للہ نہیں رہا۔ مکافات ایذائے نفس اس میں شامل ہو گئی یہ سن کر وہ مسلمان ہو گیا۔ اس واقعہ کو حضرت مولانا جلال الدین رومی نے دفتر اول مثنوی شریف میں یوں نظم فرمایا ہے۔

او خیو انداخت برروئے علی — افتخار ہر نبی و ہر ولی
او خیو انداخت بر روئے کہ ماہ — سجدہ آرد پیش او شام و پگاہ
در زماں انداخت شمشیر ان علی — کرد او اندر غزایس کاہلی
گشت حیران اں مبارز زیں عمل — از نمودن عفو و رحم بے محل
گفت بر من تیغ تیز افراشتی — از چہ افگندی چرا بگذاشتی
اے علی کہ جملہ عقل و دیدہ ای — شمہ ای واگو از آنچہ دیدہ ای
راز بکشا اے علی مرتضیٰ — اے پس سوء القضا حسن القضاء
چوں تو بابی آن مدینہ علم را — چون شعاعی آفتاب حلم را
کہ بفرما یا امیر المؤمنین — تا بجنبد جاں بہ تن ہچو جنین
در محل قہر این رحمت ز چیست — اژدہا را دست دادن کار کیست
گفت تیغے از پئے حق میزنم — بندۂ حقم نہ مامور تنم
شیر حقم نیستم شیر ہوا — فعل من بر دین من باشد گوا

حلم

حضرت علی مرتضی (کرم اللہ وجہہ) حلیم و بردبار ایسے تھے کہ آنحضرتؐ کا مخصوص ارشاد ہے "واعظمھم حلماً" یعنی از روئے حلم عظیم ترین شخص تھے (یہ حدیث حضرت فاطمہ کے نکاح کے موقعہ پر ارشاد ہوئی تھی جس میں سبقت اسلام کثرت علم وغیرہ کا بیان ہے بروایت معقل ابن یسار وغیرہ بیان ثبوت اعلمیت حضرت علی میں گذر چکی ہے)۔

محمد بن یوسف گنجی شافعی کفایت الطالب فی مناقب علی ابن ابی طالب میں لکھتے ہیں کہ معاویہ نے خالد بن یعمر سے پوچھا کہ علی تمہیں کس وجہ سے محبوب ہیں انھوں ے کہا تین وجہ سے (۱) غصہ کے وقت حلم اختیار کرنے سے (۲) گفتگو میں سچائی اختیار کرنے سے (۳) عدل سے حکم کرنے سے (ارجح المطالب صفحہ ۱۵۲)۔

امام غزالی احیاء العلوم میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علی نے اپنے غلام کو پکارا اس نے کچھ جواب نہ دیا مکرر سے مکرر پکارا پھر بھی نہ بولا تب آپ نے اٹھکر دیکھا کہ وہ سو رہا ہے پھر آپ نے اس سے پوچھا کیا تو نے میری آواز نہیں سنی اس نے جواب دیا سنی تھی۔ دریافت کیا کہ پھر جواب کیوں نہیں دیا کہنے لگا کہ آپ کی عقوبت سے بے خوف تھا اس لیے کاہلی کی۔ آپ نے فرمایا جا میں نے تجھے آزاد کیا۔ (ارجح المطالب صفحہ ۱۵۲)۔

حکیم سنائی لکھتے ہیں۔

نائب کردگار حیدر بود | صاحب ذوالفقار حیدر بود
مہر و کینش دلیل منبر و دار | حلم و خشمش قسیم جنت و نار

(مناقب مرتضوی صفحہ ۸۲)

صبر

حضرت علی تنگی معاش پر بہت بڑے صابر تھے۔ خود آپ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے بدر کے مال غنیمت میں سے ایک اونٹ عطا فرمایا تھا وہ ایک انصاری کے یہاں رہتا تھا میں اس پر اذخر (گھاس) لاد کر فروخت کرتا ایک مرتبہ حضرت حمزہ نے اس کو ذبح کر کے کباب نوش فرمائے،

میں نے صبر کیا (ریاض النضرہ ج ۲ صفحہ ۱۳۱)۔

ایک روز آپ نے حضرت فاطمہ سے کہا کہ پانی بھرتے بھرتے میرا سینہ درد کرنے لگا رسول اللہ کے پاس لونڈی غلام آتے رہتے ہیں تم جاؤ رسول اللہ سے ایک خادم طلب کرو۔ حضرت فاطمہ فرمانے لگیں کہ چکی پیستے پیستے میرے ہاتھوں میں بھی آبلے پڑ گئے ہیں۔ چنانچہ وہ آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئیں فرمایا کیسے آئیں بولیں سلام کرنے، مگر سوال کرتے شرم آئی بغیر سوال کیے واپس گئیں حضرت علیؓ نے پوچھا تم نے کیا کیا، کہنے لگیں مجھ کو آنحضرتؐ سے سوال کرتے شرم معلوم ہوئی پھر دونوں ایک ساتھ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ پانی بھرتے بھرتے میرا سینہ درد کرنے لگا ہے۔ حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا کہ چکی پیستے پیستے میرے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے پاس لونڈی غلام اور مال بھیجا ہے ایک خادم ہم کو بھی عطا فرمایئے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا یہ مجھ سے نہ ہوگا کہ میں تم کو تو دوں اور اہل صفہ کو فاقہ میں چھوڑ دوں؟ میں ان لونڈی، غلاموں کو فروخت کر کے اصحاب صفہ پر ان کی قیمت کو صرف کروں گا یہ سن کر دونوں واپس آئے۔ پھر خود آنحضرتؐ ان کے یہاں تشریف لے گئے۔ حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ چادر اوڑھ کر سو چکے تھے چادر اس حیثیت کی تھی کہ اگر سر ڈھکا جاتا تو پاؤں کھل جاتے تھے اور اگر پاؤں ڈھکے جاتے تھے تو سر کھل جاتا تھا۔ آنحضرتؐ کے تشریف لانے سے دفعۃً دونوں اٹھنے لگے تو آنحضرتؐ نے روک دیا اور فرمایا میں تم کو ایسی چیز بتلادوں جو اس چیز سے بہتر ہے جس کو تم مجھ سے مانگتے ہو؟ دونوں نے کہا ہاں۔ پھر فرمایا مجھ کو حضرت جبرائیلؑ نے چند کلمہ سکھائے ہیں تم دونوں ہر نماز کے بعد دس بار تسبیح، دس بار تحمید، دس بار تکبیر کہہ لیا کرو اور سوتے وقت تسبیح ۳۳ بار، تحمید ۳۳ بار، تکبیر ۳۴ پڑھ لیا کرو۔ حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ جب سے آنحضرتؐ نے مجھ کو یہ کلمات سکھائے اس وقت سے میں نے ان کو نہیں چھوڑا۔ آپ سے پوچھا گیا کہ شب صفین میں بھی کیا آپ نے نہیں ترک کیا؟ آپ نے کہا نہیں (ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۲۲۳ بروایت امام احمد)

یہ حدیث تسبیح مختلف طریقوں سے روایت ہوئی ہے۔ قریب قریب تمام محدثین نے اس کو روایت کیا۔ سب سے اول و مشہور روایت امام بخاری کی ہے جو اپنی صحیح میں حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت فاطمہؓ کو خادمہ کے لئے آنحضرتؐ کے پاس بھیجا تھا آنحضرتؐ

تشریف فرما نہ تھے وہ حضرت عائشہ سے مل کر واپس آئیں جب آنحضرتؐ تشریف لائے تو حضرت عائشہ نے حضرت فاطمہؑ کی تشریف آوری بیان کی پھر آپ حضرت فاطمہؑ کے یہاں تشریف لائے اور آپ نے تسبیح تعلیم فرمائی (ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۲۳۳ بروایت بخاری)۔

ابو بشیر دولابی صاحب الکنی بروایت حضرت ام سلمہؓ لکھتے ہیں کہ حضرت فاطمہؑ نے آکر گھر کے کام کاج کی شکایت کی کہ میرے ہاتھ میں چھالے پڑ گئے ہیں مجھے ایک خادمہ دیجئے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جو رزق تمہارے مقسوم میں ہے وہ پہنچتا رہے گا میں تم کو تسبیح کی تعلیم کرتا ہوں، اس کا ورد رکھو خادم سے یہ زیادہ بہتر ہے۔

دولابی بروایت اسماء بنت عمیس لکھتے ہیں کہ حضرت فاطمہؑ نے فرمایا کہ ایک روز آنحضرتؐ تشریف لائے اور دریافت فرمایا کہ میرے دونوں بیٹے حسن وحسین کہاں ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ وہ دونوں بھوکے تھے حضرت علیؑ کہنے لگے کہ میں ان دونوں کو اپنے ساتھ لئے جاتا ہوں یہاں تمہارے پاس رہیں گے تو روئیں گے ان کے بہلانے کے لئے تمہارے پاس کچھ موجود بھی نہیں ہے اسی وجہ سے وہ ان کو ایک یہودی کے یہاں لے گئے ہیں۔

آنحضرتؐ یہ سن کر خود وہیں تشریف لے گئے دیکھا کہ دونوں صاحبزادے کھیل رہے ہیں اور سامنے کھجور کی گٹھلیاں رکھی ہیں آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ قبل اس کے کہ دھوپ تیز ہو ان کو گھر واپس لے چلو۔ حضرت علیؑ نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے یہاں کچھ کھانے کو نہیں ہے اگر آپ توقف فرمائیں تو میں گھر کے لئے تھوڑی سی کھجوریں جمع کرلوں۔ آنحضرت بیٹھ گئے حضرت علیؑ نے اس یہودی کا حوض بھرنا شروع کیا فی ڈول ایک کھجور ملی۔ جب تھوڑی سی کھجوریں جمع ہوگئیں تو حضرت علیؑ نے ان کو اپنے تہ بند کے کونے میں باندھ لیا پھر آنحضرتؐ نے ایک صاحبزادے کو اپنی گود میں لیا اور دوسرے کو حضرت علیؑ نے اور مکان واپس تشریف لائے (ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۲۳۲ بروایت دولابی در ذریت طاہرہ و صفحہ ۲۳۳ وارجح المطالب صفحہ ۴۸)۔

تحمل

مصائب پر صبر اور تکالیف کا تحمل جیسا کہ حضرت علیؑ مرتضی کرم اللہ وجہ نے کیا دوسرا کوئی شخص

نہیں کرسکتا واقعات زندگی اس کے شاہد عادل ہیں۔ خود آپ سے مروی ہے کہ حضرت فاطمہؓ جب ہمارے گھر آئیں تو ہمارے بچھانے کیلئے صرف مینڈھے کی ایک کھال تھی۔ ضمرہ کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے گھر کا کام کاج اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ سے متعلق کیا تھا اور بیرونی انتظامات حضرت علیؑ سے متعلق فرمائے تھے شدت تکلیف ومحنت ومشقت میں خادم کی درخواست پر بارگاہ نبوت سے تحمل کی جو تعلیم فرمائی گئی ان کا بجز آپ حضرات کے اور کون متحمل ہوسکتا تھا۔

مولانا محمد صالح کشفی مناقب مرتضوی صفحہ ۴۱ میں لکھتے ہیں:

علی آمد ولی ہر مومن اقتدا کن چو مومنان بولی
سرور انبیا چنین فرمود کہ علی از من است و من ز علی

عدل

حضرت علی مرتضی کے عدل کی یہ کیفیت تھی کہ مال سب کو مساوی تقسیم فرماتے۔ آنحضرتؐ کا ارشاد آپ کے حق میں ہے "و اقسمهم بالسوية" (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۲) سب سے زیادہ برابر کی تقسیم کرنے والے۔ تفصیل کتب احادیث ومناقب میں موجود ہیں۔ ملاحظہ ہو مطالب السئول صفحہ ۱۱۵۔

امام شعبی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علی نے اپنی زرہ ایک یہودی کے پاس دیکھی آپ اُس کو قاضی شریح کے پاس لے گئے اور خود فرش کے کنارہ پر بیٹھ گئے فرمایا کہ اگر میرا مدعا علیہ مسلمان ہوتا تو میں بھی اُس کے برابر کھڑا ہوتا یہ کہکر آپ نے فرمایا کہ یہ میری زرہ ہے .یہودی نے اس سے انکار کیا. قاضی شریح نے گواہ طلب کئے .آپ نے حضرت امام حسن علیہ السلام اور قنبر کو پیش کیا مگر قاضی شریح نے نہ مانا اور دلیل طلب کی حضرت علی نے فرمایا کوئی دلیل نہیں قاضی شریح نے یہودی کے موافق فیصلہ کردیا. حضرت علی ساکت ہوگئے .یہودی زرہ لیکر کچھ دور گیا تھا کہ پھر واپس آیا اور کہنے لگا میں اس امر کی گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس امر کی شہادت دیتا ہوں کہ یہ انبیا کے احکام ہیں کہ امیر المؤمنین ایسا شخص مجھکو قاضی کے سامنے لائے اور قاضی اُس پر قضا کا حکم جاری کرے میں اقرار کرتا ہوں کہ یہ زرہ جنگ صفین

میں حضرت علی سے گر پڑی تھی جضرت علی اُس یہودی کے مسلمان ہوجانے سے بہت خوش ہوئے وہ زرہ اُس کو بخشدی اور ایک گھوڑا اور عنایت کیا وہ یہودی حضرت علی کے ساتھ رہ کر جنگ نہروان میں شہید ہوا (مطالب السئوال ص ۱۰۲ اور ارجح المطالب ص ۱۵۹ ان دونوں روایتوں میں قلیل اختلاف ہے مطالب السئول میں شعبی کا نام نہیں. وینابیع المودۃ ص ۲۹۰ منقول از صواعق محرقہ)

حیاوشرم

حضرت علی مرتضیٰ میں حیاوشرم کوٹ کر بھری ہوئی تھی یہانتک کہ خود آنحضرتؐ سے ضروری مسائل دریافت کرنے میں بھی حیادامنگیر ہوتی تھی.

صحیحین میں ہے کہ ایک مرتبہ یہ دریافت کرنا تھا کہ خروج ندی سے غسل لازم آتا ہے یا نہیں آپ بوجہ قرابت وشرم وحیاء فطری خود بالمشافہ نہ دریافت فرماسکے بذریعہ حضرت مقداد ابن الاسود دریافت فرمایا آنحضرتؐ نے وضو کا حکم دیا (ریاض النضرۃ جلد ۲ ص ۲۳۴ وارجح المطالب ص ۱۵۹)

سیرت ابن ہشام میں ہے کہ غزوہ احد میں ابوسعد کافر سے مقابلہ ہوا ایک ہی حملہ میں وہ ایسا گرا کہ برہنہ ہوگیا حضرت علی شرم سے الگ کھڑے ہوگئے (خلفائے راشدین ص ۲۱۳)

غیرت

حضرت علی کی غیرت کا یہ حال تھا کہ آپ نے کبھی کسی کا زیر بار احسان ہونا گوارا نہ کیا بشدید بھوک میں پیٹ پر پتھر باندھا محنت ومزدوری کی کسی کے یہاں کھانے کے روادار نہ ہوئے احباب میں اکثر حضرات مالدار بھی تھے یہی حالت زمانہ خلافت میں بھی رہی. خانگی حالات سے یہ امور بخیر وخوبی واضح ہوں گے.

قناعت

قناعت کی یہ کیفیت تھی کہ ہارون ابن عنزہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت علی سے قصر خورنق میں ملنے گیا۔ جاڑوں کا زمانہ تھا حضرت علی ایک پرانی چادر اوڑھے ہوئے تھے سردی کا کچھ اثر آپ کو محسوس ہورہا تھا. میں نے آپ سے عرض کیا اے امیر المؤمنین اللہ تعالےٰ نے آپ کو اور آپ کے اہل وعیال کے لئے بیت المال میں حق مقرر

کر دیا ہے آپ اپنے نفس پر اسقدر تکلیف کیوں گوارا فرماتے ہیں. ارشاد ہوا کہ وہ سب میں تم لوگوں کے حوالہ کر دیتا ہوں. میں خود اس میں سے کچھ نہیں لیتا یہ وہی چادر ہے جس کو میں مدینہ سے اوڑھکر آیا تھا (ریاض النضرۃ جلد ۲ ص ۲۳۵ و ینابیع المودۃ ص ۲۱۹ مطالب السئول ص ۱۱۲)

خلوص

خلوص سے مراد عبودیت ہے. حضرت علی مرتضٰی کا ہر فعل خالصاً لوجہ اللہ ہوتا تھا. عبادات میں خلوص اور اُس کے واقعات فضائل کسبی میں ناظرین ملاحظہ کریں گے.

حضرت علی کے اخلاص کی یہ کیفیت تھی کہ آنحضرت لوگوں کو اس کی ہدایت فرماتے تھے کہ علی سے اخلاص سیکھو.

حضرت مولانا جلال الدین رومی مثنوی شریف میں لکھتے ہیں:

از علی آموز اخلاص عمل — شیر حق را دان منزہ از دغل
گفت پیغمبر علی را کائے علی — شیر حقی پہلوانے پر دلی
لیک بر شیری مکن ہم اعتمید — اندر آدر سایۂ نخل امید
تو تقرب جو بعقل و سر خویش — نے چو ایشاں برکمال و بر خویش
یا علی از جملۂ طاعات راہ — برگزیں تو سایۂ خاص اللہ
تو برواز سایۂ عاقل گریز — تا رہی زاں دشمن پنہاں ستیز
از ہمہ طاعات اینک لائق است — سبق یابی بر ہر آنکو سابق است

توکل

امام احمد و ابو نعیم و دورقی و ضیاء مقدسی لکھتے ہیں کہ حضرت علی مرتضٰی فرماتے ہیں کہ ایک وقت مجھپر ایسا گذرا ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شدید بھوک میں پیٹ پر پتھر باندھا ہے (کنز العمال جلد ۶ ص ۴۰۹) اعمش کا قول ہے کہ حضرت علی صبح و شام یونہی گذار دیتے مدینہ شریف سے اُن کے پاس جو چیز آتی وہ نوش فرماتے (ریاض النضرۃ جلد ۲ ص ۲۳۶)

صداقت

ابن ابی شیبہ وابن ابی عاصم وعقیلی ونسائی وحاکم وابونعیم بروایت عباد ابن عبداللہ لکھتے ہیں کہ حضرت علی فرمایا کرتے کہ میں اللہ کا بندہ اور آنحضرت کا بھائی اور صدیق اکبر (۱) ہوں اس امر کو میرے سوا اور کوئی نہیں کہہ سکتا. میں نے سب لوگوں سے سات سال قبل نماز پڑھی. (کنزل العمال جلد ۶ ص ۳۹۴)

سلمان فارسی وابوذر غفاری سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے حضرت علی سے فرمایا کہ تم صدیق اکبر ہو (ارجح المطالب ص ۱۶۲ بروایت طبرانی ودیلمی)

صدق کے متعلق تفصیلی بیان اوپر لکھا جا چکا ملاحظہ ہو. "حضرت علی کا جامع مدارج فضل ہونا"

عصمت

امام احمد ابن حنبل مناقب میں حضرت ابوسعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا اے علی تم کو پانچ باتیں ایسی عطا ہوئیں جو میرے نزدیک دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں (۱) تم خدا کے سامنے مجھ پر تکیہ لگائے رہو گے جبتک کہ حساب سے فارغ نہ ہو (۲) دوسرے لواء الحمد جس کے نیچے آدم اور اولاد آدم ہوگی تمہارے ہاتھ میں ہوگا (۳) حوض کوثر پر کھڑے ہوگے جس کو میری امت سے پہچانو گے اُس کو پلاؤ گے (۴) میرا استر ڈھانپو گے اور مجھ کو خدا کے سپرد کرو گے (۵) تمہارے متعلق مجھکو اس بات کا مطلق خوف نہیں کہ پارسا ہونے کے بعد امر حرام کی طرف رجوع کرو گے یا ایمان کے بعد کفر کی طرف رجوع کرو گے (ریاض النضرۃ جلد ۲ ص ۲۰۳ وینابیع المودۃ ص ۳۱۵ منقول از صواعق محرقہ)

آنحضرتؐ کے اس ارشاد سے حضرت علی کا محفوظ و معصوم عن الخطا ہونا ثابت ہوتا ہے. شیخ محمد صالح کشفی مناقب مرتضوی ص ۹۷ میں لکھتے ہیں:

---

(۱) احسن الانتخاب صفحہ ۲ سطر ۲ میں بسلسلہ القاب صدیق اکبر کا لفظ لکھنے پر جو لوگ معترض ہیں وہ یہ حدیث مطالعہ فرمائیں واضح رہے کہ معاذ اللہ منہا اس سے حضرت ابوبکر صدیق کی صدیقیت کبریٰ پر کوئی حملہ نہیں مقصود ہے بلکہ وہ اپنی جگہ پر ہے اور یہ اپنی جگہ پر. ۱۲ منہ)

آں امام مبیں ولی خدا — آفتاب وجود اہل صفا
آں امامے کہ قائمست بہ حق — در زمین و زماں و ارض و سما
ذات او ہست واجب العصمت — او منزہ ز شرک و کفر و ریا
عالم وحدتست مسکن او — او بروں از صفات ما فیہا
اوست جان حقیقت انساں — جملہ فانی شوند او برجا
جنبش او بود ز حی قدیم — گردش او بود بملک بقا
ذات سبحان است باقی و بیچوں — دان صفاتش علی عالی را
نیست خالی صفات اوازذات — ہست محسوس او بذات خدا
او است آں گنج مخفی لاہوت — کہ حق او بحق شدہ پیدا
نقد آں گنج علم بے پایاں — نیست دیگر بجز علی اعلا
حکمت او جز او نداند کس — کو حکیم است و عالم اشیا
اول حق بود بلا اول — آخر حق بود بلا اُخرے
ناصر انبیا است او، الحق — اولیا راست دیدۂ بینا
او بحق حاضر است در کونیں — بیقیں داں کہ اوست بدر دجیٰ
او بحق است و حق ازو ظاہر — او بحق است و جاوداں بہ لقا
لمعۂ نور روئے او کردہ — آفتاب از ضیائے خود شیدا
بود از نور او دل آدم — کہ شدہ تاج مظہر اسما
بے ولائے علی بحق خدا — نہ نہد در بہشت آدم پا
مطلع گشتہ است بر ہر شی — آدم از علم آں امام بقا
سجدہ کردند مرد را ملکوت — زانکہ بد نور خالق یکتا
در رہ قدس عالم جبروت — انبیا را دلیل و راہ نما
شیث در رحم دید نور علی — گشت ازاں نور اعلم و اعلی
نوح ازو یافت آنچہ می طلبید — تا رسید او بمنزل علیا

کرد ذکرش خلیل در پلہ
شد بر او نار لالہ حمرا

جملہ نسرین و سنبل و گل شد
نار نمرود بر خلیل خدا

رو باو کرد بیشک اسمٰعیل
گشت قربان کیش خود بہ صفا

بسکہ نالید پیش او یعقوب
بوئے یوسف شنید و شد بینا

نور او دید موسیٰ عمران
گشت والہ درآں شب یلدا

اربعینی فتادہ بد بے خود
گشت مستغرق وصال بقا

گفت یارب مرا نشانے دہ
گفت دادم ترا ید بیضا

لطف او بود ہمدم مریم
گشت عیسیٰ ازاں سبب پیدا

بود با جملہ انبیا در سر
گشت باذات مصطفیٰ پیدا

سر او دید سرور کونین
در شب قرب در مقام دنیٰ

از علی می شنید نطق علی
بعلی جز علی نبود آنجا

اول و آخر او بود در دیں
ظاہر و باطن او بود بخدا

تا ندانی تو سر ایں معنی
نہ رسی در ولایت والا

او علی است و ابن عم رسول
اوست والی و شوہر زہرا

رہرواں طالبند او مطلوب
عارفاں صامت اند او گویا

خلق جہال او بود عالم
غیر نادان و او بود دانا

علم جاوید شد برو روشن
کرد تحقیق رمز ما اوحٰے

اوست مقصود کل موجودات
اوست واقف ز گنجہائے خدا

ذرۂ نیست بے مشیت او
از ثریٰ تا بہ فوق تحت سرا

خاصۂ علم و احدیت او است
کردہ او قصر دین و شرع بنا

گر تولا کنی بحیدر کن
تا برندت بجنۃ الماویٰ

روح اعظم بگرد مرقد او
دایماً در طواف و ذکر و دعا

گفت احمد خود از سر تحقیق
بوترابست شاہ ہر دو سرا

گر شود روشنت کہ والی اوست | با من اے خواجہ کم کنی غوغا
مومناں جملہ رو بہ او دارند | کہ امیر است و ہادی والا
ما ہمہ ذرہ ایم او خورشید | ما ہمہ قطرہ ایم او دریا
ما ہمہ مردہ ایم او زندہ | ما ہمہ پستی ایم او اعلیٰ
ما ہمہ غافلیم و او آگاہ | ما ہمہ فانی ایم او بہ بقا
شمس دیں چونکہ صادقی در عشق | جاں فدا کن برائے مولیٰنا
تا شود جانت واصل جاناں | تا رسد قطرۂ سوئے دریا
بندۂ خاندان بجاں می باش | گر بخواہی رسی بہ تحت والا

فضائل جسمی مشتمل بر دو قسم ظاہری و باطنی

۱۔ظاہری

حسن صورت

علامہ محب طبری ریاض النضرت میں حضرت علی کے متعلق لکھتے ہیں:

وکان رضی اللہ عنہ حسن الوجہ کانہ قمر الیلة البدر (جلد۲ص ۱۵۵)
حضرت علی رضی اللہ عنہ بہت خوبصورت مثل چودھویں رات کے چاند کے تھے.

ارجح المطالب ص ۲۲۴ میں ہے کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حسن صورت میں حضرت علی تمام عرب میں مشہور تھے. ابن اثیر اسد الغابہ میں بروایت ابی الحجاج لکھتے ہیں:

رایت علیا یخطب وکان من احسن الناس وجہا
میں نے حضرت علی کو خطبہ پڑھتے دیکھا. آپ سب لوگوں میں بہت زیادہ خوبصورت تھے.

اہل عرب حضرت علیؑ کو دیکھکر کہتے لاالٰہ الا اللہ ماأشرف ھذا الفتیٰ لاالٰہ الا اللہ ماأکرم ھذا الفتیٰ. لاالٰہ الا اللہ ماأشجع ھذا الفتیٰ (اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد چہارم)

حلیہ مبارک جلد اول کتاب السیرۃ العلویہ بذکر الماآثر المرتضویہ موسومہ بہ احسن الانتخاب فی ذکر معیشۃ سیدنا ابی تُراب میں گذر چکا.

وجاہت

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ہمعات میں لکھتے ہیں کہ حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ وجہ کو مرتبہ وجاہت حاصل تھا. یہ مرتبہ اس قدر عالی ہے کہ کلام اللہ میں انبیاء علیہم السلام میں سے صرف دو شخصوں کے حق میں وارد ہوا. اولاً حضرت موسیٰ کے لئے ارشاد ہوا کہ

وکان عنداللہ وجیھاً — موسیٰ خدا کے نزدیک با آبرو تھے

دوسرے حضرت عیسیٰؑ کے حق میں ارشاد ہے کہ

وجیھاً فی الدنیا والاخرۃ ومن المقربین — با آبرو دنیا و آخرت میں مقربین سے ہیں

اس مرتبہ کے متعلق شاہ صاحب نے لکھا ہے کہ یہ ایسا عالی مرتبہ ہے کہ علماء شیعہ واہلسنت دونوں اس سے غافل ہیں (روض الازہر ص ۳۸۲)

شرافت نسب

حضرت علی کرم اللہ وجہ کو وہی شرافت نسبی حاصل تھی کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تھی. آنحضرتؐ کے والد ماجد حضرت عبداللہ تھے اور حضرت علی کے والد ماجد ابوطالب (عبد مناف) تھے اور یہ دونوں حقیقی بھائی تھے. حضرت علی نجیب الطرفین ہاشمی اس وجہ سے تھے کہ آپ کی والدہ فاطمہ بنت اسد ابن ہاشم تھیں اور والد ابو طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم تھے.

بنی ہاشم کا فضل وشرف احادیث سے ثابت ہے. سب سے زیادہ شرف یہ ہے کہ بوجہ اُن کی عزت وحرمت کے اُن کے لئے صدقات وزکوۃ کا مال حرام کیا گیا اور یہ تخصیص اُن کے موالی اور غلام کے ساتھ بھی کی گئی.

بنی ہاشم کے چند فضائل

عن واثلۃ بن الاسقع قال قال — واثلہ بن الاسقع سے مروی ہے کہ

رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الله اصطفیٰ من ولد ابراهیم اسمٰعیل واصطفیٰ من ولد اسمٰعیل بنی کنانة واصطفیٰ من بنی کنانة قریشاً واصطفی من قریش بنوهاشم اخرجه المسلم والترمذی وقال هذا حدیث صحیح (ینابیع المودة ص۱۲ اشروع الروی ص۱۰)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا. اللہ تعالیٰ نے اولاد ابراہیم میں اسمٰعیل کو برگزیدہ کیا اور اولاد اسمٰعیل میں بنی کنانہ کو اور اولاد بنی کنانہ میں قریش کو اور اولاد قریش میں بنوہاشم کو برگزیدہ کیا. اس حدیث کی تخریج اما مسلم اور ترمذی نے کی ترمذی کا قول ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے. دیگر محدثین وغیرہ نے بھی اس حدیث کو اپنے مسانید وسنن وغیرہ میں لکھا ہے.

عن عائشه رضی الله عنها قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اتانی جبرئیل فقال قلبت مشارق الارض ومغاربها فلم ارجلا افضل من محمدولم ادا ابن اب افضل من بنی هاشم اخرجه احمد فی المناقب والمخلص الذهبی والمحاملی وغیره هم (ینابیع المودة ص۱۶ وارجح المطالب ص۲۲۶ وشرح الروی صف۱۰)

حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل آئے اُنھوں نے کہا میں نے مشرق اور مغرب کی زمین کو چھان مارا مگر میں نے تم سے افضل کسی کو نہیں پایا اور نہ بنی ہاشم کی اولاد سے افضل کسی کی اولاد پائی. اس حدیث کی تخریج احمد نے مناقب میں اور مخلص ذہبی اور محاملی وغیرہ نے کی.

بنی ہاشم کا سب سے اول جنت میں داخل ہونا

عن علی قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یامعشربنی هاشم والذی بعثنی بالحق نبیا لواخذت

حضرت علی سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے گروہ بنی ھاشم قسم اُس ذات کی جس نے مجھ کو حق کے

بحلقة الجنة مابدأت الابكم (مشرع الروی صف ۱۰ وارجح المطالب ص ۲۲۹ بروایت احمد وذہبی ومحاملی)

ساتھ نبی بنا کر بھیجا اگر میں جنت کے دروازہ کی کنڈی پکڑوں گا تو میں تمہارے سوا اور کسی سے ابتدا نہ کرونگا۔

بنی ہاشم کی عیادت کا مسلمانوں پر فرض ہونا

عن زيد بن اسلم عن ابيه قال قال عمربن الخطاب الزبير ماعملت ان عيادة بنی هاشم فريضة وزيارتهم نافلة اخرجه ابن السمان فی الموافقة (ارجح المطالب ص ۲۲۹)

زید ابن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے حضرت زبیر سے کہا کیا تم نہیں جانتے کہ بنی ہاشم کی عیادت فرض اور زیارت نفل ہے ابن السمان نے کتاب الموافقہ میں اُس کی تخریج کی۔

بنی ہاشم کا بُغض علامت نفاق وکُفر ہونا

قال النبی صلی الله عليه وسلم بغض بنی هاشم كفرو فی رواية بغض بنی هاشم نفاق (مشرع الروی ص ۱۱) عن طلحة بن مصرف قال كان يقال بغض بنی هاشم نفاق اخرجه ابوبكر بن يوسف (ارجح المطالب ص ۲۳۰)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنی ہاشم سے بُغض کفر ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ بنی ہاشم سے بُغض نفاق ہے۔ طلحہ ابن مصرف سے مروی ہے کہ عہد صحابہ میں کہا جاتا تھا کہ بنی ہاشم سے بُغض نفاق ہے۔ ابوبکر ابن یوسف نے اس کی تخریج کی۔

فضائل بنی عبد المطلب

عن انس بن مالك ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال نحن بنی عبد المطلب ساداة اهل الجنة انا

انس ابن مالک سے مروی ہے کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم لوگ بنی عبد المطلب سرداران اہل جنت

وحمزه وجعفر وعلي والحسن والحسين والمهدي اخرجه ابن ماجة والديلمي عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يابني عبدالمطلب اني سالت لكم ثلثاان يجعلكم جوداء نجباء رحماء.(شرح الروی ص۱۱وارجح المطالب ص۲۳۰)	سے ہیں۔ میں اور حمزہ اور جعفر اور علی اور حسن اور حسین اور مہدی.اس حدیث کی تخریج ابن ماجہ اور دیلمی نے کی حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بنی عبدالمطلب میں نے تمہارے لئے خدا سے تین باتیں مانگی ہیں کہ تم کو سخی اور دلیر اور رحم دل بنادے.
وعنه قال قال رسول الله اني سالت الله ان يثبت قائمكم وان يهدي ضالكم وان يعلم جاهلكم (شروح الروی ص۱۱وارجح المطالب ص۲۳۰)	اور انہیں سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں نے خدا سے دعا کی ہے کہ تم کو ثابت قدم رکھے اور تمہارے گمراہ کو ہدایت کرے اور تم میں جو جاہل ہوں انکو عالم کردے.

شرف قرابت نبوی وفضائل بنی ہاشم میں اگر چہ حضرت عباس ابن عبدالمطلب اور دیگر بنی ہاشم وبنی عبدالمطلب بھی شریک ہیں لیکن حضرت علی کو جو قربت نسبی حاصل ہے وہ کسی اور کو نہیں وشرف قرابت ونسب حضرت علی کا خاص طرہ امتیاز تھا.جس کے قائل حضرت ابوبکر صدیق تھے اور دیگر صحابہ بھی معترف تھے.خود حضرت علی نے بھی اکثر مواقع پر اس کا اظہار فرمایا تھا.رئیس المفسرین حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ یہ آیہء کریمہ:

واولو االارحام بعضهم اولى ببعض في كتاب الله من المومنين والمهاجرين.عن ابن عباس قال ذلک علي لانه كان مؤمنا	قرابت دار بعض سے بعض بہترین کتاب اللہ میں مومنین اور مہاجرین سے .ابن عباس کہتے ہیں کہ اس سے مُراد حضرت علی ہیں کیونکہ وہ مومن مہاجر اور صاحب

مهاجرا اذا رحم اخرجه بن مردويه. (ارجح المطالب ص ۲۳۸)	قرابت تھے ابن مردویہ نے اس کی تخریج کی.

فائدہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کی جدہء محترمہ فاطمہ بنت عمرابن عائذ مخزومیہ تھیں. ابن سعد نے طبقات میں رسول اللہؐ کے حال میں ایک خاص فصل اس طرح مقرر کی ہے کہ

ذکر الفواطم والعواتک الذی ولدن رسول الله صلى الله عليه وسلم.	ذکر اُن فاطمہ وعاتکہ نامی بیبیوں کا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جدات میں گذریں.

اس سلسلہء فواطم میں خاندان اہلبیت میں برابر تسلسل رہا حضرت امام حسن وحضرت امام حسین کی والدہ فاطمہ بنت رسول اللہ ہوئیں اور حضرت علی کی والدہ فاطمہ بنت اسد اور ابوطالب کی ولدہ فاطمہ بنت عمر ہوئیں یہ سلسلہ بعد میں بھی بیشتر جاری رہا.

ایں سلسلہ از طلائے ناب است ایں خانہ تمام آفتاب است

قرابت وعترت وذریت واہلبیت کی مفصل تحقیق ومناقب وغیرہ حصہء اول کتاب السیرۃ العلویہ بذکر المآثر المرتضویہ موسومہ بہ احسن الانتخاب فی ذکر معیشۃ سیدنا ابی تراب میں تحت بیان مباہلہ ہوچکی.

شرف مصاہرت نبوی

اس شرف میں بھی حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ افضل ہیں اس لئے کہ آل اطہار کا ظہور آپ ہی سے ہوا حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے مناقب والقاب احادیث میں بکثرت آئے جو مفصل انشاء اللہ تعالیٰ آیندہ بیان ہوں گے. یہاں مقصود صرف حضرت علی کا شرف مصاہرت ہے. اس شرف کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مواقع پر ارشاد بھی فرمایا ہے.

مہتر انبیاءؐ وبہتر خلق گفت درشان شاہ دیں پرور

کہ علیؑ گرنمی شدے مخلوق　　خودنمی داشت فاطمہؓ ہمسر

(مناقب مرتضوی ص ۴۸)

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اللهم اشهد قد بلغت هذا اخی وابن عمی وصهری وابوولدی اللهم كب من عاده فی النار اخرجه ابن النجار والشيرازی فی الالقاب عن ابی عمر. (کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۴ اور ارجح المطالب ص ۲۳۹)

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خداوندا گواہ رہنا میں نے لوگوں کو اس امر سے مطلع کر دیا ہے کہ یہ (علی) میرا بھائی میرے چچا کا بیٹا میرا داماد میرے بچوں کا باپ ہے. خداوند اجو اس سے دشمنی رکھے اُسے اوندھا آگ میں گرا ابن النجار نے اُس کی تخریج کی اور شیرازی نے القاب میں ابن عمر سے روایت کی.

عن ابی لحمراء قال قال النبی صلى الله عليه وسلم يا علی اوتيت ثلثا لم يؤتی احد ولا انا اوتيت صهرا مثلی و لماوت، انا مثلی و اوتيت صديقة مثل ابنتی ولم اوت مثلها واوتيت الحسن والحسين من صلبک ولم اوت من صلبی مثلهما ولكنكم منی وانا منكما اخرجه الديلمی وابوسعد فی شرف النبوة و الامام علی ابن موسیٰ الرضا فی مسنده (ارجح المطالب ص ۲۳۸ مناقب مرتضوی ص ۴۴)

ابی الحمراء سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے علی تم کو تین باتیں ایسی حاصل ہوئیں کہ جو کسی کو حاصل نہیں ہوئی تھیں ایسا کہ مجھے نہیں حاصل ہوئی تھیں تم کو میرا ایسا خسر ملا مجھ کو نہیں ملا تمکو صدیقہ میری ایسی بیٹی ملی مجھے ویسی نہیں ملی تم کو تمہارے صلب سے حسن وحسین ملے اور مجھ کو میرے صلب سے ایسے نہیں ملے. درحقیقت تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں اس حدیث کی تخریج دیلمی نے کی اور امام سعد نے شرف النبوۃ میں اور امام علی رضا نے اپنے مسند میں کی.

عن عمر بن الخطاب قدذکروعنده علی قال ذلک صهر رسول الله صلی الله علیه وسلم نزل جبرئیل فقال ان الله یامرک ان تزوج ابنتک من علی. اخرجه ابن السمان فی الموافقة واخرجه الملا فی سیرته بروایة انس ابن مالک (ریاض النضرۃ جلد۲ص۱۸۴)

مروی ہے کہ حضرت عمر کے پاس حضرت علی تشریف فرما تھے حضرت عمر نے حضرت علی کے متعلق فرمایا کہ یہ رسول اللہ کے داماد ہیں. حضرت جبرئیل نے نازل ہوکر کہا کہ اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ آپ اپنی لڑکی کی شادی علی سے کردیں. ابن السمان نے کتاب الموافقت میں اس کی تخریج کی اورملاً نے سیرت میں بروایت حضرت انس ابن مالک اس کو لکھا.

عن محمد بن سیرین فی قول تعالیٰ وهو الذی خلق من الماء بشرًا فجعله نسبًا وصهرًا قال انها نزلت فی النبی صلی الله علیه وسلم وعلی ابن ابی طالب هوابن عم النبی وزوج فاطمة فکان نسبًا وصهر (کفایۃ الطالب وارجح المطالب ص ۲۳۸)

محمد ابن سیرینؒ اس آیت کے شان نزول میں جس کا ترجمہ یہ ہے (وہ ذات جس نے پانی سے آدمی کو پیدا کیا. پھر نسب اور سسرال اُس کے لئے بنائے) بیان کرتے ہیں کہ یہ آنحضرت اور حضرت علی کے حق میں نازل ہوئی جو رسول اللہ کے ابن عم اور حضرت فاطمہ کے شوہر ہیں. حضرت علی کے دو رشتے آنحضرت سے ہوئے ایک نسبی دوسرا سسرالی.

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نکاح کا حال بہ عنوان "نکاح حضرت علی با حضرت فاطمہ حصہ اول السیرۃ العلویہ بذکر المآثر المرتضویہ موسومہ بہ احسن الانتخاب فی ذکر معیشۃ سیدنا ابی تراب میں لکھا جا چکا.

کتاب فضل ترا آب بحر کافی نیست   کہ تر کنی سر انگشت وصفحہ بشماری

سیاست

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فن سیاست میں بھی خاص طور سے کمال رکھتے تھے. مولانا شیخ محمد سلیمان حنفی بلخی ینابیع المودۃ ص ۱۵۰ میں لکھتے ہیں کہ:

واما السیاسة فانه کان خشنا فی ذات الله واحرق قوما بالنار وما اقول فی رجل یحبه اهل الذمة علی تکذیبهم بالنبوة وبعظمه الفلاسفة الا معاندتهم لاهل الملة وتصور ملوک الافرنج والروم صورته فی بیوت عبادتها حاملا سیفه مشمرًا للحرب وتصور ملوک الترک والدیلم صورته علیٰ اسیافهم وکانت صورته علی سیف عضد الدولةبن بویه وسیف ابنه رکن الدولة وکانت صورته علی سیف الپ ارسلان وابن ملکشاه انهم یتبرکون ویتفائلون بها النصر والظفر وما اقول فی رجل احب کل احد ان یتحمل ویتزین بالا نتساب الیه حتی الفتوة التی کانت صفت ومدحات بالبیت المشهور المروی انه سمعوا من السماء یوم احد لاسیف الا ذوالفقار ولافتیٰ الا علی.

لیکن سیاست پس آپ خدا کی ذات میں سخت تھے. آپ نے ایک قوم کو آگ میں جلوایا ایسے شخص کے بارے میں میں کیا کہوں کہ ذمی باوجود تکذیب نبوت آپ کو دوست رکھتے ہیں اور فلسفی باوجود مخالفت مذہب آپ کی عظمت کرتے ہیں. عیسائی اور رومی بادشاہوں نے آپ کی تصویر بنوا کر اپنے عبادت خانوں میں رکھی اس طرح پر کہ آپ تلوار اُٹھائے ہوئے حرب کے لئے آمادہ ہیں اور شاہان ترک اور دیلم نے آپکی تصویر تلواروں میں بنوائی. چنانچہ عضد الدولہ بن بویہ اور اُس کے بیٹے رکن الدولہ کی تلواروں میں آپکی تصویر تھی. الپ ارسلان اور اُن کے بیٹے ملکشاہ کی تلوار میں بھی آپکی تصویر تھی یہ لوگ اُس سے برکت حاصل کرتے اور اسی سے فتح وظفر کی فال لیتے اور میں ایسے شخص کے متعلق کیا کہوں جو ہر شخص کا محبوب ہو کہ لوگ اُس سے انتساب کو باعث عظمت وزینت سمجھتے ہوں اُس کی فتوت اُس کی توصیف اور مدح ہے جو اس مشہور اور مروی شعر میں ہے کہ لوگوں نے یوم احد آسمان (فرشتہ) سے سنا تھا کہ ذوالفقار کی مثل تلوار نہیں اور نہ علی کا ایسا بہادر.

عبداللہ ابن شریک عامری اپنے والد سے ناقل ہیں کہ حضرت علی سے لوگوں نے بیان کیا کہ یہاں مسجد کے دروازہ پر ایک گروہ ہے جو آپ کی نسبت یہ خیال کرتا ہے کہ آپ اُن کے خدا ہیں آپ نے اُن کو بلوا کر تنبیہ فرمائی اور کہا تم یہ کیا کہہ رہے ہو ہلاک ہو جاؤ گے تمہارا ایسا میں بھی ایک بندہ ہوں جس طرح تم کھاتے پیتے ہو میں بھی کھاتا پیتا ہوں اگر میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کروں گا تو اُس کے عوض میں وہ مجھ کو ثواب عطا فرمائیگا اور اگر گناہ کرونگا تو ڈرتا ہوں کہ وہ مجھ کو عذاب دیگا تم اللہ سے ڈرو اور اس سے باز آؤ. اُن لوگوں نے انکار کیا. آپ نے اُن کو اپنے پاس سے ہٹا دیا. دوسرے روز وہ لوگ پھر آئے قنبر نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ آج پھر وہ لوگ آئے ہیں اور وہی باتیں کہتے ہیں. آپ نے فرمایا کہ اُن کو پھر میرے پاس لے آؤ. چنانچہ اُنھوں نے آکر پھر وہی گفتگو کی. حضرت علی نے پھر ان سے وہی فرمایا جو پہلے فرما چکے تھے اور یہ بھی فرمایا کہ تم گمراہ اور فتنہ انگیز ہو. تیسرے روز پھر وہ لوگ آپ کے حضور میں لائے گئے. آپ نے فرمایا کہ اگر تم نے پھر وہی بات کہی تو میں تم کو نھایت بری طرح سے قتل کرونگا اُنھوں نے پھر انکار کیا اور اپنی بات پر ثابت قدم رہے. آپ نے اُن کے لئے مسجد اور قصر کے درمیان گڈھا کھدوا کر آگ جلوائی اور فرمایا کہ تم اب بھی باز آجاؤ ورنہ میں تم کو اس گڈھے میں ڈلوا دوں گا. وہ لوگ اسی ہٹ پر رہے. آپ نے اُن کو اُسی گڈھے میں ڈلوا دیا. مخلص ذہبی بعد اس واقعہ کے لکھتے ہیں کہ وہ لوگ اس ارتداد کی وجہ سے خاص ایسی سزا پانے کے لئے اور طرح کے مجرموں میں سے مستثنیٰ سمجھے گئے تھے. اُن کا آگ میں ڈلوانا باوجودیکہ احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی ممانعت مروی ہے اس امر پر محمول تھا کہ شاید وہ اپنے ارتداد سے باز آجائیں یا اُن میں سے بعض اشخاص اپنے قول سے توبہ کرلیں. (ریاض النضرۃ جلد۲ ص ۲۱۸)

ملا علی قاری شرح شفاء قاضی عیاض میں لکھتے ہیں کہ حضرت علی کے غلام نصیر نے آپ سے کہا کہ آپ خدا ہیں آپ نے اُس کو آگ میں ڈلوا دیا وہ جلنے کی حالت میں کہنے لگا کہ اگر یہ خدا نہ ہوتے تو آگ کا عذاب مجھ پر روا نہ کرتے. (ارجح المطالب ص ۱۷۲)

یہ سب امور اس بنا پر ہوئے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور پیشین گوئی یہ فرما دیا تھا کہ ایک قوم اے علی تمہارے ساتھ فرط محبت میں تباہ و برباد ہوگی اور دوسری قوم تفریط

میں آپکی تعزیری سزائیں نیز عبداللہ ابن سبا اور اُس کے متبعین کو جلاوطن کر دینا اور دیگر حالات حصہ اول کتاب السیرۃ العلویہ بذکر المآثر المرتضویہ موسومہ بہ احسن الانتخاب فی ذکر معیشۃ سیدنا ابی تراب میں بالتفصیل لکھے جا چکے ہیں۔

مولانا محمد صالح کشفی مناقب مرتضوی ص ۱۱۰ میں لکھتے ہیں:

اے زازل بحر بزرگی گہر — کز تو ابد راعلم کبریا
گرد و جہاں خاک شود بر درت — نیست عجب مرد خردمند را
زانکہ خداوند جہان آنچناں — داد ترا عزت بے منتہا
عزت ذات تو اگر کلک فکر — نقش نگار و مثلاً برسما
مہ شود آں نقش بانوار مہر — کائنہ گردد بجہان از ضیا
چرخ چو پیش نظرت آورد — زیں ہمہ تمکیں کہ بود مرترا

آداب الحرب

جتنے مشاہد (بدر۔احد۔احزاب وغیرہ) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات بابرکات میں پیش آئے اُن میں حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی شجاعت ذاتی اور فن پہلوانی کا اس طریقہ پر ظہور ہوا کہ جس کے سامنے سام و نریمان کی سلحشوری بازیچہ اطفال سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔ آنحضرتؐ کے انتقال کے بعد خود حضرت علی کو تین واقعے پیش آئے۔جمل۔صفین۔نہروان۔ان تینوں میں آپ کے ذاتی جوہر جلادت (بہادری) کے ساتھ آپ کا فن سپہ سالاری اور آداب الحرب اور قواعد فوج کشی پورے طور پر ظاہر ہوے جن سے علیٰ وجہ الکمال یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا ہے کہ آپ اپنی تھوڑی سی فوج کے ساتھ مقابل کی تعداد کثیر کو پسپا کر دیتے تھے۔ چنانچہ واقعۂ جمل کے متعلق علامہ یوسف گنجی شافعی کفایۃ الطالب میں لکھتے ہیں کہ:

ذکر نقلہ الاخبار واصحاب التواریخ ان عدۃ من قتل من اصحاب الجمل ستۃ عشرۃ الفًا وسبعمأتہ وتسعون رجلاو کان جملتھم ثلاثین الفًافاتی القتل علی	ناقلان اخبار وصاحبان تاریخ ذکر کرتے ہیں کہ اصحاب جمل تیس ہزار تھے جن میں سے سولہ ہزار سات سو نوے قتل ہوئے اُن کے مقتولین کی تعداد نصف سے زیادہ تھی اور حضرت علی کی طرف بیس ہزار تھے جس

اکثر من نصفهم و ان عدة من قتل من اصحاب علی الفرجل و کان عدتهم عشرین الفًا

میں سے صرف ایک ہزار قتل ہوئے.

اور حرب صفین کے متعلق علامہء موصوف لکھتے ہیں کہ:

قال ابن خیشمة وفی اوائل سنة سبع وثلاثین صار معاویة من الشام و کان قددعی لنفسه وعلی من العراق فالتقیا بصفین علی شاطی الفرات فقتل من اصحاب علی خمسة وعشرون الفًامنهم عمارابن یاسرو کان عدة عسکره تسعین الفًاوقتل من اصحاب معاویة خمسة و اربعون الفًاو کان عدتهم ماته وعشرین الفًا

ابن خیشمہ کا بیان ہے کہ سنہء ۳۷ھ میں معاویہ شام سے چلے اور وہ اپنے لئے خلافت کے مدعی تھے اور حضرت علی عراق سے روانہ ہوئے. فرات کے کنارے پر بمقام صفین دونوں سے مقابلہ ہوا حضرت علی کے لشکر میں نوے ہزار آدمی تھے جس میں سے پچیس ہزار شہید ہوئے اُن میں عمار ابن یاسر بھی تھے اور معاویہ کے لشکر کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار تھی جس میں سے پینتالیس ہزار قتل ہوئے.

اور جنگ نہروان کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

فلم یبق منهم غیر اربعة الاف فزحمو االی علی فقال علیه السلام کفو اعنهم حتی یبدو کم فتناد و االراح الی الجنة وحملو االناس فانفرقت خیل علی علیٰ فرقتین حتی صارو افی وسطهم ثم عطفو ا علیهم من المیمنة والمیسرة واستقیلت الرماة

خارجی سب یکجا ہو کر چار ہزار کی تعداد میں لڑنے آئے. حضرت علی نے اپنے لشکر سے فرمایا تم ہٹے رہنا. تاوقتیکہ وہ تمہارے سامنے نہ آئیں. چنانچہ وہ چلاتے ہوئے کہ راحت وآسائش جنت میں ہے حضرت علی کے لشکر پر حملہ آور ہوگئے. حضرت علی کے لشکر کی دو صفیں ہوگئیں. اس طرح پر کہ تمام خارجی اُن کے بیچ میں

وجوهم بالنيل وعطفت عليهم الرجالة بالسيوف والرماح فماكان باسرع من ان قتلوهم وكانوا اربعة الاف فلم يفلت منهم الاسبعة انفس لاغير	آ گئے پھر دونوں صفیں میمنہ ومیسرہ کی اُن پر ٹوٹ پڑیں. تیرانداز اُن کے سامنے تیر اندازی کرتے ہوئے آگے بڑھے اور پیادے تلواروں اور نیزوں کے ساتھ اُن پر ٹوٹ پڑے. تھوڑی دیر بھی نہ گذری تھی کہ وہ چاروں ہزار مارے گئے صرف سات آدمی اُن میں کے بچے.

علامہ ابن اثیر جزری تاریخ کامل میں لکھتے ہیں کہ:

فماافلت منهم الاتسعة الفس فلم يقتل من اصحاب على الاسبعة (ارجح المطالب ص ۱۷۶)	خارجیوں میں سے صرف نو آدمی باقی بچے اور حضرت علی کے لشکر میں سے صرف سات آدمی شہید ہوئے.

قواعد فوج کشی وفن سپہ سالاری وآداب الحرب اس سے بہتر اور کیا ہو سکتے ہیں.

مولانا محمد صالح کشفی مناقب مرتضوی ص ۲۰۷ میں لکھتے ہیں:

امیر لشکر دیں پیشوائے اہل یقیں	کہ ہادی رہ اسلام خواند رہبر او
چو وقت حملہ زند بانگ بر تگاور خویش	قدم بقتلہء گردوں زند تگاور او
دلاوریکہ چو تیغ دوسر کشد ز نیام	شود دو نیم دل خصم در برابر او
بکوہ قاف چو خنجر کشد بروز مصاف	شود شگاف شگاف از نہیب خنجر او
امام صفدر غالب کہ بود دولتِ دیں	ہمیشہ در کتف رایت مظفر او

قوت بدنی

قوت بدنی آپ کی ضرب المثل تھی. جس کی یہ کیفیت تھی کہ آپ جب کسی کا ہاتھ پکڑ لیتے تو وہ سانس تک نہ لے سکتا. یہانتک کہ باب خیبر آپنے اکھاڑا بہت سے لوگ اُس کے اُلٹنے پلٹنے کے لئے مجتمع ہوئے مگر اُس کو نہ اُٹھا سکے. ابورافع مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرتے ہیں

کہ آن حضرتؐ نے جب حضرت علی کو علم دیکر خیبر کی فتح کے لئے روانہ فرمایا تو میں آپ کے ساتھ تھا جب آپ قلعہ کے قریب پہنچے اور مقاتلہ شروع ہوا تو ایک یہودی نے قلعہ سے نکل کر آپ کے ہاتھ پر ایک ضرب دی کہ آپ کے ہاتھ سے سپر گر پڑی. آپ نے قلعہ کا دروازہ اُٹھالیا اور سپر کا کام اُس سے لیتے رہے بعد فتح آپ نے اُسے ڈال دیا پھر ہم سترہ (۱۷) آدمیوں نے اُسے اُلٹنا چاہا نہ اُلٹ سکے (ریاض النضرۃ جلد۲ ص ۱۸۸ بروایت امام احمد و مطالب السئول ص ۳۷ و ینابیع المودۃ ص ۱۴۸)

مولوی محمد صالح کشفی مناقب مرتضوی ص ۲۲۱ میں لکھتے ہیں:

کف کافی آں شاہ جوانمرداں یداللہ بود ۔۔۔ وگرنہ کے تواند آدمی کندن در خیبر دیگر

برآشفتِ ازاں شاہ عالی اثر ۔۔۔ درقلعہ راکند وکردش سپر دیگر

شہی کہ تابدو انگشت در زخیبر کند ۔۔۔ برآمداز پئے اسلام صد ہزار انگشت

ابن ابی شیبہ بروایت جابر ابن سمرہؓ لکھتے ہیں کہ حضرت علی نے یوم خیبر دروازہ اُٹھالیا. یہانتک کہ مسلمانوں نے اُس پر چڑھ کر قلعہ کو فتح کرلیا. پھر چالیس آدمیوں نے اُسے اُٹھانا چاہا مگر نہ اُٹھا سکے (کنز العمال جلد۶ ص ۳۹۸ شیخ علی متقیؒ کا قول ہے کہ یہ حسن ہے. علامہ محب طبریؒ ریاض النضرۃ جلد۲ ص ۱۸۸ میں اس واقعہ کو حاکمیؒ کی کتاب اربعین سے لے کر بروایت جابر ابن عبداللہؓ لکھکر ایک ضعیف روایت یہ بھی لکھتے ہیں کہ ستر آدمیوں نے دروازہ کے اُٹھانے کوشش کی مگر نہ اُٹھا سکے. ارجح المطالب ص ۲۲۶ میں تاریخ الخلفاء کے حوالہ سے یہ مرقوم ہے کہ حضرت علی نے دروازہ کو اپنی پیٹھ پر اُٹھالیا تھا. یہ روایت اُن روایات کے مقابلہ میں صحیح نہیں معلوم ہوتی ہے واللہ اعلم)

صفین جاتے وقت راستہ میں آپ نے ایک بہت بھاری پتھر جس کو کدال سے متعدد آدمیوں کی متفقہ کوشش بھی جنبش نہ دے سکی تنہا اکھاڑ کر پھینک دیا. (ملاحظہ ہو مبادیات صفین احسن الانتخاب)

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ باوجودیکہ اکثر صائم الدہر رہتے کھانا بھی پیٹ بھر کر بہت کم میسر آتا اگر کبھی ملتا بھی تو سوکھی روٹی نوش فرماتے اس پر بھی قوت کا یہ حال تھا کہ

بقول ابن ابی قتیبہ کوئی پہلوان آپ سے کشتی میں سر بر نہیں ہوا حضرت علی کی تلوار کی کاٹ کے متعلق صاحب حیوۃ الحیوان درۃ الغواص سے نقل کر کے لکھتے ہیں کہ حضرت علی کی ضرب ایک وار میں پوری کاٹ والی تھی اگر سر پر پڑتی تو کمر تک تسمہ نہ باقی رکھتی اور اگر کندھے پر پڑتی تو دوسرے کندھے تک صاف کر دیتی (ارجح المطالب ص ۱۷۸)

مولوی محمد صالح کشفی مناقب مرتضوی ص ۲۴۱ میں لکھتے ہیں:

بہر سو کہ دلدل برانگیختے	لبے سر زفتر اکش آویختے
زدے بر سرِ ہر کہ شمشیر کیں	دو نیم اُوفتادے بروئے زمیں
زخون سیہ زورگارانِ شام	زمین وزماں ساختے لعل فام
زبانِ سنانش باہل ستم	بگفتم پیام اجل دمبدم
بہر سو کہ تیرش نمودے عبور	چوھوں در رگ خصم کردے خطور

حقیقت یہ ہے کہ آپ کی قوت مظہر قوت خدا تھی اور موہبت الٰہی اور معجزہ حضرت رسالت پناہی کی واضح دلیل. آپ کا خود ارشاد ہے کہ

ماقلعت باب خیبر بقوة جسمانية لكن بقوة رحمانية (ارجح المطالب ص ۲۲۸) میں نے دروازہ قلعہ خیبر قوت جسمانی سے نہیں اُکھاڑا بلکہ قوت رحمانی سے.

تعداد مقتولین

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے اپنے دست مبارک سے جن لوگوں کو قتل کیا اُس کی صحیح تعداد کیا تو خدا کو علم ہے. صرف لیلۃ الہریر میں چار سو آدمی آپ نے اپنے ہاتھ سے قتل کیے. اس اعتبار سے تعداد بہت زائد ہوگی. اس کی تصریح صحت کے ساتھ کہیں نہیں ملتی صرف خاوند شاہ تاریخ روضۃ الصفا میں لکھتے ہیں کہ حضرت علی نے بحالت نزع اپنے صاحبزادوں کو جہاں اور وصیتیں فرمائی تھیں اُن میں ایک یہ بھی تھی کہ جب میرا انتقال ہو جائے تو میرا مدفن کسی کو نہ بتانا اس لئے کہ میں نے دس ہزار بہادران کفار و دلیران اسلام کو جن کا قتل کرنا ضروری تھا اپنے ہاتھ سے قتل کیا ہے اُن کے اعقاب سے مجھ کو اس کا خوف ہے کہ کہیں وہ میرے بعد میری قبر نہ

کھود ڈالیں.اس کے علاوہ بنی امیہ کو میرے ساتھ بہت زیادہ دشمنی ہے.(ارجح المطالب ص ۲۲۳)

کیفیت مقاتلہ اعداء

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ازالۃ الخلفاء میں لکھتے ہیں کہ حضرت علی کے محاسن اخلاق میں سے ایک خُلق دشمنوں کی مدافعت ومبارزت تھا فیض ربانی نے اس خُلق کو حضرت علی کے سوابق اسلامیہ میں صرف کیا اور آخرت میں اس سے عجیب نتیجہ پیدا ہوا یہ آیت هـٰـذا ن خصمان ان اختصموا فی ربهم (ان دونوں فریقین نے اپنے رب کے بارے میں باہم مخاصمت کی) اُن کے اور اُن کے رفقا کی شان میں نازل ہوئی.

امام بخاری نے حضرت علی سے روایت کی ہے کہ اُنھوں نے فرمایا میں پہلا شخص ہوں گا جو قیامت کے دن خدا کے سامنے خصوصیت کے لئے بیٹھوں گا قیس کا قول ہے کہ یہ آیت اُن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جنھوں نے بدر کے روز باہم مبارزت کی یعنی حضرت حمزہ-حضرت علی-حضرت عبیدہ ابن الحارث اور شیبہ ابن ربیعہ-عتبہ-ولید ابن عتبہ (جلد۳ ترجمہ ازالۃ الخفاص ص ۳۱۳ ور یاض النضرۃ جلد۲ ص ۱۹۰) حضرت علی مرتضیٰ کا اعداء سے مقاتلہ کرنا بیان سابق سے نیز غزوات ومحاربات سے احسن الانتخاب میں بخوبی واضح ہو چکا.

مولانا محمد صالح کشفی مناقب مرتضوی میں حکیم سنائی کے اشعار حدیقہ سے لے کر لکھتے ہیں ص ۳۴:

اے سنائی بقوت ایماں	مدح حیدر بگوئے از دل و جان
آں نبی را وصی وہم داماد	چشم پیغمبر از جمالش شاد
مرتضیٰ راکہ کردہ یزدانش	ہمرہ جان مصطفےٰ جانش
ہردو یک قبلہ وخرد شاں دو	ہردو یک روح کالبد شاہ دو
دو روندہ چو اختر گردوں	دو برابر چو موسےٰ وہاروں
نائب مصطفےٰ بروز غدیر	کردہ بر شرع مراورا امیر
اے خوارج اگر درنیت شکلے است	کفر و دیں نزد تو زجہل یکے است

۲۔ باطنی

شجاعت

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی شجاعت اس قدر مشہور ہے کہ محتاج بیان نہیں. واقعات شجاعت اس قدر حد تواتر کو پہنچ چکے ہیں کہ کسی میں اُس کے انکار کی قدرت نہیں. آپ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے اور سب مشاہد میں آپ نے شجاعت کے اعلیٰ جوہر دکھائے اسلام میں سب سے اول غزوہ بدر پیش آیا اس غزوہ میں حضرت حمزہ اور آپ (حضرت علی) پیش پیش تھے اس جنگ میں آپنے تجربہ کار جنگ آزما بہادروں کے دوش بہ دوش داد شجاعت دی. حالانکہ اُسوقت آپ کا عنفوان شباب تھا. جنگ جب شروع ہوئے تو آپ کا مقابلہ ولید سے ہوا. آپ نے ایک وار میں اُس کا کام تمام کردیا. غزوہ احد میں کفار کا علم طلحہ ابن ابی طلحہ کے ہاتھ میں تھا. اُس نے مبارز طلب کیا آپ اُس کے مقابلہ میں آئے اور آتے ہی سر پر ایسی تلوار ماری کہ سر کے دو ٹکڑے ہو گئے. آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسرور ہو کر تکبیر کہی اور مسلمانوں نے بھی تکبیر کے نعرے لگائے. غزوہ خندق میں آپ تمام صحابہ سے پیش پیش رہے. عرب کے مشہور پہلوان عمرو بن عبدوُدّ نے جب مبارز طلب کیا تو آپ نے آنخضرت سے میدان میں جانے کی اجازت چاہی. آنخضرت نے آپ کو اپنی تلوار عنایت فرمائی اور سر پر عمامہ باندھا اور دعا فرمائی کہ "خداوندا! تو اس مقابلہ میں ان کا مددگار ہو". اس کے بعد باہم تیغ آزمائی شروع ہوئی اور عمرو بن عبدودّ تیغ حیدری کا شکار ہوا غزوہ خیبر بھی آپ کی اظہار شجاعت کا مخصوص میدان ہے اس غزوہ میں آنخضرت نے فرمایا تھا کل میں ایسے شخص کو علم دوں گا جو خدا اور اُس کے رسول کو محبوب رکھتا ہے اور خدا اور اُس کا رسول اُس کو محبوب رکھتے ہیں. پھر انخضرت نے حضرت علی کو علم عنایت فرمایا. مرحب تلوار ہلاتا اور رجز پڑھتا ہوا جب مقابلہ میں آیا تو آپ بھی رجز خواں ہو کر آگے بڑھے اور مرحب کے سر پر ایک ہاتھ تلوار کا ایسا مارا کہ سر پھٹ گیا. غزوات نبوی میں غزوہ ہوازن بھی خاص اہمیت رکھتا ہے. جس میں تمام قبائل عرب کی متحدہ طاقت مسلمانوں کے خلاف امنڈ آئی تھی لیکن اس غزوہ میں بھی حضرت علی ہر موقع

پر ممتاز رہے. رسول اللہ نے جن اکابر صحابہ کو علم عنایت فرمائے اُن میں حضرت علی بھی شامل تھے اُس کے بعد جنگ شروع ہوئی اور کفار نے دفعۃً تیروں کا مینہ برسایا مسلمانوں کے پاؤں اُکھڑ گئے صرف چند ممتاز صحابہ آنحضرتؐ کے ساتھ ثابت قدم رہے جن میں ایک حضرت علی بھی تھے. عہد نبوت کے بعد خود آپ کے زمانہ میں جو معرکے پیش آئے اُن میں بھی حضرت علی کے پائے ثبات کو لغزش نہیں ہوئی. حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے ایک شخص نے پوچھا کہ کیا حضرت علی خود بھی جنگ صفین میں لڑے تھے حضرت ابن عباس کہنے لگے میں نے اُن کے مثل کسی کو اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالتے نہیں دیکھا میں اُن کو دیکھا کرتا تھا کہ لڑائی میں ننگے سر نکلا کرتے ایک ہاتھ میں عمامہ ہوتا اور دوسرے ہاتھ میں تلوار (ریاض النضرۃ جلد ۲ ص ۲۲۴ و خلفائے راشدین ص ۳۱۳)

مولانا محمد صالح کشفی مناقب مرتضوی ص ۲۳۵ میں لکھتے ہیں:

مورّخ کہ تاریخ عالم نہاد ••• زاخبار صفیں چنیں کرد یاد
کہ چوں گشت نومید جیش عراق ••• زارشاد اصحاب ظلم وشقاق
صباحی کہ خورشید عالی مکاں ••• برافراخت اعلام نصرت نشاں
علم کرد تیغ ظفر انتقام ••• بہ رزم سپاہ سیہ روز شام
امیر نجف شاہِ مُلک عرب ••• علی قریشی بنام ونسب
بہ بست از نطاق کرامت کمر ••• بیاراست از تاج تائید سر
برافراخت رایات دشمن شکن ••• زدرع توکل بپوشید تن
سپر کرد از حفظ پروردگار ••• بزد دست بر قبضہء ذوالفقار
درآورد پائے ظفر دررکاب ••• درآمد بشبدیز گردوں رکاب
پئے نصرتش جملہ جیش عراق ••• کہ بودند عاری زعیب ونفاق
بصحرائے صفیں کشیدند صف ••• گرفتہ ہمہ گرزو خنجر بکف
درفش درخشاں برافراشتند ••• ازاں پس بمیداں کیں تاختند
سناں تیز کردہ بہ میداں مصاف ••• کشیدند تیغ جدل ازغلاف

سہیل ستوراں برآمد بلند تزلزل درارکان عالم فگند

مستطرف میں ہے کہ مصعب ابن زبیر کہتے ہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ لڑائیوں میں اس قدر ہوشیار تھے اور ایسی گھاتیں جانتے تھے کہ کوئی اُن پر چوٹ نہ لگا سکتا تھا. آپ کی زرہ صرف سامنے کی جانب ہوتی تھی پشت کی طرف بالکل کُھلا ہوا رہتا تھا. لوگوں نے عرض کیا کہ کیا آپ اس بات سے نہیں ڈرتے کہ آپ کا کوئی دشمن پشت کی طرف سے حملہ کردے. آپ نے فرمایا اگر میں دشمن کو پشت کی طرف سے آنے دوں تو مجھ کو خدا باقی نہ رکھے. یعنی اتنا بدحواس ہو جاؤں کہ دشمن پشت پر سے آکر حملہ کردے اور مجھکو خبر نہ ہو.

خزانۃ الادب میں ہے کہ عدی ابن حاتم جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوئے تو اثنائے گفتگو میں کہنے لگے یا رسول اللہ ہم لوگوں میں ایک بہت بڑا شاعر ایک بہت بڑا سخی ایک بہت بڑا شہسوار گذرا ہے. آنحضرت نے فرمایا کہ اُن کے نام بیان کرو اُنھوں نے کہا کہ ہم اشعر الناس امرو القیس بن حجر اور اسخی الناس حاتم بن سعد طائی (عدی کے والد) اور شہسوار عمرو ابن معدیکرب تھے آنحضرتؐ نے فرمایا نہیں بلکہ یوں کہو اشعر الناس عرب میں خنسار بنت عمرو اور سخی الناس محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اشجع علی ابن ابیطالب ہیں.

علامہ بن ابی قتیبہ لکھتے ہیں کہ جب جنگ صفین میں طوالت شروع ہوئی تو ایک مرتبہ حضرت علی نے معاویہ ابن ابی سفیان کو مقابلہ کے لئے طلب کیا کہ معاملہ جلد طے ہو جائے. عمرو ابن العاص نے معاویہ سے کہا کہ حضرت علیؑ نے انصاف کی بات تو کہی ہے. معاویہ نے جواب دیا اے ابن العاص تم مجھ کو ابوالحسن (حضرت علی) کے مقابلہ میں جانے کے لئے کہتے ہو. حالانکہ تم خود جانتے ہو کہ وہ بہت بڑے بہادر اور ٹھو کنے والے ہیں. معلوم ایسا ہوتا ہے کہ میرے بعد تم امیر بننا چاہتے ہو. (ارجح المطالب ص ۱۷۷)

سختی و دلیری

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ازلۃ الخفا میں لکھتے ہیں کہ آپ کے محاسن اخلاق سے یہ بھی تھا کہ آپ نہایت سخت و دلیر تھے. کسی کی پروا نہیں کرتے تھے اور لوگوں کی خاطر مدارات کے لئے

اپنی خواہش سے باز نہ آتے تھے. فیض ربانی نے اُنہیں اخلاق سے نہی عن المنکر اور بیت المال میں حفاظت کا کام لیا. (ترجمہ ازالۃ الخفا جلد ۳ ص ۳۱۳ و خلفائے راشدین ص ۳۲۰)

و عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال اشتکی الناس علیًا یوما فقام رسول اللہ فینا فخطبنا فسمعۃ یقول ایھا الناس لا تشکوا علیًا فواللہ انہ لا خشن فی ذات اللہ عزوجل او قال فی سبیل اللہ اخرجه احمد (ریاض النظرۃ جلد ۲ ص ۲۲۵ و کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۷. بروایت امام احمد و حاکم ابونعیم ضیا و ترجمہ ازالۃ الخلفا وغیرہ)

حضرت ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ لوگوں نے آنحضرت سے حضرت علی کی شکایت کی تو آنحضرت ہم لوگوں میں خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا اے لوگو تم علی کی شکایت نہ کرو. خدا کی قسم وہ خدا کی ذات میں یا خدا کی راہ میں بہت سخت ہے اس حدیث کی تخریج امام احمدؒ نے کی.

عن کعب ابن عُجرۃ رضی اللہ عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ان علیا مخشوشن فی ذات اللہ عزوجل اخرجه ابو عمر (ریاض النضرۃ جلد ۲ ص ۲۲۵)

کعب ابن عجرہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علی خداوند تعالیٰ کی ذات میں بہت سخت ہے.

سیرت ابن اسحاق میں یزید ابن طلحہ ابن یزید ابن رکانہ سے مروی ہے کہ جب حضرت علی یمن سے روانہ ہوئے تو آپ نے فوج میں سے ایک شخص کو افسر مقرر فرمایا اور خود پہلے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوئے آپ کے تشریف لے جانے کے بعد اُس شخص نے توشہ خانہ سے فوج کے ہر شخص کیلئے کپڑے نکال دیئے. جب فوج مکہ معظمہ کے قریب پہنچی تو حضرت علی اُن سے ملنے تشریف لائے. لوگوں کو توشہ خانہ کے کپڑے پہنے دیکھکر پوچھا کہ یہ کپڑے کہاں سے آئے. افسر فوج کہنے لگا کہ میں نے اُن کو کپڑے اس لئے پہنائے ہیں تاکہ مکہ میں لوگ اِن سے عزت کے ساتھ ملیں. حضرت علی نے افسوس فرما کر ارشاد

کیا کہ آنحضرت سے ملنے کے قبل یہ کپڑے اُتر وا کر واپس لے لو اسے تعمیل حکم کی اور سب کپڑے لے کر توشہ خانہ میں داخل کر دیئے. فوج کے لوگوں نے اس کی شکایت آنحضرت سے کی آنحضرت نے فرمایا اے لوگو علی کی شکایت نہ کرو وہ خدا کی راہ اور اُس کی ذات میں سخت ہے (۱)

(ارجح المطالب ص ۴۷۶)

اسی طرح حضرت علی مرتضیٰ کا خدا کی ذات میں دیوانہ ہونا بھی ثابت ہے. احادیث میں وارد ہے کہ:

عن کعب ابن عجرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لاتسبوا علیا فانه ممسوس فی ذات الله اخرجه (طبرانی وابونعیم فی الحلیہ وکنز العمال جلد ۲ ص ۱۵۷)

کعب بن عجرہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علی پر سب نکرو وہ خدا کی ذات میں دیوانہ ہے. طبرانی اور ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں اس کی تخریج کی.

عن ابی هریرة وزیدبن خالد قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لاتسبوا علیا فانه ممسوس (۲) فی ذات الله اخرجه الدیلمی (ارجح المطالب ص ۴۷۷)

ابوہریرہ زید بن خالد سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا علی پر سب مت کرو وہ خدا کی ذات میں دیوانہ ہے. اس حدیث کی تخریج دیلمی نے کی.

۱؎ ان احادیث کے الفاظ اس طرح ہیں مخشوشن فی ذات الله یا انه لا خشن فی ذات الله یا انه لاخیشن فی ذات الله. اس کا مصدر خشونت ہے. جس کا ماضی خشن اور افعل التفضیل اخشن اور اخیشن ہے. مخشوشن مخشوشن سے اسم فاعل ہے جس کے معنی سخت ہونے کے ہیں. جار اللہ زمخشری اساس البلاغۃ میں لکھتے ہیں یہ امر کہ فلاں خشن فی دینہ یعنی فلاں شخص اپنے دین میں خشونت والا ہے. یہ اُس وقت کہا جاتا ہے جب کہ وہ دین میں نہایت تشدد کرنے والا ہو. اس لئے اُس کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ امور دین میں نہایت سخت اور مضبوط ہے. یہاں پر تصغیر کا صیغہ تعظیم کے لئے مستعمل ہوا ہے. علامہ محب طبری ریاض النضرت میں اخشن کی شرح میں لکھتے ہیں کہ یہ خشن کے مثل ہے. جوہر کا قول ہے. کہا جاتا ہے خشن بالضم اور اخشوشن مبالغہ کے لئے یعنی خشونت میں سختی کے ساتھ (جلد ۲ باب رابع فصل تاسع بیان فضائل ص ۲۲۵ و ارجح المطالب ص ۴۷۷)

۲؎ ممسوس مجنون وفی الاس ممسوس الذی مس به من الجن یعنی ممسوس کے معنی مجنون کے ہیں اور علامہ جار اللہ زمخشری اساس البلاغۃ میں لکھتے ہیں کہ ممسوس وہ شخص ہے جس کو کہ پری کا سایہ ہو گیا ہو.)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے ارشادات سے یہ امر واضح فرمایا کہ حضرت علی خدا کے معاملہ میں کسی کی پروا نہیں کرتے. حقانیت اس درجہ ساری وطاری ہوگئی جس طرح ہر اُس شخص کا فعل جس پر جن یا پری کا سایہ ہو جایا کرتا ہے اُسی جن یا پری کا فعل سمجھا جاتا ہے. اسی طرح حضرت علی کا بھی ہر فعل بے اختیارانہ سمجھا جا سکتا ہے. جس میں تاویل کی گنجائش ہی نہیں باقی رہتی.

مولانا محمد صالح کشفی مناقب مرتضوی ص ۱۴۸ میں لکھتے ہیں:

از ازل داریم در دل ما ہوائے مرتضیٰ — توتیائے دیدۂ جاں خاکپائے مرتضیٰ
اے خوشا جانیکہ در راہ وفایش گشت خاک — صد جہاں گر جاں بود سازم فدائے مرتضیٰ
مژدۂ عمر ابد بادا بر آں کز صدق دِل — ساخت جانِ خود فدا اندر وفائے مرتضیٰ
دوستی مرتضیٰ بگزیں بجاں اے شیخ شہر — کس دلی ہرگز نکشتہ بی ولائے مرتضیٰ
صد ہزاراں وردا گر خوانی ندارد ہیچ سود — اے خدا جوساز ورد خود ثنائے مرتضیٰ
ماورائے رائے اور ہر کس کہ جوید مکرہ است — باش مکرہ ہر کہ باشد ماورائے مرتضیٰ
ہاں گدائے باب علم احمدی شو از خرد — زانکہ برشاہاں شرف دارد گدائے مرتضیٰ
گر نیاید باورت سوئے گدائے او بہ بیں — کز دو عالم ساختش فارغ عطائے مرتضیٰ
ز ابتلائے دیلئے دوں پاک دل شو پس بگو — اے کہ میگوئی دل من مبتلائے مرتضیٰ
بغض وکینہ را ز دل بیگانہ کن اے یار من — گر تو میخواہی کہ گردی آشنائے مرتضیٰ
بود قوت پاکش از نور تجلّی حضور — نانِ جوبودہ بظاہر گر غذائے مرتضیٰ
تو غذائے خویشتن کردی ہمہ حقد وحسد — وانگہے گوئی نخواہم جز رضائے مرتضیٰ
جنت فردوس مشتاق لقائے او بود — آنکہ چوں کشفی است مشتاق لقائے مرتضیٰ

طہارت

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی طہارت ذاتی کی یہ کیفیت تھی کہ آپ کے اور رسول اللہ کے سوا اور کوئی شخص بحالت جنابت مسجد میں نہ آ سکتا تھا. آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے اشہر القاب طیب وطاہر ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپکے وجود باوجود کو مجسم طہارت خلق فرمایا تھا ویسا ہی آنحضرت نے حضرت علی کو اپنے اہلبیت میں شامل فرما کر طہارت سے مشرف فرمایا جیسا کہ حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ آیت تطہیر مخصوص آنحضرت وحضرت علی وحضرت فاطمہ وحضرات حسنین کے حق میں نازل ہوئی (اس حدیث کی تخریج امام احمد وطبرانی وابن جریر نے کی. اکثر علماء کا قول ہے کہ یہ حدیث حسن ہے بعض نے اس کو صحیح مانا ہے آیت تطہیر کے متعلق معہ طرق مرویہ وغیرہ احسن الانتخاب فی ذکر معیشۃ سیدنا ابی تراب میں تحت بیان اہلبیت اس کا بیان ہو چکا.)

یا خود حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ فرماتے تھے کہ حقیقتاً ہم اہلبیت سے اللہ تعالیٰ نے ظاہری اور باطنی برائیوں کو دور فرمادیا ہے یا حضرت امام حسنؑ نے اپنے زمان خلافت میں خطبہ میں فرمایا تھا کہ:

نحن حزب المفلحون وعترة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الاقربون واھل بیتہ الطاھرون الطیبون واحد الثقلین الذین خلفھما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والثانی کتاب اللہ (ارجح المطالب ص ۱۶۳ منقول از مروج الذہب المسعودی)	ہم فلاح پانے والوں کا گروہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قریب ترین عترت اور اُن کے اہلبیت میں طیب وطاہر ہیں اور ایک اُن دو ثقلین میں سے ہیں جن کو آنحضرت نے اپنے بعد چھوڑا ہے اور دوسری چیز کتاب اللہ ہے.

حضرت علی مرتضیٰ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بحالت جنابت مسجد میں آنے کی اجازت عطا فرمائی تھی جو آپ کے کمال طہارت کی بیّن دلیل ہے. اس کے متعلق احادیث حسب ذیل ہیں:

(۱) عن ابی سعید اخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی یاعلی لایحل لاحد ان یجنب	(۱) ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا اے علی کسی ایک پر حلال نہیں کہ وہ اس مسجد

فی ھذا لمسجد غیری وغیرک اخرجه البزار وقال علی بن المنذر قلت لضرار بن صرد مامعنی ھذا الحدیث قال لایحل لاحد یساطرقة جنبا غیری وغیرک اخرجه الترمذی (١) (ریاض النضرة جلد٢ ص١٩٢ وکنز العمال جلد٦ ص١٥٩ بروایت ابو یعلی وعقیلی)

میں بحالت جنابت داخل ہو سوائے میرے اور تمہارے اس حدیث کی تخریج بزار نے کی علی بن منذر کہتے ہیں کہ میںنے ضرار بن صرد سے پوچھا کہ اس حدیث کے کیا معنی ہیں اُنھوں نے کہا کسی ایک پر حلال نہیں کہ بحالت جنابت سوائے میرے اور تمہارے رہنا چاہے ترمذی نے اس کی تخریج کی.

(٢) عن ام سلمة قال قال رسول اللهصلی الله علیه وسلم لاینبغی لاحدان یجتنب فی ھذا لمسجد الا اناوعلی رواه الطبرانی (کنز العمال جلد٦ ص١٥٩)

(٢) حضرت ام سلمہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی ایک پر یہ مناسب نہیں کہ بحالت جنابت سوائے میرے اور علی کے اس مسجد میں داخل ہو طبرانی نے اس کو روایت کیا.

(٣) عن ابن عباس سدر سول الله صلی الله علیه وسلم ابواب المسجد غیر باب علی وکان یدخل المسجد وھو جنب وھو طریقه ولیس له طریق غیره اخرجه

(٣) حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں تمام صحابہ کے دروازے بند کرادیئے بجز حضرت علی کے کہ وہ مسجد میں بحالت جنابت داخل ہوا کرتے وہی ان کا راستہ تھا

---

١. ینابیع المودۃ ص٨٧ میں بعد روایت ترمذی کے لکھا ہے. ھذا حدیث حسن غریب یعنی یہ حدیث حسن غریب ہے. سبط ابن الجوزیؒ تذکرہ خواص الامہ ص٢٥ میں لکھتے ہیں کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اس لئے کہ اس میں عطیہ راوی ہیں اور عطیہ خود ضعیف ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ عطیہ عوفی نے ابن عباس اور دیگر صحابہ سے حدیث سنی اور یہ ثقہ تھے. اب رہا یہ مسئلہ کہ مسجد میں جانا حلال نہیں مگر طاہر کے لئے حائض اور جنب کے لئے نہیں. تو امام شافعی کے نزدیک. جنب کے لئے مسجد سے عبور مباح ہے امام ابی حنیفہ کے نزدیک بوجہ نص صریح تاوقتیکہ غسل نہ کرلے مباح نہیں. انھوں نے اس حدیث کو اس امر پر محمول کیا کہ یہ حضرت علی کیلئے مخصوص تھا جیسا کہ آنحضرت کے لئے اور خصائص مخصوص ہیں ١٢ منہ)

احمدو النسائی (ارجح المطالب ص ۴۱۸)

اور کوئی راستہ علاوہ اسکے نہ تھا امام احمد اور نسائی نے اسکی تخریج کی (۱)

(۴) عن مطلب بن عبدالله بن حنطب ان النبی صلی الله علیه وسلم لم یاذن لاحد ان یمدفی المسجد وهو جنب الّا لعلی لان بیته کان فی المسجد اخرجه اسمٰعیل القاضی فی احکام القرآن (ارجح المطالب ص ۴۱۸)

(۴) مطلب بن عبد اللہ بن خطب سے مروی ہے کہ آنحضرت نے بحالت جنابت کسی کو مسجد سے ہوکر گزرنے کی اجازت نہیں دی سوائے حضرت علی کے کہ اُن کا گھر مسجد میں تھا قاضی اسمٰعیل نے کتاب احکام القرآن میں اُس کی تخریج کی.

(۵) عن ام المؤمنین ام سلمة قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الاان مسجد ی هذا حرام علیٰ کل حائض من النساء وجنب من الرجال الاعلیٰ محمد واهل بیته علی وفاطمة والحسن والحسین اخرجه الطبرانی فی الکبیر (ارجح المطالب ص ۴۱۹)

(۵) حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ یہ میری مسجد ہر حائض عورت اور جنب مرد پرحرام ہے مگر مجھ پر اور میرے اہلبیت پر جو علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین ہیں .اس حدیث کی تخریج طبرانی نے معجم کبیر میں کی.

(۶) عن ابی هریرة قال قال عمربن الخطاب لقد اعطی اعلیٰ علی ثلث خصال لان یکون لی واحدة منهن

(۶) ابوہریرہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر کہا کرتے تھے حضرت علی کو تین باتیں ایسی حاصل ہوئیں اگر اُن میں سے ایک بھی مجھ

۱۔ احادیث متعلق بہ سد ابواب وسد خوخہ کی تفصیلی بحث حصہ اول کتاب السیر والعلویہ بذکر الماثر المرتضویہ موسومہ بہ احسن الانتخاب میں گذر چکی۔۱۲منہ۔

احب الی من ان اعطیٰ حمرانعم
فسئل ماهی قال تزوجه ابنته فاطمة
واسکناه المسجد مع رسول الله
صلی الله علیه وسلم یحل له
مالایحل بغیرة والرایة یوم خیبر
اخرجه احمد وابویعلی والحاکم
فی المستدرک (ارجح المطالب ص ۴۱۹)

(۷) عن جابر بن عبد الله قال جاء
نا رسول الله صلی الله علیه وسلم
ونحن مضطجعون فی المسجد
وفی یده عیب رطب قال اترقدون
فی المسجد وقد اجفلنا واجفل
علی فقال رسول الله صلی الله علیه
وسلم تعال یاعلی انه یحل لک
فی المسجد مایحل لی الاترضی
ان تکون منی بمنزلة هارون من
موسیٰ الاالنبوة والذی نفسی بیده
انک لذایذاعن حوضی یوم
القیامة تذودعنه رجالاکما یذاد
بغیر الضال عن الماء بعصاء لک
من عوسج کانی انظرانی مکانک
عن حوضی اخرجه الخوارزمی فی

کومل جاتی تووہ مجھ کوسرخ اونٹ سے زائد
محبوب ہوتی۔ پوچھا گیا کہ وہ کیا ہیں فرمایا
۱۔آنخضرت کی صاجزادی حضرت فاطمہ
کے ساتھ نکاح ۲۔بحالت جنابت مسجد
نبوی کی آمدورفت ۳۔بروز خیبر عطائے
علم۔امام احمد وابویعلیٰ وحاکم نے مستدرک
میں اس کی تخریج کی

(۷) جابر ابن عبداللہ کہتے ہیں کہ ہم مسجد
میں لیٹے ہوئے سونے کے قریب تھے کہ
آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے
آپکے ہاتھ میں کھجور کی ایک شاخ تھی۔آپ
نے فرمایا کیا تم اونگھ رہے ہو یہ سن کر ہم
لوگ اُٹھکر جلدی سے آنے لگے حضرت علی
بھی ساتھ تھے۔آنخضرت نے فرمایا اے
علی ادہر آؤ تم کو بھی مسجد میں وہی جائز ہے
جو مجھ کو جائز ہے کیا تم اس امر پر راضی نہیں
کہ تمہارا مرتبہ میرے ساتھ ایسا ہو جیسا کہ
ہارون کا مرتبہ موسیٰ کے ساتھ تھا بجز نبوت
کے۔قسم اُس ذات کی جس کے قبضہء
قدرت میں میری جان ہے تم قیامت کے
روز میرے حوض سے لوگوں کو اس طرح
ہانک دوگے جس طرح ہکا ہوا اونٹ پانی

المناقب. (ارجح المطالب ص۴۱۹ و ینابیع المودۃ ص۸۸)

سے ہانک دیا جاتا ہے عوسج کا عصا تمہارے ہاتھ میں ہوگا. گویا اس وقت میں حوض پر تمہاری جگہ دیکھ رہا ہوں. خوارزمی نے مناقب میں اس کی تخریج کی.

(۸) عن عثمان بن عبد الله القرشی من حدیث طویل قال خطب علی یوم بویع فیه عثمان فقال فیها انا شدکم الله هل تعلمون معشر المهاجرین والانصار ان احدا کان یدخل المسجد غیری جنبا قالوا اللهم لا اخرجه ابن عساکر. (ارجح المطالب ص۴۱۹)

(۸) عثمان ابن عبداللہ قرشی ایک حدیث طویل میں ذکر کرتے ہیں کہ جس روز حضرت عثمان سے لوگوں نے بیعت کی تو حضرت علی نے خطبہ پڑھا اور اُس میں فرمایا: ای گروہ مہاجرین وانصار میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ تم میرے سوا کسی ایسے شخص کو بتا سکتے ہو جو میرے سوا حالت جنابت میں مسجد میں داخل ہوا کرتا ہو سب نے کہا خدا گواہ ہے آپ کے سوا کوئی نہیں.

(۹) عن جابر بن سمرة قال امرنا بسد ابواب المسجد کلها غیر باب علی فربما مرفیه وهو جنب اخرجه الطبرانی فی الکبیر (ارجح المطالب ص۴۲۰)

(۹) جابر ابن سمرہ سے مروی ہے کہ ہم کو مسجد کے تمام دروازوں کے بند کرنے کا حکم ہوا تھا سوائے حضرت علی کے دروازہ کے کہ وہ وہاں سے بحالت جنابت گذرا کرتے تھے طبرانی نے معجم کبیر میں اس کی تخریج کی.

(۱۰) عن ابی رافع ان النبی صلی الله علیه وسلم خطب ان الله

(۱۰) ابو رافع سے مروی ہے کہ آنحضرت نے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے

عزوجل امر موسیٰ وھارون ان یتبوألقو مھما بیوتا وامرھما ان لایبیت فی مسجد ھما جنب ولا یقربوا فیہ النساء الا ھارون وذریۃ ولایحل لا حد ان یقرب النساء فی مسجدی ھذا ولایبیت فیہ الا علی وذریۃ خرج ابن عساکر والسیوطی فی الدر المنثور (ارجح المطالب ص ۴۲۰)

موسیٰ وہارون کو حکم دیا کہ اپنی قوم کے لئے گھر بناؤ اور حکم دیا کہ مسجد میں جب نہ رہے اور نہ عورتوں سے قربت کرے سوائے ہارون اور اُس کی ذریت کے اور کسی کو حلال نہیں کہ مسجد میں رہے اور قربت کرے اسی طرح سوائے علی اور اُس کی ذریت کے اور کسی کو مسجد میں رہنا اور قربت کرنا حلال نہیں ابن عسا کرنے اور سیوطی نے درمنثور میں اس کی تخریج کی.

اِن احادیث سے حضرت علی مرتضیٰؑ کی فضیلت وخصوصیت ومعیت اعلیٰ درجہ پر ثابت ہوتی ہے. کوئی فضل وشرف اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا. مولانا محمد صالح کشفی مناقب مرتضوی ص ۱۵۸ میں لکھتے ہیں:

اے بودہ زمرفوع تو از نہ فلک ارفع — وے پردہ زروے تو ضیا شمع مشعشع
ماہ عرب وشاہِ عجم مفخر عالم — سلطان سراپردہء ایوانِ طمع
شہنشہ دیں شیر خدا ہمسر زہرا — نفس نبی اللہ سروسرور مجمع
ہم اعظم وہم اعلم وہم افضل واکمل — ہم مہتر وہم بہتر وہم اورع واشجع
ہست اوبسر شرع ولی عہد پیمبر — روشن کن ایں دائرہء سطح مربع
از بعد نبی غیر علی کیست کہ اورا — گویند بحق میرا مم شاہِ مشفع
فرمان دہِ اقلیم سلونی کہ بمعنی — گنجینہ آدم شدہ مجموعہء یوشع

مواخات

اس کے معنی بھائی بنانے کے ہیں اس لئے مواخات دلیل مساوات ہے. نفس مواخات حضرت علی کے افضل ہونے کی اعلیٰ ترین دلیل ہے. چونکہ منصب نبوت میں مساوات محال

ہے. اس لئے اس سے صرف مراد مساوات فی العمل سمجھی جائے گی اور مساوات فی العمل منتج کثرت ثواب ہے اور کثرت ثواب دلیل افضلیت لہٰذا اب ذیل میں ہم حدیث مواخات کومعہ تمام طرق مرویہ کے لکھکر ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہیں:

(۱) عن ابن عمر قال اخی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین اصحابہ فجاء علی تدمع عیناہ قال یا رسول اللہ اخیت بین اصحابک ولم تواخ بینی وبین احد قالہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انت اخی فی الدنیا والاخرۃ اخرجہ الترمذی وقال غریب ولابغوی فی المصابیح فی الحسان. (ریاض النضرۃ جلد۲ص۱۶۷ وکنز العمال جلد۶ ص۱۵۲ بروایت حاکم)

(۱) عبد اللہ ابن عمر سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب میں مواخات کرائی. حضرت علی نے آبدیدہ ہوکر عرض کیا یارسول اللہ آپ نے صحابہ میں مواخات کرائی مجھے کسی کا بھائی نہیں بنایا. آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو. ترمذی نے اس حدیث کی تخریج کی اور کہا غریب ہے اور بغوی نے مصابیح میں (احادیث) حسان میں لکھا. ارجح المطالب ص۴۲۳ میں یہ حدیث بروایت دار قطنی مرقوم ہے.

(۲) وعنہ قال اخیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین اصحابہ حتیٰ بقی علی وکان رجلا شجاعًا ماضیًا علی امرہ اذا ارادشیئًا فقال رسول للہ صلی اللہ علیہ وسلم اما ترضیٰ ان اکونَ اخاک قال بلی یارسول اللہ رضیت قال انت اخی

(۲) اور انہیں سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب میں مواخات کرائی تو حضرت علی باقی رہ گئے اور وہ مرد شجاع تھے جب کسی چیز کا ارادہ کرتے اُس کے کرگذرنیوالے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا کیا تم راضی ہو کہ میں تمہارا بھائی بنوں

فی الدنیا والاخرة اخرجه الخلعی
(ریاض النضرۃ جلد۲ ص ۱۶۷)

اُنہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ہاں تب آنحضرت نے فرمایا کہ تم دنیا وآخرت میں میرے بھائی ہو. خلعی نے اس کی تخریج کی استیعاب میں بھی یہ روایت ہے.

(۳) عن زید ابن ابی اوفیٰ قال لما اخا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم بین اصحابه فقال علی یارسول اللہ اخیت بین اصحابک ولم تواخ بینی وبین احد فقال والذی بعثنی بالحق نبیا ما اخرتک الالنفسی فانت منی بمنزلة هارون من موسیٰ الاانه لانبی بعد ی وانت اخی ووارثی و انت معی فی قصری فی الجنة مع ابنتی فاطمة وانت اخی ورفیقی ثم تلااخوانًا علیٰ سر دمتقابلین المتحابون فی اللہ ینظر بعضهم الیٰ بعض اخرجه احمد فی مسند ہ بسند وفی المناقب والمتقی فی کنز العمال
(ینابیع المودۃ ص ۵۶ وارجح المطالب ص ۴۲۳)

(۳) زید ابن ابی اوفیٰ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب میں مواخات کرائی تو حضرت علی نے کہا یارسول اللہ آپ نے اصحاب میں مواخات کرائی اور مجھ کو کسی کا بھائی نہیں بنایا آنحضرت نے فرمایا قسم ہے اُس ذات کی جس نے مجھے حق پر نبی بنا کر مبعوث کیا میں نے تم کو اپنے لئے چھوڑا تم میرے لئے ایسے ہو جیسے ہارون موسیٰ کے لئے تھے البتہ میرے بعد نبی نہیں ہوگا تم میرے بھائی اور وارث ہو اور تم میرے ساتھ جنت کے قصر میں ہوگے. میری بیٹی فاطمہ بھی ہوگی تم میرے بھائی اور دوست ہو پھر یہ آیت پڑھی بھائی آمنے سامنے تختوں پر ہوں گے اور ایک دوسرے سے محبت رکھنے والے ہوں گے بعض بعض کو محبت سے دیکھیں گے امام احمد نے مسند ومناقب میں بسند اُس کی تخریج کی اور متقی نے کنز العمال میں روایت کی.

(۴) عن زید بن ارقم قال دخلت علی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال انی مواخ بینکم کما اخی الله بین الملائکة ثم قال لعلی انت اخی ورفیقی اخرجه ابو بکر ابن مردویه (ارجح المطالب ص ۲۲۴)

(۴) زید ابن ارقم سے مروی ہے کہ میں آنحضرتؐ کے حضور میں حاضر ہوا آپ فرمارہے تھے کہ میں تم میں مواخات قائم کرانے والا ہوں جس طرح اللہ نے ملائکہ میں مواخات کرائی. پھر حضرت علی سے فرمایا کہ تم میرے بھائی اور رفیق ہو. ابوبکر ابن مرویہ نے اس کی تخریج کی.

(۵) عبد الله ابن احمد فی زیادات المسند بسنده عن سعید بن المسیب قال اخابین اصحابه فی مکة فاخابین ابی بکر وعمرو قال لعلی انت اخی (ینابیع المودۃ ص ۵۷ و ارجح المطالب ص ۲۲۳ بروایت مسند امام احمد)

(۵) عبد اللہ ابن احمد زیادات مسند میں سندوں کے ساتھ سعید بن المسیب سے روایت کرتے ہیں کہ واقعہ مواخات مابین اصحاب مکہ میں ہوا حضرت ابوبکر وحضرت عمر میں مواخات کرائی گئی اور حضرت علی سے ارشاد ہوا کہ تم میرے بھائی ہو.

(۶) عن ابی رافع ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لعلی انت اخی وانا اخوک اخرجه الطبرانی (ارجح المطالب ص ۲۲۳ و کنز العمال جلد ۶ ص ۴۰۰ بروایت ابن عساکر و ابوامامہ)

(۶) ابورافع کہتے ہیں کہ آنحضرت نے حضرت علی سے فرمایا کہ تم میرے بھائی ہو میں تمہارا بھائی ہوں.

(۷) احمد فی المناقب و المسند بسنده و ابن مردویه عن حذیفة ابن الیمان قال اخارسول الله صلی الله علیه وسلم بین المهاجرین و

(۷) امام احمد مسند ومناقب میں سندوں کے ساتھ اور ابن مرویہ خذیقہ ابن الیمان سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت نے مابین مہاجرین وانصار مواخات قائم کرائی

الانصار وكان يواخي بين الرجل ونظيره ثم اخذ بيدعلي فقال هٰذا اخي.(ینابیع المودۃ ص ۵۷ وارجح المطالب ص ۴۲۴)

ہر ایک صحابی کو اُسی سے مثل اوصاف میں ایک دوسرے کا بھائی بنایا پھر حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ یہ میرا بھائی ہے.

(۸)عن ابن عباس قال لما اخي رسول الله صلى الله عليه وسلم بين اصحابه من المهاجرين والانصار وهو انه صلى الله عليه وسلم اخي بين ابوبكر وعمر واخي بين عثمان ابن عفان و عبد الرحمن ابن عوف واخي بين طلحة والزبير واخيٰ بين ابي ذر الغفاري و المقداد ولم يواخ بين علي و بين احد منهم وقال له اماترضيٰ ان تكون مني بمنزلة هارون من موسيٰ انتهي مختصرًا اخرجه الطبراني والسيوطي والمتقي.(ارجح المطالب ص ۴۲۴)

(۸)ابن عباس کہتے ہیں کہ جب آنحضرت نے اصحاب مہاجرین و انصار کے درمیان مواخات کرائی تو آپ نے حضرت ابوبکر وحضرت عمر کو بھائی بنایا اسی طرح حضرت عثمان ابن عفان و حضرت عبد الرحمٰن ابن عوف اور حضرت طلحہ اور حضرت زبیر اور حضرت ابوذر غفاری اور حضرت مقداد میں مواخات کرائی اور حضرت علی کو کسی کا بھائی نہیں بنایا تو فرمایا کیا تم اس امر پر راضی نہیں ہو کہ میرے لئے بمنزلہء ہارون کے ہو جو موسیٰ کے لئے تھے.(یہ حدیث مختصرًا نقل کی گئی) طبرانی اور سیوطی اور متقی نے اس کی تخریج کی.

(۹)وعن انس قال لماكان يوم المباهلة آخي النبي صلى الله عليه وسلم بين المهاجرين والانصار وعلي واقف ولم يواخ بينه وبين احدفانصرف علي باكي العين

(۹)انس ابن مالک سے مروی ہے کہ جب مباہلہ کا دن آیا اور آنحضرت نے مہاجرین وانصار میں مواخات کرائی علی بھی موجود تھے اُن کو کسی کا بھائی نہیں بنایا یہ غمگین ہو کر گھر چلے آئے. آنحضرت نے

فافتقده النبی صلی اللہ علیه وسلم فقال مافعل ابو الحسن قالوا انصرف باکی العین قال یا بلال اذهب فائتنی به فمضیٰ بلال الی علی وعلی قد دخل منزله باکی العین فقالت فاطمة مایبکیک قال یافاطمة اخی النبی صلی اللہ علیه وسلم بین اصحابه المهاجرین و الانصار ولم یواخ بینی وبین احد قالت لایحزنک اللہ لعله انما اخرک لنفسه فقال بلال یاعلی اجب النبی صلی اللہ علیه وسلم فاتی علی النبی صلی اللہ علیه وسلم فقال له مایبکیک یا ابا الحسن فقال اخیک بین المهاجرین وبین الانصار ولم تواخ بینی وبین احد قال انما اخرتک لنفسی اخرجه ابو الحسن فقیه ابن المغازلی (ارجح المطالب ص ۴۲۵)

جب اُن کو نہ دیکھا تو فرمایا کہ ابوالحسن کیا کررہے ہیں لوگوں نے عرض کیا وہ غمگین ہو کر چلے گئے آپ نے حضرت بلال سے فرمایا کہ اُن کو لے آؤ. بلال حضرت علی کو لینے کے لئے آئے حضرت علی اندر گھر میں غمگین داخل ہوئے حضرت فاطمہ نے پوچھا کہ غمگین کیوں ہو اُنھوں نے کہا اے فاطمہ آنحضرت نے مہاجرین وانصار میں مواخات کرائی مجھ کو کسی کا بھائی نہیں بنایا. حضرت فاطمہ نے فرمایا اللہ تم کو غمگین نہیں کریگا ممکن ہے کہ آنحضرت نے تم کو اپنے لئے رکھ لیا ہو اتنے میں بلال نے آکر کہا کہ آنحضرت بُلاتے ہیں حضرت علی آنحضرت کے حضور میں حاضر ہوئے آنحضرت نے فرمایا اے ابوالحسن تم کیوں غمگین ہوئے انھوں نے عرض کیا کہ آپنے مہاجرین وانصار میں مواخات کرائی مجھکو کسی کا بھائی نہیں بنایا. فرمایا کہ میں نے تم کو اپنے لئے رکھا. ابوالحسن فقیہ ابن المغازلی نے اس کی تخریج کی.

(۱۰) عن ابن عباس ان علی کان یقول واللہ انی لاخوه وولی ووارثه وابن عمه ومن اخاه بینی

(۱۰) حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ حضرت علی کہتے تھے خدا کی قسم میں ان کا (آنحضرت کا) بھائی اورولی اوروارث.

وبین اخرج احمد والنسائی (ارجح المطالب ص۴۲۶)

اور ان کے چچا کا بیٹا ہوں اور وہ شخص ہوں جن کے ساتھ آنحضرت نے مواخات کی

(۱۱) عن عمر بن عبد اللہ عن ابیہ عن جدہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخی بین الناس وترک علیًا حتیٰ بقی اخرھم لایری لہ اخافقال یارسول اللہ اخیت بین الناس وترکتنی قال ولم ترانی ترکتک انماترکتک لنفسی انت اخی وانا اخوک فاتی اذاکرک قل انا عبد اللہ واخو رسولہ لایدعیھا بعدی الاکذاب اخرجہ احمد فی المناقب. (ریاض النضرۃ جلد۲ص ۱۶۸)

(۱۱) عمر بن عبداللہ اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت نے لوگوں میں مواخات کرائی اور علی کو چھوڑ دیا ایسا کہ اُن کے ساتھ کوئی مواخات کرنے والا نہ رہا حضرت علی نے عرض کیا یارسول اللہ آپ نے لوگوں میں مواخات کرائی اور مجھے چھوڑ دیا آنحضرت نے فرمایا تم نہیں جانتے کہ میں نے تم کو کیوں چھوڑ دیا. میں نے تم کو اپنے لئے چھوڑ دیا تم میرے بھائی ہو میں تمہارا بھائی ہوں تم یوں کہا کرو کہ میں خدا کا بندہ اور اُس کے رسول کا بھائی ہوں تمہارے سوا اگر کوئی کہے وہ جھوٹا ہے. امام احمد نے مناقب میں اس حدیث کی تخریج کی.

(۱۲) عن یعلیٰ بن مرۃ قال اخی رسول اللہ بین المسلمین وجعل نخلف علیا حتی بقی فی اخرھم ولیس معہ اخ فقال لہ اخیت بین المسلمین وترکتنی فقال انما ترکت لنفسی انت اخی فی الدنیا

(۱۲) یعلیٰ ابن مروہ سے مروی ہے کہ آنحضرت نے جب مسلمانوں میں مواخات کرائی اور حضرت علی کو چھوڑ دیا ایسا کہ اُن کا بھائی ہونیوالا کوئی نہ رہا تو انھوں نے آنحضرت سے عرض کیا آپ نے سب میں مواخات کرائی مجھے چھوڑ دیا

والاٰخرة وانا اخوک اخرجه جمال الدین المحدث صاحب روضة الاحباب فی الاربعین (ارجح المطالب ص۴۲۶)

آنحضرت نے فرمایا میں نے تم کو اپنے لئے چھوڑا تم دُنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو اور میں تمہارا بھائی ہوں. شیخ جمال الدین محدث صاحب روضة الاباب نے اربعین میں اس حدیث کی تخریج کی.

(۱۳)عن ابی الطفیل قال لماجعل امر الشوریٰ بین علی وعثمان وطلحة والزبیر و عبد الرحمن بن عوف وسعد بن ابی وقاص و سعید ابن زید فقال علی هل فیکم احد آخی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم بینه و بین اذااخی بین المسلمین قالوا اللّٰهم لاخرجه ابن عبد البر فی الاستیعاب (ارجح المطالب ص۴۲۷)

(۱۳)ابو الطفیل سے مروی ہے کہ جب امر شوریٰ مابین حضرت علی وحضرت عثمان وحضرت طلحہ وحضرت زبیر و حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف وحضرت سعد ابن ابی وقاص وحضرت سعید ابن زید گردانا گیا تو حضرت علی نے فرمایا تھا کیا تم میں کوئی ایسا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اور اُس کے درمیان مواخات کرائی ہو سب کہنے لگے خدا گواہ ہے اور کوئی نہیں. ابن عبد البر نے استیعاب میں اس کی تخریج کی.

(۱۴)وفی کتاب المسامرة لشیخ محی الدین العربی رویناه من حدیث محمد ابن اسحق المطلبی قال واخا رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم بین المهاجرین والانصار قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم تواخوافی اللّٰه اخوین ثم اخذ

(۱۴) کتاب المسامرۃ تصنیف شیخ محی الدین ابن عربی میں ہے کہ ہمنے اُس کو روایت کیا حدیث محمد ابن اسحاق مطلبی سے کہا اور مواخات کرائی آنحضرت نے مہاجرین و انصار میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ اللہ کے لئے آپس میں بھائی بن جاؤ پھر آپ نے

بیدعلی ابن ابی طالب فقال ھذا اخی فکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی اخوین (ینابیع المودۃ ص ۵۷)	حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ یہ میرا بھائی ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم او رحضرت علیؑ بھائی بھائی تھے.

شیخ محمد سلیمان حنفی بلخی قندوزی ینابیع المودۃ باب تاسع احادیث مواخات ص ۵۷ میں لکھتے ہیں. کہ موافق ابن احمد نے مواخات میں گیارہ حدیثیں روایت کیں اور عبداللہ ابن احمد بن حنبل نے زوائد مسند میں چھ ۶ حدیثیں اور فقیہ ابن المغازلی نے بھی چھ حدیثیں اور حموینی نے دو حدیثیں اور یہ سب بالا سناد مجاہد وعکرمہ. حضرت ابن عباس-سعید بن المسیب - ابن عمر- زید بن ابی اوفی - انس ابن مالک - زید ابن ارقم - خدیفہ ابن الیمان - مخدوج بن زید ہذلی - ابوامامہ باہلی - جمیع ابن عمیر رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں.

مولانا محمد صالح کشفی مناقب مرتضوی ص ۲۰۴ میں لکھتے ہیں:

آں امام برحق از قول نبیؐ	آں پناہ مغربی ومشرقی
آں جہانِ علم را بدر منیر	آں شہانِ ملک تمکیں راامیر
آں کہ شہر معرفت را آفتاب	آں زوصل شاہد جاں کامیاب
معدن حلم وحیا صدق وصفا	مخزن علم و عمل خلق ووفا
ازسخایش گشت مفلس کان زر	ملک دنیا رانماند زوثمر
قبلۂ ارباب عرفاں ذات او	مصحف اصحاب عشق آیات او
ز ولایت شد بسر تاج شرف	درفیوضش مکّہ ثانی نجف
شمع بزمِ جنت آمدروئے او	عطر افشاں برجہاں گیسوئے او
آفتابِ آسمانِ ھل اتیٰ	تاجدارِ انما ولافتے
بود زیبندہ بفرقش تاج دین	زانکہ بیشک بود امیرالمؤمنین
خاک پایش افسر عرش برین	سایہ اش انوار بخش شمس دین

گرفتہ نور ضمیر ش برجہان ہمچو خودیکسر شود کون ومکان
درصحابہ چون دراںجم آفتاب سجدہ گاہِ ہردوکون اور اجناب
سرفراز ان خاک بردرگاہ او چون خس وخاشاک اندر راہ او
برسرش زیبندہ تاج سروری روشن است از وے چراغ رہبری
شاہ اقلیم ولایت ذات او ماہ گردونِ ہدایت ذات او
سایہء او آفتاب دوجہان روشنی بخشِ ضمیر انس وجان
مظہر عرفانِ حق اندیشہ اش معرفت بخشیدن آمد پیشہ اش
برق تیغش شمع بزم دین بود پرتوِ او راظفر آئیں بود
گشت پشت دین قوی از تیغ او ہم شریعت یافت بروآبرو
ہرکہ روگرداند از وے کافراست خویشتن راتاجہنم رہبر است
چونکہ صائم بودے آن شہ بردوام نانِ جو بودے غذائش وقت شام
میکنم نام شریفش برملا ہاں فدائے من شوید اے ئہ سما
جانشین مصطفٰے یعنی علی مجتبٰے ومرتضٰی یعنی علی
ایخوشا نامی کزودل زندہ گشت ہمچو عیسٰی وخضرپایندہ گشت
وصف اوچوں ہست بیروں ازخیال باب دیگر راد ہم صورت زقال

نیابت

حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ کوآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری نیابت متعدد مرتبہ حاصل ہوئی. سب سے اول ہجرت کے موقع پر. اس موقع پر جو عظیم الشان کارنامہء جان نثاری واقع ہوا اُس کی نظیر نہیں ہوسکتی. نیز اپنی نیابت میں تبلیغ سورہء برائت کے لئے مکہ معظمہ بھیجنا یا جنگ تبوک میں اپنا نائب وقائم مقام کرجانا. یہ ایسے واقعات ہیں جو بہترین دلیل حصول شرف و فضائل جلیلہ کے لئے ہیں. اِن امور کے تفصیلی بیانات بصورت واقعات حصہ اول کتاب السیرۃ العلویہ بذکر الماآثر المرتضویہ موسومہ احسن الانتخاب فی ذکر معیشۃ سیدنا ابی تراب میں آچکے ہیں.

یہاں پر مقصد صرف اظہار فضائل ہے نہ کہ بیان واقعات .مولانا جلال الدین رومی فرماتے ہیں:

اے مرغ خوش الحاں بخواں اللہ مولانا علی — تسبیح خودکن برزباں اللہ مولانا علی

اسمش عظیم واعظم است غفار فرد عالمست — مولاء حق آدم است اللہ مولانا علی

خواہی کہ یابی زونشان جان درراہِ او برفشاں — کوجاندہ است وجان ستان اللہ مولانا علی

سلطانِ بیمثل ونظیر پروردگار بے وزیر — دارندہء بر ناؤپیر اللہ مولانا علی

(مناقب مرتضوی ص۳۷و۱۵)

فضائل خارجی مشتمل بردو قسمِ کسبی ووہبی!

ا۔ کسبی

اس سے مراد وہ فضائل ہیں جو حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ نے بذریعہء کسب حاصل کئے .اور وہ دو طرح کے ہیں .عبادات وجہاد.

معبود حقیقی کی عبادت اور اُس کا حقیقی ذوق حضرت علی کے خاص خصوصیات میں سے ہے بقول اشہر ہنوز آپ کی عمر دس (۱۰) سال کی تھی کہ سعادت ازلی روبراہ ہوئی اور آپ اسلام لائے اور معبود حقیقی کے سامنے سر عبودیت خم کیا اور یہی ذوق عبودیت تمام زندگی بھر آپ کے تمام افعال واقوال وعادات میں ساری وطاری رہا .اس صفت میں جو خاص امتیازی شان آپ کو اپنے ہمعصر صحابہ میں حاصل تھی اُس کا ذکر خود اللہ تعالٰی نے اپنے کلام پاک میں فرمایا ہے.

محمد رسول اللہ والذین معه اشداء علی الکفار رحماء بینهم تراهم رکعًا سجدا یبتغون فضلا من اللہ ورضوانًا (پ۲۶ سورہء فتح رکوع آخر)	محمد اللہ کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو اُن کے ساتھ ہیں کافروں پر سخت ہیں باہم رحمدل ہیں تم اُن کو دیکھتے ہو کہ بہت رکوع اور بہت سجدہ کر کے خدا کا فضل اور اُس کی رضامندی کی جستجو کرتے ہیں.

مفسرین لکھتے ہیں کہ والذین معہ سے مراد حضرت ابوبکر صدیقؓ اور اشداء علی الکفار سے حضرت عمر فاروقؓ اور رحماء بینھم سے حضرت عثمان ذے النورینؓ اور رکعًا سجدًا سے حضرت علی

مرتضٰی مراد ہیں (تفسیر فتح البیان جلد ۹ ص ۴۸، ۱۲ منہ) رکوع وسجود صحابہ کا عام وصف ہے. جناب باری کا ان الفاظ رکعًا وسجدًا کو آپ کی ذات کے لئے استعمال کرنے میں یہ نکتہ ہے کہ آپ کی وہ امتیازی حیثیت جو آپ کو اس صفت میں صحابہء کرام کے مقابلہ میں حاصل تھی مسلمانوں کے نظر کے سامنے آجائے آپ کی اس امتیازی خصوصیت کا اعتراف خود صحابہء کرام نے بھی فرمایا ہے ملاحظہ ہو ارشاد حضرت عائشہ صدیقہ حبیبہء رسولؐ

کان ما علمت صوامًا قوامًا (ترمذی کتاب المناقب فضل فاطمہ) جہانتک مجھے معلوم ہے وہ بڑے روزہ دار اور عبادت گذار تھے.

وارشاد زبیر ابن سعید قرشیؒ

لما دھاشمیا قط کان اعبد اللہ منہ (مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۱۰۸) میں نے کسی ہاشمی کو نہیں دیکھا جوان سے زیادہ خدا کا عبادت گذار ہو

خود آپکا ارشاد ہے کہ اس اُمت میں سب سے پہلے میں نے نماز پڑھی اور سات سال تک سب سے پہلی خدا کی عبادت کرتا رہا (ریاض النضرۃ باب رابع فصل رابع ص ۱۵۸)

آپ کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ عبادات میں جس چیز کا آپ التزام کرلیتے اس پر ہمیشہ قائم رہتے ایک موقعہ پر آنحضرتؐ نے آپ سے اور حضرت فاطمہ سے فرمایا تھا کہ تم دونوں ہر نماز کے بعد دس بار تسبیح دس بار تحمید اور دس بار تکبیر پڑھ لیا کرو اور سوتے وقت ۳۳ بار تسبیح ۳۳ تحمید اور ۳۴ بار تکبیر کہہ لیا کرو. حضرت علی فرماتے ہیں کہ جب سے آنحضرتؐ نے مجھکو اسکی تلقین کی میں نے ترک نہیں کیا. عبداللہ ابن الکواء نے پوچھا کہ کیا صفین کی شب میں بھی ترک نہیں کیا آپ نے فرمایا نہیں (مسند امام احمد ابن حنبل جلد ۱ ص ۱۰۷ وسنن ابوداؤد کتاب الادب)

چونکہ عوام کے نزدیک عبادت کا معیار کثرت صلٰوۃ وصوم وزکوٰۃ (صدقات) واداۓ حج سمجھا جاتا ہے اس لئے ہم مفصل وشرح طور پر ان امور کو ناظرین کے سامنے پیش کرنا ضروری سمجھتے ہیں.

حضرت علی مرتضیٰ کی نماز

امام تاج الاسلام سلیمان بن داؤد سقفیی لکھتے ہیں کہ جب نماز کا وقت آتا تو حضرت علی کا رنگ زرد پڑ جاتا ایک مرتبہ اسکے متعلق آپ سے پوچھا گیا تو آپنے فرمایا کہ اُس امانت کے ادا کرنے کا وقت آ گیا جس کو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں پر پیش کیا تھا اور اُنہوں نے اس بار کے اُٹھانے سے انکار کیا تھا اور میں نے باوجود اپنی ناتوانی کے اُس کو اُٹھا لیا تھا مجھکو یہ نہیں معلوم کہ میں اس کو کس طرح ادا کرتا ہوں (ارجح المطالب ص ۱۶۴)

جنگ صفین کی لیلۃ الہریر میں دوصفوں کے درمیان آپکے لئے نطع (زرہ) بچھائی گئی تھی جسپر آپ نماز پڑھتے رہے تیروں کی بارش ہوتی رہی مگر آپ بلاخوف وخطر نماز ووظائف میں مشغول رہے. ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ حضرت علی کی پیشانی پر بوجہ کثرت سجود ایسا ڈھٹا پڑ گیا تھا جیسا کہ اونٹ کے زانو میں بیٹھتے بیٹھتے پڑ جاتا تھا (ارجح المطالب ص ۱۶۴)

آپ علاوہ فرائض کے اسقدر کثرت سے نوافل ادا فرماتے تھے کہ اس کی تعداد کا علم بجز خدا کے اور کسی کو نہیں. اسی شغف کا نتیجہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صلوٰۃ ونوافل و عبادت کے متعلق آپ سے زائد کسی سے حدیثیں مروی نہیں بوجہ کثرت عبادت ذات ستودہ صفات زین العابدین وامام المستعبدین تھی.

حادث بن سعد بن ابی وقاص اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی کی ایک جگہ مسجد میں تھی جہاں پر آپ عبادت کی تعلیم اُسی طرح دیتے جس طرح آنحضرت دیتے (ریاض النضرۃ جلد ۲ ص ۲۲۶)

نماز کی حالت میں آپ کو اسقدر استغراق ہو جاتا کہ ماسوا کا ہوش نہ رہتا. تفسیر حسینی میں ہے کہ آپ ہر شب میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھتے نماز میں اسقدر استغراق ہوتا کہ جنگ احد میں آپ کے پائے مبارک میں تیر لگا اور اتنا گہرا کہ بلا وقت نہیں نکل سکتا تھا آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ علی جب نماز میں ہوں تب تیر نکالا جائے چنانچہ نماز کی حالت میں نکالا گیا بہت سا خون نکلا مگر آپ کو مطلقاً اس کی خبر نہ ہوئی. شیخ فرید الدین عطار اسکے متعلق لکھتے ہیں:

چنان شد درنماز او محو سبحان | کہ از پایش برون کردند پیکان

مولانا عبدالرحمٰن جامی نے مثنوی تحفۃ الاحرار میں اس واقعہ کو خوب نظم فرمایا ہے:

شیر خدا شاہ ولایت علی | صیقلی شرع خفی ہم جلی
روز احد چوصف ہیجا گرفت | تیر مخالف بہ کفش جا گرفت
غنچۂ پیکان بگل او نہفت | صدگل راحت زگل او شگفت
روئے عبادت سوے محراب کرد | پشت بدور سر احباب کرد
خنجر الماس چو بند اختند | چاک بہ تن چوں گلش انداختند
غرقہ بخوں غنچۂ زنگار گون | آمدازان گلبن احسان برون
گل گل خونش بمصلا چکید | گشت چو فارغ زنمازش بدید
کیں ہمہ گل چیست تہ پای من | ساختہ گلزار مصلاے من
صورت حالش چونمودند باز | گفت کہ سوگند بداناے راز
کز الم زخم ندارم خبر | گرچہ زمن نیست خبر دار تر
طائرمن سدرہ نشین شد چہ باک | گرشودم تن چو قفس چاک چاک
جامی ازآلایش تن پاک شو | درقدم پاک رواں خاک شو
باشد ازاں خاک بگردی رسی | گردشگافی وبمردی رسی

(مناقب مرتضوی للشیخ محمد کشفی ص ۱۹۷ اورارجح المطالب ص ۱۶۵)

کثرت صوم

آیۂ شریفۂ کلام اللہ ویطعمون الطعام الخ حضرت علی کے کثرت صوم کی بہترین شہادت ہے جو آپ کے پیہم تین روزے رکھنے پر نازل ہوئی تھی. اس کا مفصل واقعہ سابق میں تحریر ہو چکا ہے سابقہ حالات زہد وورع وصبر وتحمل اور نیز حضرت عائشہ صدیقہ کا ارشاد "کان ما علمت صواما قواما" سے کثرت صلوۃ وصیام کی کیفیت بخوبی ظاہر ہوتی ہے. مناقب مرتضوی ص ۱۹۵ میں ہے کہ روزہ ایام بیض کا حکم حقیقتاً آپ کو ہوا:

در حلقۂ اولیا علی ولی است　　شاہنشہ اصفیا علی ولی است
محبوب و محبّ عین ذات احمد　　واللہ کہ بے ریا علی ولی است

(مناقب مرتضوی ص ۱۷۷)

زکوٰۃ وصدقات

امام احمد ابن حنبل حضرت علی کا ارشاد لکھتے ہیں کہ آپ نے فرمایا میں آنحضرتؐ کیساتھ بوجہ شدت بھوک کے پتھر پیٹ پر باندھتا تھا آج میری زکوۃ چالیس ہزار ہے ایک روایت میں ہے کہ اب چالیس ہزار تک میری زکوٰۃ پہونچ گئی ہے. علامہ محبّ طبری ریاض النضرۃ جلد۲ ص ۲۲۷ میں اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ اکثر متوہم (شک کرنیوالے کو) اس حدیث سے یہہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ حضرت علی کے پاس اس قدر مال موجود رہتا تھا کہ جس کی اسقدر زکوۃ نکلتی ہوگی. حقیقتًا ایسا نہیں ہے اس لئے کہ آپ سب لوگوں سے زائد زاہد تھے جس کا بیان سابق میں ہو چکا اس روایت پر کیونکر توجہ کی جاسکتی ہے ابوالحسن ابن فارس لغوی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے اس حدیث کا مطلب پوچھا تھا وہ کہنے لگے اس کا مطلب یہہ ہے کہ حضرت علی فرماتے ہیں کہ جب سے میرے ہاتھ میں مال آیا اگر وہ اس وقت تک رہتا تو اس کی زکوٰۃ اسقدر ہوتی. اسکے علاوہ اس میں وہ اوقاف بھی مراد ہوں گی جن کو آپ نے جاری کیا تھا قبل ان کے اجرا کے آپ اُن اوقاف کے مالک بھی تھے آپ نے ان کا محاصل اسی قدر بیان فرمادیا ہوگا. حضرت امام جعفر صادق اپنے والد امام محمد باقر علیہ وعلیٰ آبائہ واولادہ السلام سے ناقل ہیں کہ حضرت عمر فاروقؓ نے آپ کو ایک ٹکڑہ زمین کا جاگیر میں دیا تھا پھر آپنے اس کے متصل ایک اور قطعہ مول لیا تھا اور اس میں ایک تالاب کھودوایا تھا لوگ تالاب کھودرہے تھے کہ اس میں سے ایک چشمہ نکلا. حضرت علی جب تشریف لائے تو لوگوں نے آپکو خوش خبری دی آپنے فرمایا کہ خوشخبری اس کے وارث کو دینا چاہئے پھر آپنے اُس کو فقراء مساکین ومسافرین پر فی سبیل اللہ وقف فرمادیا

(ریاض النضرۃ جلد۲ باب رابع فصل تاسع ص ۲۲۹)

مولانا محمد صالح کشفی مناقب مرتضوی ص ۳۰ میں لکھتے ہیں:

اے کہ از دل طالب حق گشتہء	آفتابِ اوجِ مطلق گشتہء
دوستی مرتضٰی راپر بساز	نفس دوں راپاے درزنجیر ساز
مہر حیدر چشم دل بینا کند	مہر حیدر قطرہ را دریا کند
مہر حیدر گرنباشد راہبر	میرود بیچارہ رہ رو درسفر
مہر حیدر مایہء ایمان من	مہر حیدر زندگی جانِ من
گشت ازمہر علی روشن دلم	ہست ازمہرش منور محفلم
گوہرِ من آمد از مہر علی	دارم امید ولایت زان ولی
بندہء حیدر زجاں ودل شدم	زان بنورذاتِ حق واصل شدم
دست من دامان حیدر روز حشر	نام پاکش برزبانم روزنشر

حج

حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ نے کتنے حج کیے اس کا حال معلوم نہیں زمانہء خلافت میں بسبب حدوث حوادث وفتن آپ کوایک سال بھی حج ادا کرنے کی نوبت نہ آسکی اس سے قبل کے متعلق کہیں بالتصریح موجود نہیں مگر اجرعمل کچھ کثرت پر منحصر نہیں وجہ قبول اور ہی کچھ ہوا کرتی ہے.

حضرت علی کے سب سے زیادہ قابل ذکر دوحج ہیں یک وہ جس میں آپ لوگوں کوسورہء برائت سنانے کے لئے مامور ہوئے جسکو ہم حصہء اول السیرۃ العلویۃ بذکرالمآثر المرتضویہ موسومہ بہ احسن الانتخاب فی ذکر معیشۃ سیدنا ابی تراب میں بیان کرچکے ہیں ناظرین ملاحظہ فرمائیں.

دوسرا حجۃ الوداع جس میں آپ یمن سے آکرشریک ہوئے تھے اوررسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کواپنی قربانی میں شریک کیا تھا اس حج سے واپسی پرآنحضرتؐ نے بمقام غدیرخم ایک طویل خطبہ دے کرخلعت مولائیت

من کنت مولاہ فعلی مولاہ   جسکا میں مولاہوں علی اس کے مولا ہیں

سے سربلند فرمایا. اس حدیث کو حدیث ولایت کہتے ہیں. اسکی تشریح انشاء اللہ تعالیٰ جلد سوم کتاب السیرۃ العلویۃ بذکر المآثر المرتضویۃ موسومہ بہ مناقب المرتضیٰ من مواہب المصطفیٰ میں ہوگی.

آنحضرت کا حج کے موقع پر آپکو اپنی قربانی میں شریک فرمانا اور حضرت علی کا تاحیات خود موافق ارشاد آنحضرت کی طرف سے قربانی کرتے رہنا روایات ذیل سے ظاہر ہے.

ابن اسحاق سیرت نبوی میں لکھتے ہیں کہ مجھ سے عبد اللہ ابن نجیح نے بیان کیا کہ آنحضرتؐ نے حضرت علی کو نجران کی طرف بھیجا تھا جب وہاں سے آپ لوٹ کر آئے تو احرام باندھے ہوئے مکہ معظمہ میں آنحضرتؐ سے ملے. حضرت فاطمہ کو دیکھا کہ وہ احرام کھولنا چاہتی ہیں آپنے وجہ پوچھی انہوں نے فرمایا ہم کو آنحضرتؐ نے عمرہ کا احرام کھول ڈالنے کا حکم دیا ہے اس لئے ہم احرام کھولتے ہیں. پھر حضرت علی آنحضرتؐ کے حضور میں حاضر ہوئے جب حالات سفر عرض کر چکے تو آپ سے بھی آنحضرتؐ نے فرمایا جاؤ طواف کر کے اپنے دوستوں کی طرح تم بھی احرام کھول ڈالو آپنے عرض کیا یارسول اللہ میں نے احرام باندھتے وقت یہ نیت کی تھی کہ خداوندا تیرا رسول جس طریقہ پر اپنا احرام کھولے گا میں بھی اسی طریقہ پر اپنا احرام کھولوں گا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کیا تمہارے پاس قربانی کے لئے کچھ ہے عرض کیا نہیں پھر آپنے حضرت علی کو اپنی قربانی میں شریک کیا آپ احرام باندھی رہے یہانتک کہ آنحضرتؐ نے حج سے فارغ ہو کر آپکی طرف سے بھی قربانی کی (ارجح المطالب ص ۴۶۳)

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے خاص اپنے دست مبارک سے ترسٹھ قربانی اونٹ کی فرمائی اُن کے علاوہ جسقدر اونٹ قربانی کے لئے رہ گئے تھے ان کی قربانی حضرت علی سے کرائی پھر قربانی کا تھوڑا سا گوشت پکوا کر آنحضرتؐ اور حضرت علیؑ نے تناول فرمایا (ریاض النضرۃ جلد ۲ ص ۱۷۶ بروایت صحیح مسلم)

حضرت علی سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اپنی قربانی کے بارہ میں حکم دیا کہ یہ سب خیرات کر دیا جائے اور قصاب کو اس میں سے کچھ نہ دیا جائے (ریاض النضرۃ جلد ۲ ص ۱۷۷ بروایت صحیح مسلم)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت علیؑ تاحیات برابر آنحضرت کی طرف سے قربانی کیا کئے. بروایت امام احمد و ترمذی حضرت علی سے مروی ہے کہ حضرتؐ نے مجھے اپنی طرف سے ہمیشہ قربانی کرنے کا حکم عطا فرمایا تھا اسی حکم کی بنا پر آپ شہادت کے وقت تک آنحضرت کی طرف سے دو مینڈھے قربانی کرتے رہے. علامہ سبط ابن الجوزی تذکرہ خواص الامہ میں اس حدیث کے تحت میں لکھتے ہیں کہ محمد ابن شہاب زہری (جنہوں نے سب سے پہلے بحکم حضرت عمرو ابن عبد العزیز فن حدیث کو مدون کیا تھا) کہا کرتے تھے کہ آنحضرتؐ نے اپنے تمام اہل قرابت میں سے حضرت علی کو اس قربانی کیلئے مخصوص فرمایا گیا حضرت علی کا قربانی کرنا خود آنحضرت کا قربانی کرنا تھا (ارجح المطالب ص ۴۶۴)

مولوی محمد صالح کشفی مناقب مرتضوی ص ۳۳ میں لکھتے ہیں:

درخانۂ کعبہ گر بود منزل تو	ور زمزم اگر سرشتہ باشد گل تو
گر مہر علی نباشد اندر دل تو	مسکین تو وسعی ہائے بے حاصل تو

جہاد

عبادات کے بعد سب سے اعلیٰ مرتبہ جہاد کا ہے. جس سے نصرت دین مراد ہے یہ بھی مدار فضل سمجھا جاتا ہے خدا کے نزدیک مجاہد کا مرتبہ کثرت ثواب کی وجہ سے نہایت بلند ہے. کلام مجید میں ہے:

لایستوی القاعدون من المومنین غیر اولی الضرر والمجاھدون فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم فضل اللہ المجاھدین علی القاعدین (پ ۵ سورہ نساء)	آرام سے بیٹھنے والے مومن اور وہ جو خدا کی راہ میں اپنے جان ومال سے جہاد کرنیوالے ہیں برابر نہیں ہوسکتے اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو غیر مجاہدین پر فضیلت دی ہے.

جہاد کی دو قسمیں ہیں جہاد مع النفس و جہاد مع الاعداء.

جہاد مع النفس

شارع علیہ السلام نے جہاد مع النفس سے جہاد اکبر مراد لیا ہے ملاحظہ ہو ارشاد نبویؐ

رجعنا من الجهاد الاصغر الی الجهاد الاکبر	ہم رجوع کرتے ہیں جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف۔

جہاد مع النفس سے مراد خواہشات نفس کی مخالفت کرنا ہے زہد وتقویٰ وتورع وغیرہ اسکے آلات ہیں. حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زہد وتقویٰ ونفس کشی وغیرہ کے تفصیلی حالات ہم فضائل عملی کی بحث میں بیان کر چکے ہیں. اُن بیانات سے یہ ثابت ہے کہ حضرت علی بفحوائے مضمون صداقت مشحون ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم سرآمد اتقیا تھے تقویٰ اور صداقت کا شاہد عادل خود کلام مجید ہے ملاحظہ ہو:

والذی جاء بالصدق و صدق به اولئک هم المتقون	جو شخص صدق کیسا تھ آیا اور اس کے تصدیق بھی کی وہ متقین سے ہیں.

ابن عساکر مجاہد سے روایت کرتے ہیں کہ والذی جاء بالصدق سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صدق بہ سے حضرت علی مراد ہیں (ارجح المطالب ص ۱۷۲)

شیخ محمد سلیمان حنفی بلخی نقشبندی ینابیع المودۃ ص ۱۵۴ میں لکھتے ہیں:

والاعمال التی یستحق بها الخیر الکثیر والثواب الکبیر اربعة السبق فی الاسلام والجهاد فی الدین ودفع الاعداء عن النبی صلی الله علیه وسلم و عن الدین والعلم الکثیر والفقه فی احکام الله واسرار القرآن والزهد فی الدنیا وهی مجتمعة فی علی ابن ابی طالب	ایسے اعمال جس سے کہ وہ خیر کثیر وثواب کبیر کے مستحق ہوئے وہ چار ہیں۔ سبقت اسلام۔ جہاد فی الدین اور اعدا کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور دین سے دفع کرنا اور علم کثیر اور احکام الٰہی میں تفقہ اور اسرار قرآن اور زہد فی الدنیا یہ سب حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ میں مجتمع تھے اور دوسروں میں علیحدہ

رضی اللہ عنه ومتفرقة فی غیرہ. علیحدہ پائے جاتے تھے.

جہاد مع الاعداء

قسم ثانی جہاد مع الاعداء میں کفار (اہل بغی وعناد) سب شامل ہیں اسکی بھی دو قسمیں ہیں جہاد بالدعوت وجہاد بالسیف. حضرت علیؑ نے ان دونوں طریق سے جہاد فرمایا.

جہاد بادعوت

اس سے مراد وعظ ونصیحت - ترغیب وترہیب سے مخالفین کے تمام شبہات کا رفع کرنا اور ان کے دل کو اسلام کی طرف گرویدہ کرنا ہے. اس قسم کا جہاد منشاء بعثت کے مطابق ہونے کی وجہ سے نہایت افضل واعلیٰ ہے. حضرت علی کے وعظ سے تمام یمن مشرف بہ اسلام ہوا. بحوالہء ابوعمر براء ابن عازب سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد ابن الولید کو اشاعت اسلام کیلئے یمن بھیجا تھا میں بھی ان کے ساتھ گیا تھا وہاں وہ چھ ۶ مہینہ تک اسلام کی دعوت دیتے رہے مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا تب آنحضرتؐ نے حضرت علی کو بھیجا جب آپ حدود یمن میں پہونچے تو لوگ آپکے پاس مجتمع ہوگئے. آپنے ہم سب کے ساتھ نماز فجر ادا کی بعد نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان پڑھ کر سنایا اور وعظ ونصیحت فرمائی. ہمدان کے تمام لوگ ایک ہی دن میں مسلمان ہوگئے آپنے یہ آنحضرتؐ کو لکھا. آنحضرتؐ بہت محظوظ ہوئے اور سجدہ شکر بجالائے (ریاض النضرۃ جلد ۲ باب رابع فصل تاسع ص ۲۳۸ وارجح المطالب ص ۱۷۳) اس کے علاوہ متفرق طور پر جو آپنے اشاعت اسلام فرمائی وہ بھی ناظرین سے مخفی نہیں.

جہاد بالسیف

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے جہاد بالسیف سے جس قدر اسلام کو نفع پہونچا اتنا کسی اور سے نہیں پہونچا امام فخر الدین رازی اربعین میں لکھتے ہیں:

وقد كان فی الصحابة جماعة	صحابہ میں مثل ابودجانہ وخالد ابن ولید
كابی دجانه وخالد بن ولید	وغیرہ کے ایک ایسی جماعت تھی جو شجاعت
وكانت شجاعة اكثر نفعامن	میں بہت مشہور تھے لیکن اوروں کی شجاعت

شجاعة الكل الاترى ان النبی صلی الله عليه وسلم قال يوم الاحزاب لضربة علی خير من عبادة الثقلين	سے حضرت علی کی شجاعت سب سے زیادہ نفع رساں تھی کیا تم اس امر پر غور نہیں کرتے کہ جنگ احزاب کے روز آنحضرتؐ نے فرمایا تھا علی کی ایک ضربت جن وانس کی عبادت سے افضل ہے.

خود پروردگار عالم نے حضرت علی کے جہاد کو دوسرے صحابہ کے اعمال پر ترجیح دی چنانچہ ارشاد ہے:

اجعلتم سقاية الحاج وعمارة امسجد الحرام كمن امن بالله واليوم الاخر وجاهدفی سبيل الله لايستوون عندالله (پ۱۰ سورہ برات رکوع ۳)	کیا تم حاجیوں کا پانی پلانیا اور مسجد حرام کی تعمیر اُس شخص کے برابر سمجھتی ہو جو اللہ اور قیامت پر ایمان لایا اور خدا کی راہ میں جہاد کیا یہ لوگ خدا کے نزدیک مساوی نہیں.
اخرج ابوحاتم وابواشيخ وعبد الرزاق وابن ابی شيبة و ابن جريروابن منده والشعبی فی تفسيره والواحدی فی كتابه المسمی باسباب النزول والقرطی وابن اثير فی جامع الاصول والنسائی فی سننه والسيوطی فی الدر المنثور والحافظ ابونعيم فی فضائل الصحابة قالوا ان عليا والعباس وطلحة بن ابی شيبة افتخروا فقال طلحة انا صاحب	ابوحاتم وابوالشیخ وعبدالرزاق وابن ابی شیبہ وابن جریر وابن مندہ وشعبی نے اپنی تفسیر میں اور واحدی نے اپنی کتاب اسباب النزول میں اور قرطی اور ابن اثیر نے جامع الاصول میں اور نسائی نے سنن میں اور سیوطی نے در منثور میں اور حافظ ابونعیم نے فضائل الصحابہ میں تخریج کی کہ ایک مرتبہ حضرت علی اور حضرت عباس اور طلحہ ابن ابی شیبہ باہم مفاخرت کی باتیں کر رہے تھے طلحہ نے بیان کیا کہ میں خانہ کعبہ کا متولی ہوں اسکی کنجی میرے ہاتھ میں ہے اگر

البیت مفتاحه بیدی ولو شئت کنت فیه فقال العباس انا صاحب للسقایة والقائم علیها فقال علی لاادری لقد صلیت ستة اشهر قبل الناس وانا صاحب الجهاد فی سبیل اللہ فانزل اللہ اجعلتم سقایة الحاج (ینابیع المودۃ ص ۹۳ و ارجح المطالب ص ۱۷۴)	میں چاہوں تو وہیں رہوں حضرت عباس نے کہا میں زمزم کا مالک ہوں اور اس کا نگہبان حضرت علی نے فرمایا اور تو میں کچھ نہیں جانتا میں نے سب سے چھ مہینہ قبل نماز پڑھی اور میں خدا کی راہ میں جہاد کرنے والا ہوں پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت "اجعلتم سقایة الحاج" نازل فرمائی

اس امر پر تمام محدثین متفق ہیں کہ حضرت علی سوائے غزوہ تبوک کے کل مشاہد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علمدار رہے۔ علامہ ابن عبدالبر استیعاب میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ حضرت علی کی چار خصلتیں ایسی ہیں کہ اُنکے سوا اور کسی دوسرے کی ایسی خصلتیں نہیں (۱) وہ تمام عرب وعجم میں پہلے شخص ہیں جنھوں نے آنحضرتؐ کے ساتھ نماز پڑھی (۲) وہ آنحضرتؐ کے ہر لشکر میں اُن کے ساتھ علمدار رہے (۳) جس روز آنحضرتؐ کے پاس سے سب لوگ علیحدہ ہو گئے تھے تو وہ موجود رہے (۴) انہیں نے آنحضرت کو غسل دیا اور قبر میں اُتارا۔

ابن عبدالبر لکھتے ہیں کہ آپ وہ ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں یعنی بیت المقدس و بیت اللہ کی طرف نماز پڑھی اور آنحضرت کیساتھ ہجرت کی اور بدر و احد و احزاب وغیرہ تمام غزوات میں حاضر رہے اور ان غزوات میں نمایاں کام کیے۔ سراج بلقینی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ آپ کسی مشہد سے غیر حاضر نہیں رہے مگر تبوک میں کیونکہ آنحضرتؐ اس موقع پر آپ کو اپنے عیال کی حفاظت کے لئے مدینہ میں چھوڑ گئے تھے اُن مشاہد کے کارناموں سے کتب سیَر وتواریخ بھری پڑی ہیں جلد اول کتاب السیرۃ العلویہ بزکر المآثر المرتضویہ موسومہ بہ احسن الانتخاب فی ذکر معیشۃ سیدنا ابی تراب میں ہم نے تفصیل سے ان واقعات کو درج کر دیا ہے بعض حضرات نے حضرت علی کے زمانہ خلافت کا حضرات شیخین کے زمانہ خلافت سے اس صورت میں موازنہ کیا ہے

کہ حضرات شیخین کے زمانہ میں فتوحات اسلام بہت ہوئے اسلئے جہاد مع الاعداء میں حضرات شیخین حضرت علی سے افضل ہیں اِن حضرات نے اس بحث میں اُن امور کو نظر انداز کر دیا جن کی وجہ سے افضلیت کی وہ حیثیت باقی نہیں رہتی جو اِن حضرات نے بزعم خود قائم کی ہے۔ جولڑائیاں حضرت علی کو اپنے پنج سالہ دورانِ خلافت میں پیش آئیں وہ ان حضرات کے نزدیک شاید جہاد مع الاعداء میں شمار کرنے کے لائق نہیں حالانکہ یہ خیال اُن کا غلطی پر مبنی ہے۔ اس لئے کہ جنگ صفین وجنگ نہرواں کا شمار قطعاً جہاد مع الاعداء میں ہے اور اِن لڑائیوں کے اجر کی بھی وہی کیفیت ہوگی جو روم اور ایران کے خلاف جنگ کرنے میں تھی اگر حضرات شیخین عند اللہ اُن لڑائیوں کی وجہ سے مستحق اجر تھے تو اُسی اجر کے مستحق حضرت علی بھی ہونگے۔ حضرت علی کی خلافت سے قبل صحابہ کا وہ گروہ جس کو ذات نبوت کے شرف صحبت اور فیض کا نمایاں امتیاز حاصل تھا تقریباً ختم ہو چکا تھا اور اُن کے ورثاء اور نمایندگان میں وہ حقیقی جوش اور سچا احساس دینی خدمات کا نہیں رہ گیا تھا جس پر حضرات شیخینؓ کی کامیابی کا بہت کچھ انحصار تھا۔ حضرت علیؓ کے وقت میں مسلمانوں میں خود غرضی ونفس پرستی ایثار وہدایت وخلوص کی جگہ لے چکی تھی اور آپ کی وہ کوشش جو آپنے اِن عیوب کی مٹانے کے لئے کیں تھیں۔ اُن کا شمار بھی جہاد ہی میں کیا جائیگا۔ جہاد مع الاعداء کا اجر دو امور پر مبنی معلوم ہوتا ہے ایک اُس تکلیف پر جو انسان کو لڑائی میں اُٹھانا پڑتی ہے دوسرے اس طور پر کہ اس سے دوسروں کو صراط مستقیم کی طرف آنے کا موقع ملتا ہے اور مجاہد "الدال علی الخیر کفاعلہ" (خیر پر دلالت کرنیوالا مثل فاعل کے ہے) کا مصداق ہوتا ہے جو لڑائیاں کہ حضرت علی کے زمانہ خلافت میں پیش آئیں اگر اُن پر ایک سرسری نظر بھی ڈالی جائے تو ان میں یہ دونوں امور صاف طور سے نظر آئیں گے برخلاف جنگ ایران وروم وغیرہ کے کہ اُن میں جز واول کا وجود تو بظاہر مستبعد معلوم ہوتا ہے۔ حضرت علی کی مدت خلافت ۴ سال ۹ ماہ ہے اور اس مدت میں تمامتر وقت آپ کا جمل، صفین اور نہروان کے نذر رہا پھر بھی باوجود اس ابتلا کے آپنے ممالک محروسہ اسلام کے حدود کو وسیع کرنے کی کوشش فرمائی۔ حارث ابن مرہ عبدی کو ملک سندھ کی طرف آپ ہی نے جہاد کے لئے روانہ فرمایا تھا اور قزوین اور رے کی طرف بھی آپ ہی نے اسلامی لشکر جہاد کے لئے روانہ فرمایا تھا۔ حضرات

شیخین کے دور خلافت کا آپ کے دور خلافت سے موازنہ اس وجہ سے صحیح نہیں ہو سکتا کہ واقعات اور کیفیات بالکل بدل چکے تھے اور جو چیز ایک کے لئے باعث قوت بن چکی تھی وہ دوسرے کے لئے سنگ راہ کا کام دے رہی تھی۔

مولوی محمد صالح کشفی مناقب مرتضوی صف ۲۵۳ میں لکھتے ہیں۔

اے برگزیدہ مرخدایت یاامیرالمومنین	خواندہ نفس مصطفایت یاامیر المومنین
گردنانِ دہر را آوردہ سر ہازیر حکم	بازوے زور آزمایت یاامیر المومنین
از نسیم بادنوروزی نشاید کرد یاد	پیش خلق جانفزایت یاامیر المومنین
مدح گر شایستہ ذات تو باید گفت بس	کیست تا گوید ثنایت یاامیر المومنین
خاطر ہچون من شوریدہ خاطر کے کند	وصف قدر کبریایت یاامیرالمومنین
باہمہ بالانشینی عقل کل نابر دہ راہ	زیر شاوردانِ (۱) جاہت یاامیر المومنین
گر بدے بالاتر از عرش بریں جاے دگر	گفتمی کانجاست جایت یاامیرالمومنین
آنچہ تو شایستہ آنی زروے عزوجاہ	کس نداند جز خدایت یاامیر المومنین
ماہمہ از در گہ لطفت گدائی میکنیم	اے ہمہ شاہان گدایت یاامیر المومنین
آنچہ عیسٰی از نفس میکرد رمزے بود و بس	از لب معجز نمایت یاامیر المومنین

۲۔ وہبی

اس سے مراد وہ فضائل ہیں جن کے حصول میں انسان کی سعی وکوشش کو دخل نہیں ہوتا اور جن کے حصول کا انحصار محض فضل ایزدی پر ہوتا ہے وہی فضائل وہبی کہلاتے ہیں۔ حضرت علی کے فضائل وہبی کا ایک جز و مثلاً مورد آیت تطہیر ہونا۔ آل عبا میں داخل ہونا۔ نفس نبی قرار پانا، واقعہ مباہلہ ہم جلد اول کتاب سیرۃ العلویہ بذکر الماٰثر المرتضویہ موسومہ بہ احسن الانتخاب فی ذکر معیشۃ سیدنا ابی تراب میں ناظرین کے سامنے پیش کر چکے ہیں یہ فضائل احادیث صحیحہ سے بطریق

---

۱ بضم دال مہملہ بساط وفرش وپردہ وشامیانہ وسایبان ۱۲ غیاث اللغات۔

احسن بطور تواتر ثابت ہیں آپ کے ان فضائل کا نہ کوئی مثل ہے اور نہ بدل مگر چونکہ ان فضائل میں حضرات حسنینؑ اور حضرت فاطمہؑ بھی آپ کے ساتھ شامل ہیں اس لئے اب ہم اس موقع پر ناظرین کے سامنے وہ فضائل پیش کرنا چاہتے ہیں جن کا تعلق مخصوص آپ ہی کی ذات مبارک سے ہے۔

مماثلت با انبیا (علیھم التحیته و الثنا)

اس بحث میں ناظرین کے سامنے میں حضرت علی کے وہ اوصاف اور امور پیش کرنا چاہتا ہوں جن میں آپ انبیاء ماسبق و نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت رکھتے تھے۔ قبل اس بحث کے ابتدا میں حدیث تمثیل پیش کیجاتی ہے۔ علامہ محب طبری ریاض النضرہ جلد۲ باب رابع فصل تاسع صفحہ ۲۱۸ میں لکھتے ہیں۔

عن ابی الحمراء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اراد ان ینظر الی ادم فی علمہ والی نوح فی فھمہ والی ابراھیم فی حلمہ والی یحییٰ بن ذکریا فی زھدہ و الی موسیٰ بن عمران فی بطشہ فلینظر الی علی ابن ابی طالب. اخرجہ القزوینی الحاکمی. وعن ابن عباسؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من اراد ان ینظر الی ابراھیم فی حلمہ و الی نوح فی حکمہ و الی یوسف فی جمالہ فلینظر الی علی ابن ابی

ابی الحمراء سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص علم میں حضرت آدم کو اور فہم میں حضرت نوح کو اور حلم میں حضرت ابراہیم کو اور زہد میں حضرت یحییٰ کو اور سختی میں حضرت موسیٰ ابن عمران کو دیکھنا چاہتا ہو تو علی ابن ابی طالب کو دیکھ لے۔ قزوینی و حاکمی نے اس کی تخریج کی حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کوئی شخص حضرت ابراہیم کا حلم، اور حضرت نوح کی حکمت اور حضرت یوسف کا جمال دیکھنا چاہے تو علی ابن ابی طالب کو دیکھ لے ملا نے سیرت میں اس کی تخریج کی۔

طالب اخرجه الملا فی سیرته(۱).

اس حدیث کی ذیل میں فخر الاسلام امام فخر الدین رازی اربعین فی اصول الدین میں لکھتے ہیں کہ۔

هذا الحدیث یدل علی انّ علیاً کان مساویا لهؤلاء الانبیاء فی هذا الصفات و لا شک ان هؤلاء الانبیاء کانو افضل من سائر الصحابة و المساوی الافضل افضل فوجب ان یکون علی افضل منهم (ارجح المطالب صفحہ ۴۵۵)	یہ حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت علی ان صفات میں انبیاء علیہم السلام کے مساوی تھے اور بلا شک انبیاء تمام صحابہ سے افضل تھے اور افضل کی برابری والا بھی افضل ہوا کرتا ہے اس لئے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی بھی (صحابہ) میں افضل ہوں۔

حضرت علی کی ذات مبارک کو جرح وقدح کے میدان میں لانے والوں نے چونکہ اس حدیث کو بھی مابہ البحث قرار دینے کی بے سود کوشش کی ہے اس لئے میں بھی مختصراً اس حدیث کے صحت وعدم صحت پر ایک نظر ڈالنا ضروری سمجھتا ہوں ذیل میں انحضرات کے اسماء گرامی درج کرتا ہوں جنھوں نے اس حدیث کی تصدیق کی اور اس کو روایت کیا ناظرین اس کو پڑھ کر خود اندازہ کرلیں گے کہ اس حدیث کی صحت میں ذرا بھی شک وشبہ کرنے کی گنجائش نہیں۔

(۱) ابوبکر عبدالرزاق ابن ہمام ابن نافع حمیری نے معمر سے اُنہوں نے زہری سے اُنہوں نے سعید بن میسب سے اُنہوں نے حضرت ابی ہریرہؓ سے یہ حدیث روایت کی کہ

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم و هو من محفل من اصحابه ان تنظرو الی ادم فی علمه و نوح فی همه و ابراهیم فی خلقه	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اصحاب کے مجمع میں فرمایا اگر تم حضرت آدم کا علم حضرت نوح کا ارادہ حضرت ابراہیم کا خلق حضرت موسیٰ کی مناجات

۱؎ ارجح المطالب صفحہ ۴۵۱ میں بھی یہ دونوں حدیثیں موجود ہیں ابی الحمراء والی حدیث بہ تخریج امام احمد و ابوالخیر قزوینی و فضائل الصحابہ بیہقی مرقوم ہے اور ابن عباس والی حدیث میں اتنی عبارت ''الی آدم فی علمہ'' زائد ہے۔۱۲

وموسی فی مناجاته و عیسی فی سننه ومحمد فی هدیه و حلمه فانظروا الی هذا المقبل فتطاول الناس فاذاهو علی ابن ابی طالب	حضرت عیسٰی کا طریقہ اور حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سیرت اور حلم کو دیکھنا چاہو تو اس آنے والے کو دیکھو یہ سنکر لوگ بڑھے اُنہوں نے حضرت علی ابن ابیطالب کو پایا۔

عبدالرزاق ابن ہمام مشائخ اعلام سے تھے ملاحظہ ہوں کتب اسماء الرجال تاریخ یافعی وابن خلکان وتہذیب التہذیب وغیرہ اصحاب صحاح ستہ نے ان سے روایت حدیث کی۔ علامہ ذہبی وامام احمد بن حنبل وغیرہ نے ان کی پورے طور پر توثیق کی۔ امام احمد بن حنبل کا قول محمد بن طاہر مقدسی رجال صحیحین میں لکھتے ہیں کہ اگر معمر کی حدیث میں اختلاف ہوا تو عبدالرزاق کا قول صحیح مانا جایگا۔ ابوعبداللہ یاقوت ابن عبداللہ رومی حموی بغدادی نے معجم الادباء میں اس حدیث کو بروایت عبدالرزاق لکھا ہے اور استشہاد میں قصیدۂ ابن المفجع (مصنفہ محمد بن احمد بن عبداللہ کاتب مشہور بہ ابن المفجع) کو بھی لکھا۔ یاقوت حموی کی روایت اور استدلال اس لئے اورزیادہ وقیع ہے کہ وہ (بقول ابن خلکان) نہایت متشدد اور متعصب خارجی تھا اور حضرت علی کا سخت ترین مخالف، اگر ذرا بھی شک کی گنجایش ہوتی تو اس کے قلم سے یہ حدیث کبھی نہ نکلتی (ملاحظہ ہو ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۲۷۸)۔

(۲) امام احمد ابن حنبل جو حسب تحریر امام نودی وقول حضرت بشر حافی قائم مقام انبیا تھے جیسا کہ تہذیب الاسماء واللغات سے واضح ہے۔ انکی روایت کو شیخ سلیمان حنفی بلخی نے ینابیع المودۃ صفحہ ۱۲۱ باب الاربعون فی کون علی شبیہاً بالانبیاء علیہم السلام میں بہ ایں الفاظ لکھا ہے کہ:

اخرج احمد بن حنبل فی مسنده و احمدالبیهقی فی صحیحه عن ابی الحمراء قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من اَراد اَن ینظر الی	امام احمد ابن حنبل نے اپنے مسند میں اور احمد بیہقی نے اپنی صحیح میں ابی الحمراء سے اسکی تخریج کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص علم حضرت آدم وعزم

آدم فی علمه والی نوح فی عزمه والی ابراهیم فی حلمه والی موسیٰ فی هیبته والی عیسیٰ فی زهده فلینظر الی علی ابن ابی طالب وقد نقل هذاالحدیث فی شرح المواقف والطریقة المحمدیه

حضرت نوح وحلم حضرت ابراہیم وہیبت حضرت موسیٰ وزہد حضرت عیسیٰ کو دیکھنا چاہے وہ علی ابن ابیطالب کو دیکھے۔ یہ حدیث شرح مواقف اور طریقۂ محمدیہ میں منقول ہوئی ہے۔

(۳) ابوحاتم محمد ابن ادریس رازیؒ نے اس حدیث کو محمد بن عبداللہ بن المثنیٰ انصاری سے اُنہوں نے حمید سے اُنہوں نے حضرت انس ابن مالک سے روایت کیا کہ مکہ معظمہ میں حضرت علی کا ذکر ہو رہا تھا کہ اتنے میں آنحضرت آئے اور ہم سے فرمایا جو شخص علم آدم، فہم نوح، حلم ابراہیم، شدت موسیٰ، زہد عیسیٰ، بہاء محمد وامانت جبرئیل وکوکب دُری وشمس الضحیٰ وقمر المضی کو دیکھنا چاہے وہ علی ابن ابی طالب کو دیکھے۔ اس روایت کو ابومحمد احمد بن محمد عاصمی نے زین الفتیٰ شرح سورہ ہل اتیٰ میں حسین بن محمد بستی سے اُنہوں نے عبداللہ ابن ابی منصور سے اُنہوں نے ابوحاتم محمد ابن ادریس رازی سے روایت کیا۔ ابوحاتم ثقات واعاظم ومستند علما میں تھے ملاحظہ ہوں کتاب الانساب سمعانی وکامل ابن اثیر ومصنفات علامہ ذہبی مثل سیر النبلا وتذکرۃ الحفاظ و تذہیب التہذیب وتاریخ العبر ودول الاسلام والکاشف وطبقات سبکی وتاریخ یافعی وتہذیب التہذیب وتقریب التہذیب ابن حجر عسقلانی وطبقات الحفاظ جلال الدین سیوطی

(۴) ابن شاہین ابوحفص عمر بن احمد بن عثمان نے کتاب السنۃ میں اس حدیث کو محمد بن الحسین بن حمید بن الربیع سے اُنہوں نے محمد بن عمران بن حجاج سے اُنہوں نے عبیداللہ بن موسیٰ سے اُنہوں نے ابی راشد حرانی سے اُنہوں نے ابوہارون عبدی سے اُنہوں نے ابوسعید خدری سے روایت کی کہ ہم آنحضرتؐ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں علی ابن ابی طالب آئے آپ نے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا جو شخص علم آدم وحکمت نوح وحلم ابراہیم کو دیکھنا چاہے وہ انہیں دیکھے۔ ابن شاہین کے مدائح ومحامد کے لئے ملاحظہ ہوں انساب سمعانی۔ کامل ابن اثیر۔ اسماء الرجال مسند امام ابی حنیفہ محمد بن محمود خوارزمی۔ طبقات جزری وتاریخ العبر ذہبی۔ تاریخ

یافعی۔طبقات ومنتہی العقول سیوطی طبقات المفسرین شمس الدین داؤدی مالکی۔ تاریخ الخمیس۔شرح مواہب۔

(۵) ابوعبداللہ بن محمد بن محمد بن احمد بن بطہ عکبری البطی نے ابوذر احمد بن محمد باغندی سے اُنہوں نے محمد باغندی سے اُنہوں نے مسعر بن یحییٰ نہدی نے اُنہوں نے شریک سے اُنہوں نے ابن اسحاق سے۔انہوں نے اپنے والد سے اُنہوں نے حضرت ابن عباس سے روایت کی کہ ہم لوگوں کی ایک جماعت کیساتھ آنحضرتؐ تشریف فرما تھے کہ اتنے میں حضرت علی آئے آنحضرت اون کو دیکھ کر فرمانے لگے اگر کوئی شخص علم آدم وحکمت نوح وحلم ابراہیم کو دیکھنا چاہے تو علی ابن ابیطالب کو دیکھے اس حدیث کو محمد بن یوسف کنجی شافعی نے ابوالحسن بن المقیر بغدادی سے اُنہوں نے مبارک ابن الحسن شہرزوری سے اُنہوں نے ابوالقاسم ابن البُسری سے اُنہوں نے ابوعبداللہ بن بطہ عکبری سے روایت کیا۔ اسی حدیث کی بناپر محمد ابن یوسف کنجی شافعی نے کفایۃ الطالب فی مناقب علی ابن ابیطالب میں ایک باب اس عنوان سے منعقد کیا۔

الباب الثالث والعشرون فی تشبیه النبی صلی الله علیه وسلم علی بن ابی طالب بآدم علیه السلام فی علمه وانه مثله بنوح فی حکمته ومثله بابراهیم خلیل الرحمٰن فی حلمه	باب تئیس اس بیان میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علی ابن ابیطالب کو علم میں حضرت آدم سے تشبیہ دی اور حضرت نوح سے حکمت میں اور حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن سے حلم میں تمثیل دی

علامہ ابن بطہ جلال الدین سیوطی کے شیوخ میں سے تھے آپ اکابر محدثین واجلۂ فقہا سے ہیں (ملاحظہ ہوں تصانیف ذہبی وسمعانی وتراجم الحفاظ مرزا محمد بدخشانی وغیرہ)

(۶) ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن محمد بن حمدویہ بن نعیم ختی طہمانی معروف بہ حاکم نے ابو جعفر محمد بن سعید سے اُنہوں نے محمد بن مسلم سے اُنہوں نے عبدابن موسیٰ عبسی سے اُنہوں نے ابوعمر ازدی سے اُنہوں نے ابوراشد جرانی سے اُنہوں نے ابی الحمراء سے روایت کی چنانچہ ابوالمؤید موفق بن احمد معروف بہ اخطب خوارزم مناقب خوارزمی فصل سابع صفحہ ۴۹ میں لکھتے ہیں کہ مجھ سے شیخ زاہد حافظ ابوالحسن علی بن احمد عاصمی خوارزمی نے بیان کیا اُن سے شیخ القضاۃ

اسمٰعیل بن احمد واعظ نے اُن سے احمد بن حسین بیہقی نے اُن سے خبر دی ابو عبداللہ الحاکم حافظ صاحب تاریخ نیشاپور نے تاریخ میں احمد بن حسین بیہقی کا قول ہی کہ میں نے اس حدیث کو بجز ان سندوں کی اور کسی سند سے نہیں لکھا حاکم کی جلالت قدرت و رفعت شان و تبحر حدیث و تمہر بعلم جرح و تعدیل و اسماء رجال محتاج بیان نہیں ملاحظہ ہوں کتب مشاہیر علما مثل ذہبی و سیوطی و سبکی و کفوی و ابن خلکان و ابوالفداء و ابن ابوردی وغیرہ

(۷) ابوبکر احمد بن موسٰی بن مردویہ اصبہانی نے اس حدیث کو محمد بن احمد بن ابراہیم سے اُنہوں نے حسین بن علی بن حسین سکونی سے اُنہوں نے سعید بن مسعود بن یحیٰی بن حجاج نہدی سے اُنہوں نے اپنے والد سے اُنہوں نے شریک سے اُنہوں نے ابواسحاق سے اُنہوں نے حارث اعور عملدار حضرت علی سے روایت کی کہ مجھ کو خبر پہنچی کہ آنحضرت نے صحابہ کے مجمع میں فرمایا کیا میں تمہیں ایسے شخص کو دکھلاؤں جو علم میں حضرت آدم و فہم میں حضرت نوح و حکمت میں حضرت ابراہیم کا مثل ہے اتنے میں حضرت علی آئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آنحضرتؐ سے عرض کیا یا رسول اللہ کس شخص پر آپ تین رسولوں کا قیاس فرماتے ہیں مجھے تعجب معلوم ہوتا ہے آنحضرتؐ نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے اُنہوں نے عرض کیا نہیں آنحضرت نے فرمایا وہ علی ابن ابی طالب ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا ای ابوالحسن مبارک ہو تمہارا مثل کون ہے اس روایت کو بھی اخطب خوارزم نے مناقب خوارزمی صفحہ ۵۳ میں محدث دیلمی ابو منصور شہردار بن شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ سے (اجازتاً روایت کیا) اور اُنہوں نے ابوالفتح عبدوس ابن عبداللہ ابن عبدوس ہمدانی سے اُنھوں نے ابوطالب مفضل بن محمد بن طاہر جعفری سے اُنہوں نے حافظ ابوبکر احمد بن موسٰی بن مردویہ بن فورک آصبہانی سے۔ محدثین میں ابن مردویہ کا پایہ بھی مسلمہ ہے ملاحظہ ہوں تصانیف ذہبی و زادالمعاد ابن قیم حنبلی و زرقانی و ابن کثیر و حلبی و شعراوی و سیوطی و جزری وغیرہ۔

(۸) ابونعیم احمد بن عبداللہ ابن احمد بن اسحاق بن موسٰی بن مہران اصبہانی نے اس حدیث کو فضائل الصحابہ میں مرفوعاً روایت کیا اس روایت میں بجائے "حکمت ابراہیم" کے "خلت ابراہیم" ہے اس روایت کی تخریج محمد صدر عالم نے معارج العلٰی فی مناقب المرتضی

میں کی۔ ابونعیم کے حالات اُن کے فضائل و تبحر علم حدیث محتاج بیان نہیں۔ ملاحظہ ہوں کتب فضائل شافعی مصنفہ فخر الدین رازی و ابن خلکان و منہاج السنہ لابن تیمیہ حنبلی و زاد المعاد ابن قیم و اسماء الرجال جامع مسانید ابی حنیفہ و تاریخ العبر ذہبی و طبقات سبکی و کتاب الوافی بالوفیات و تاریخ یافی و طبقات شافعیہ و اسماء رجال مشکوۃ وغیرہ وغیرہ۔

(۹) احمد ابن حسین بیہقی نے اس حدیث کو حاکم سے حسب تحریر اخطب خوارزم روایت کیا انہیں کی روایت کو ابوسالم محمد بن طلحہ قرشی شافعی نے مطالب السئول صفحہ ۸۷ میں اور ابن الصباغ نورالدین علی بن محمد اور حسین بن معین یزدی میبدی و مرزا محمد بن معتمد خان بدخشانی و احمد بن عبدالقادر عجیلی نے لکھا۔ بیہقی کا شمار اعاظم علماو محدثین میں سے ہے ملاحظہ ہوں معجم الاوبا یاقوت حموی و انساب سمعانی بن اثیر و ابن خلکان و ابوالفداء و کتب ذہبی و یافعی و سبکی و سیوطی و علی قاری و زرقانی وغیرہ

(۱۰) ابوالحسن علی بن محمد معروف بہ ابن المغازلی نے اس حدیث کو مناقب میں احمد بن محمد بن عبدالوہاب سے اُنہوں نے حسین بن محمد بن حسین العدل علوی واسطی سے اُنہوں نے محمد بن محمود سے اُنہوں نے ابراہیم بن مہدی سے اُنہوں نے ابان بن فیروز سے اُنہوں نے حضرت انس ابن مالک سے روایت کیا۔ ابن المغازلی بھی اکابر محدثین سے تھے ملاحظہ ہوں انساب سمعانی و ابن خلکان و تراجم الحفاظ میرزا محمد بدخشانی و تذکرۃ الحفاظ ذہبی وغیرہ

(۱۱) ابوشجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ بن فناخسرو دیلمی نے اپنی کتاب فردوس الاخبار میں روایت کیا۔ دیلمی کے محامد کتاب رافعی و تصانیف ذہبی و فیض القدیر مناوی وغیرہ سے معلوم ہوسکتے ہیں۔

(۱۲) ابومحمد احمد بن محمد بن علی عاصمی نے زین الفتیٰ فی شرح سورۂ ہل آتی میں بطرق متعدد ابوالحمراء سے اس حدیث کو مع اسناد روایت کیا۔

(۱۳) ابوالفتح محمد بن علی بن ابراہیم نطنزی نے خصائص العلویہ میں روایت کیا۔ نطنزی سمعانی کے شیخ و استاد تھے انکا حال صلاح الدین صفدی نے وافی بالوفیات میں لکھا۔

(۱۴) ابومنصور شہردار بن شیرویہ بن شہردار بن فناخسرو دیلمی نے اس حدیث کو مسند

الفردوس میں اس سند سے روایت کیا کہ مجھ سے میرے والد (شیرویہ) نے بیان کیا اون سے قاضی مکی بن وکین نے اُن سے علی بن محمد بن یوسف نے اُن سے فضل کندی نے اُن سے عبداللہ بن محمد بن الحسن مولی بنی ہاشم نے ان سے علی بن الحسین نے اُن سے احمد بن ابی ہاشم نوفلی نے اُن سے عبداللہ بن عبیداللہ موسیٰ نے اُن سے ابوالعلاء نے اُن سے ابواسحاق سبیعی نے انسے ابی داؤد انسے نقیع نے اُن سے ابی الحمرا رضی اللہ عنہ نے۔ دیلمی کا شمار مشاہیر حفاظ واجلہ محدثین میں ہے ملاحظہ ہوں کتب ذہبی وطبقات الشافعہ ومقالید الاسانید وغیرہ۔

(۱۵) ابوالمؤید موفق بن احمد بن ابی سعید اسحاق مکی معروف بہ اخطب خوارزم نے مناقب خوارزمی صفحہ ۴۹ وصفحہ ۵۲ میں اس حدیث کو بہ اسناد لکھا ہے اخطب خوارزم کا شمار عمائد فقہاء و اعاظم فضلا میں ہے ملاحظہ ہوں جواہر مضیہ وتاریخ ابن النجار وحسن المحاضرہ وغیرہ۔

(۱۶) ابوالخیر رضی الدین احمد بن اسمٰعیل بن یوسف طالقانی قزوینی الحاکمی۔ انکی روایت کو محب الطبری محب الدین احمد بن عبداللہ نے ریاض النضرۃ جلد۲ باب رابع فصل تاسع صفحہ ۲۱۸ میں وذخائر العقبیٰ مشمولہ ینابیع المودۃ باب ۵۶ صفحہ ۲۱۴ میں لکھا ہے۔ ابوالخیر حاکمی کا حال کتاب التدوین رافعی وعبر ذہبی ویافعی وطبقات القراء بن الجزری وطبقات الشافعیہ وطبقات المفسرین میں ملاحظہ ہو۔

(۱۷) عمر بن محمد بن خضر المعروف بہ ملا اردبیلی صاحب سیرت نے وسیلۃ المتعبدین میں لکھا اُن کی روایت کو محب طبری نے ریاض النضرۃ وذخائر العقبیٰ میں لکھا۔ ملا عمر اجلہ صالحین واکابر مشائخ سے تھے۔

(۱۸) نورالدین ابوحامد محمود بن محمد الصالحانی ان کی روایت توضیح الدلائل علی ترجیح الفضائل مصنف سید شہاب الدین احمد میں ہے۔

(۱۹) کمال الدین ابوسالم محمد بن طلحہ قرشی صاحب مطالب السئول (ملاحظہ ہو صفحہ ۷ مطالب السئول)۔

(۲۰) محمد بن یوسف گنجی شافعی صاحب کفایت الطالب فی مناقب علی ابن ابیطالب (باب الثالث والعشرون)۔

(۲۱) محب الدین احمد بن عبداللہ بن محمد طبری صاحب ریاض النضرۃ و ذخائر العقبی۔
(۲۲) سید علی بن شہاب الھمدانی نے مودۃ القربیٰ میں اس حدیث کو اس طرح روایت کیا کہ:

عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم من اراد ان ینظر الی اسرافیل فی ھیبۃ والی میکائیل فی رتبتہ والی جبرائیل فی جلالتہ والی ادم فی علمہ والی نوح فی خشیتہ والی ابراھیم فی خلتہ والی یعقوب فی حزنہ والی یوسف فی جمالہ والی موسیٰ فی مناجاتہ والی ایوب فی صبرہ والی یحیی فی زھدہ والی عیسیٰ فی عبادتہ والی یونس فی ورعہ و الی محمد فی حسبہ وخلقہ فلینظر الی علی فان فیہ تسعین خصلتہ من خصائل الانبیاء جمعھا اللہ ولم یجمعھا فی احد غیرہ الحدیث وعدذلک فی کتاب جواھر الاخبار (ینابیع المودۃ صفحہ ۲۵۸)

حضرت جابر سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص دوست رکھے اس امر کو کہ حضرت اسرافیل کی ہیبت اور حضرت میکائیل کا مرتبہ اور حضرت جبرئیل کی بزرگی اور حضرت آدم کا علم اور حضرت نوح کا خوف اور حضرت ابراہیم کی خلت اور حضرت یعقوب کا حزن اور حضرت یوسف کا جمال اور حضرت موسیٰ کی مناجات اور حضرت ایوب کا صبر اور حضرت یحییٰ کا زہد اور حضرت عیسیٰ کی عبادات اور حضرت یونس کا ورع اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی حسب اور خلق دیکھنا چاہے اُس کو چاہیے کہ علی کو دیکھے اللہ تعالیٰ نے اُس میں پیغمبروں کی نوے ۹۰ خصلتیں جمع کی ہیں اونکے علاوہ اور کسی میں نہیں جمع کیں جواہر الاخیار میں یہ حدیث مروی ہے ہدایت السعداء میں بھی ہے۔

(۲۳) سید شہاب الدین احمد (توضیح الدلائل علی ترجیح الفضائل قلمی باب ۱۸)
(۲۴) ملک العلما شہاب الدین ابن عمر دولت آبادی (مناقب السادات قلمی)
(۲۵) نور الدین علی بن محمد بن اسباق مالکی (فصول المہمہ صفحہ ۲۱)

(۲۶) کمال الدین حسین بن معین الدین میبذی (فوائح قلمی)

(۲۷) عبدالرحمن ابن عبدالسلام الصفوری الشافعی (نذھۃ المجالس)

(۲۸) ابراہیم ابن عبداللہ وصابیمنی شافعی (اکتفافی فضیلۃ اربعۃ الخلفاء)

(۲۹) جمال الدین عطاء اللہ بن فضل اللہ شیرازی معروف بجمال الدین محدث (اربعین فی مناقب امیرالمؤمنین قلمی)

(۳۰) شیخ احمد بن الفضل ابن محمد باکثیر مکی شافعی (وسیلۃ المآل فی عد مناقب لاآل قلمی)

(۳۱) مرزا محمد بن معتمد خاں البدخشی (مفتاح النجا فی مناقب آل العبا قلمی)

(۳۲) محمد صدر عالم سبط شیخ ابوالرضا (معارج العلیٰ فی مناقب المرتضیٰ قلمی)

(۳۳) شیخ محمد صالح کشفی (مناقب مرتضوی صفحہ ۴۴)

(۳۴) شیخ محمد بن اسمعیل بن صلاح الامیر یمانی صنعانی (روضۃ الندیہ شرح تحفۃ العلویہ صفحہ ۵۸)

(۳۵) شہاب الدین احمد بن عبدالقادر عجیلی شافعی (ذخیرۃ المآل فی شرح عقد جواہر اللال قلمی)

(۳۶) مولانا ولی اللہ بن مولوی حبیب اللہ لکھنوی فرنگی محلی (مراۃ المومنین فی مناقب اہلبیت سیدالمرسلین قلمی)

(۳۷) شیخ محمد سلیمان حنفی بلخی قندوزی (ینابیع المودۃ)

(۳۸) مولوی عبیداللہ بسمل امرتسری (ارجح المطالب)

ان علماء کے علاوہ حضرت فرید الدین عطا نیشاپوری نے اس کو نظم میں بھی کیا ہے۔

اے پسر تو بے نشانی از علی — عین و لام و یابدانی از علی

از دم عیسی کسی گر زند خاست — او بدم دست بریدہ کرد راست

مصطفی گفتش توی آدم بعلم — نوح فہم انگاہ ابراہیم حلم

ہچو یحییٰ زہد و موسی بطش کیست — گر نمیدانی شجاع دین علی است

بس محمد چوں جمال دوست دید — ہر کمال را کہ آنی اوست دید

اس حدیث کے صحت کے متعلق جو کچھ کہ اوپر لکھا گیا اس سے بخوبی یہ تو ثابت ہے کہ حدیث تشبیہ کو حضرت ابو ہریرہ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت ابو سعید خدریؓ، حضرت جابرؓ، حضرت ابی الحمراءؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا اور انہیں کی روایت شائع ہوئی۔ آنحضرتؐ کا اصحاب کریم کے مجمع میں یہ ارشاد فرمانا اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کا خصوصیت کے ساتھ استفسار کرنا اس حدیث کے صحیح ومتواتر ہونے میں کسی شک وشبہ کی گنجائش کو باقی نہیں رکھتا۔ منزلت ہارونی عطا ہونا حدیث منزلت "انت منی بمنزلة هارون من موسی" اور مثیل عیسیٰ ہونا حدیث مستخرجہ بزار وابو یعلی وحاکم سے بھی ثابت ہے۔

عن علی قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان فیک مثلاً من عیسی احبه قوم فهلكو فيه و ابغضو قوم فهلكو فيه

حضرت علی سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا: اے علی! تم عیسیٰ کے مثل ہو ایک قوم نے ان سے اتنی محبت کی کہ اس میں وہ ہلاک ہوئے، ایک قوم نے ان سے بغض رکھا اس بغض میں وہ ہلاک ہوئے۔

مرقومۂ بالا احادیث سے حضرت علی کرم اللہ وجہ کی مشابہت حضرات انبیاء علیہم السلام سے ثابت ہے۔ مولوی محمد صالح کشفی مناقب مرتضی صفحہ ۱۱۰ میں لکھتے ہیں کہ ہدایت السعداء میں منقول ہے کہ حضرت جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد مدینہ میں صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ اتنے میں حضرت علی آئے۔ آپ نے فرمایا کہ جو شخص حضرت آدمؑ کی صفوت، حضرت نوح کی برکت، حضرت سلیمان کی حشمت، حضرت داؤد کا اخلاق، حضرت موسیٰ کی مناجات، حضرت ادریس کی منزلت، حضرت عیسیٰ کا زہد، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طاعت کو دیکھنا چاہے وہ میرے بھائی علی کو دیکھے صحابہ میں سے کسی ایک نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ سب فضائل حضرت علی میں جمع ہیں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا: ہاں اس کو میں اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ اللہ تعالی نے کلام مجید میں بارہ انبیاء کے مساوی علی کو کیا۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کو کہا "ان الله اصطفی آدم" (اللہ تعالی نے برگزیدہ کیا آدم کو) علی کو کہا "ثم

اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا" (پھر وارث کیا ہم نے اس کتاب کا، ان کو جس کو برگزیدہ کیا ہم نے اپنے بندوں سے) حضرت نوح کو کہا "انہ کان عبد الشکورا" (تھا وہ بندہ شکرگزار) علی کو کہا "انا ھدینا السبیل اِمّا شاکراً و اِمّا کفوراً" (ہم نے سیدھے راستہ کی ہدایت کی بعض ان میں سے شکرگزار ہیں اور بعض نافرمان) حضرت سلیمان کو کہا "و آتیناہ ملکاً عظیماً" (اور دیا ہم نے بہت بڑا ملک) علی کو کہا "اذا رأیت ثم رأیت نعیماً و ملکاً کبیراً" (جب کہ دیکھا تم نے پھر دیکھا تم نے بہت اور بہت بڑے ملک کو) حضرت ابراہیم کو کہا "و ابراھیم الذی وفیّٰ" (اور ابراہیم وہ ہے جس نے پورا کیا) علی کو کہا "یوفون بالنذر و یخافون یوماً کان شرہ مستطیراً" (پورا کرتے ہیں منّت کو اور ڈرتے ہیں اس دن سے کہ جس کا شر پھیلنے والا ہے) حضرت اسماعیل کو کہا "فلما اسلما وتلہ للجبین" (جبکہ مطیع ہوئے پچھاڑا اس کو ماتھے پر) علی کو کہا "و من الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ" (بعض ان میں سے وہ شخص ہے جو بیچتا ہے اپنے نفس کو اللہ کے رضا مندی سے) حضرت ایوب کو کہا "انا وجدناہ صابراً نعم العبد انہ اوّاب" (پایا ہم نے اس کو صابر اچھا بندہ رجوع کرنیوالا ہے) علی کو کہا "وجزاھم بما صبروا جنة و حریراً" (اور بدلہ دیا اس کو اس کے صبر کا، بہشت اور ریشمی کپڑوں سے) حضرت موسیٰ کو کہا "انہ کان رسولاً نبیاً" (بیشک وہی تھا رسول اور نبی) علی کو کہا "ان الابرار یشربون من کأسٍ کان مزاجھا کافوراً" (نیک کام والے پئیں گے پیالہ کہ جسمیں کافور ہوگا) حضرت داؤد کو کہا "انا جعلناک خلیفةً فی الارض" (ہم نے گردانا تم کو خلیفہ زمین میں) علی کو کہا "و یستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم" (اور خلیفہ کریں گے ان کو زمین پر جیسا کہ ان کے قبل خلیفہ کیا تھا ہم نے) حضرت ادریس کو کہا "و رفعناہ مکاناً عِلیا" (اور بلند کیا ہم نے ان کو مکان بلند سے) علی کو کہا "و سندس خضر و استبرق و حلوا اساور من فضة و سقٰھم ربھم شراباً طھوراً" (وہی سبزہ چمکدار اور پہنا جائیں گے کنگن چاندی کے اور پلایا جائیگا ان کو شراب طہور) حضرت عیسیٰ کو کہا "اوصانی بالصلوٰة و الزکوٰة" (وصیت کے ساتھ صلوٰۃ اور زکوٰۃ کے) علی کو کہا "و الذین یقیمون الصلوٰة و

یؤتون الزکوۃ و هم راکعون" (اور وہ لوگ ہیں جو قائم کرتے ہیں نماز کو اور دیتے ہیں زکوۃ اور وہی رکوع کرتے ہیں) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا "انا اعطیناک الکوثر فصل لربک و انحر" (دی ہم نے تجھ کو کوثر پس نماز پڑھ اپنے پروردگار کی اور قربانی کر) علی کو کہا "عینا یشرب بھا عباد اللہ یفجرونھا تفجیرا" (چشمہ ہے کہ پیتے ہیں اس میں خدا کے بندے اور چیر لیجاتے ہیں اس کو اچھی طرح)۔

ا۔ تمثیل با حضرت آدم علیہ السلام

اللہ جل شانہ نے حضرت آدمؑ کے متعلق کلام مجید میں ارشاد فرمایا ہے "وعلم ادم الاسماء کلھا" آدم کو تمام سب اسماء سکھائے گئے آنحضرتؐ نے حضرت علی کے متعلق ارشاد فرمایا "انا مدینۃ العلم و علی بابھا و علی عیبۃ علمی" میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں اور علی میرے علم کا خزانہ ہے۔ احمد بن علی عاصمی نے زین الفتیٰ میں حضرت علیؑ کی مشابہت حضرت آدمؑ سے دس چیزوں میں ذکر کی (۱) خلق وطینت میں (۲) مکث و مدت میں (۳) صاحبیت و زوجیت میں (۴) تزویج وخلعت میں (۵) علم وحکمت میں (۶) ذہانت و فطانت میں (۷) امارت وخلافت میں (۸) عداوت ومخالفت میں (۹) وفات و وصیت میں (۱۰) اولاد وعترت میں۔

۲۔ تمثیل با حضرت شیث علیہ السلام

تمام اولاد حضرت آدم علیہ السلام میں حضرت شیثؑ اجود و احسن و باصلاحیت تھے حضرت آدمؑ نے انہیں اپنا وصی مقرر فرمایا تھا۔ حضرت علی کو آنحضرتؐ نے اپنا وصی کیا

عن انس ابن مالک قال قلنا لسلمان سل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن وصیہ فقال سلمان: یا رسول اللہ! من وصیت؟ فقال یا سلمان! من وصی موسیٰ؟ فقال	حضرت انس کہتے ہیں کہ ہم نے سلمان فارسی سے کہا کہ تم آنحضرت سے پوچھو کہ آپکا وصی کون ہے؟ سلمان نے عرض کیا۔ آنحضرت نے فرمایا کہ موسیٰ کا وصی کون تھا؟ سلمان نے کہا: یوشع بن نون تھے۔

یوشع بن نون. قال صلی اللہ علیہ وسلم وصیی و وارثی یقضی دینی و ینجز موعدی، علی بن ابیطالب.

(ینابیع المودۃ صفحہ ۷۸ وارجح المطالب صفحہ ۴۹)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا وصی اور وارث اور میرے قرض کا ادا کرنے والا اور میرے وعدوں کو پورا کرنیوالا علی بن ابی طالب ہے۔ اس حدیث کو امام احمد بن حنبل نے مناقب میں روایت کیا ہے۔

جود کا یہ حال تھا کہ خلعت "و یطعمون الطعام علی حبه مسکینا و یتیماً و اسیراً" سے سرفراز ہوئے۔ احسن ہونے کا اس سے زیادہ اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ آنحضرت نے آپ کے ذکر اور آپ کے چہرہ کی طرف نظر کرنے کو عبادت فرمایا۔ "ذکر علی عبادۃ والنظر الی وجه علی عبادۃ" آپ کو دیکھ کر لوگ کلمہ پڑھتے کہ "لا اله الا الله، ما اکرم هذا الفتی" صلاحیت کے متعلق آیات قرآنی ناطق اور واقعات زندگی شاہد عادل ہیں۔

۳۔ تمثیل با حضرت ادریس علیہ السلام

حضرت ادریس نشر علوم غریبہ (مثل حکمت و ریاضی و افلاک و اسرار و طبیعی والہی و منطق و حساب و نجوم) میں اور فنون میں (مثل صنعت حدادی وغیرہ کے کمال رکھتے تھے۔ جہاد سیفی و سنانی کی ابتداء انہوں نے کی، کلام مجید میں ان کے مخصوص صفت صدیقیت بیان ہوئی حضرت علیؑ کی ذات سے جیسی کچھ نشر و اشاعت و علوم و فنون عجیبہ و غریبہ کی ہوئی اس کتاب کے پڑھنے والے پر بخوبی ظاہر ہے۔ جہاد سیفی و سنانی کا کمال مسلمہ ہے محتاج بیان نہیں اب رہی صدیقیت، اس کے متعلق آیت "والذی جاء بالصدق و صدق به" برہان واثق ہے۔

۴۔ تمثیل با حضرت نوح علیہ السلام

حضرت نوحؑ تقویٰ و فہم و حکمت میں ممتاز تھے حضرت علی میں بھی یہ تینوں صفات بدرجۂ کمال موجود تھے (ملاحظہ ہوں آپ کے فضائل علمی و عملی) حضرت نوحؑ نے سفینہ کو ذریعۂ نجات قرار دیا اور جو شخص اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی، حضرت علیؑ کی ذات اقدس کو آنحضرتؐ

نے خود سفینۂ نوح قرار دیا

مثل اھل بیتی کسفینۃ نوح من رکبھا نجی و من تخلف عنھا فقد ھلک (مشکوۃ شریف)

میرے اہلبیت کی مثال سفینۂ نوح کے مثل ہے جس نے متابعت کی اس نے نجات پائی جس نے علیحدگی اختیار کی ہالک ہوا۔

حضرت علی کا اہلبیت میں شامل ہونا ہم احسن الانتخاب میں ثابت کر چکے ہیں متابعت سے مراد حب حضرت علی و اہلبیت ہے۔

۵۔ تمثیل با حضرت ہود علیہ لسلام

حضرت ہودؑ کے اوصاف میں سخاوت، عبادت وحمیت تھی حضرت علی کے حالات زندگی صاف بتاتے ہیں کہ آپ میں یہ اوصاف علیٰ وجہ الکمال موجود تھے۔ مقروض، متوفی کا قرض ادا کرنا، سائل کو رد نہ کرنا، کمال سخاوت کی دلیل ہے۔ عبادت کی یہ کیفیت تھی کہ ہمعصروں کا مقولہ تھا کہ کوئی ہاشمی ایسا عابد دیکھا نہیں گیا۔ رحم کا یہ حال تھا کہ لوگ برابر آپ کو برا بھلا کہتے، آپ در گذر فرماتے۔ واقعات حسن خلق، شفقت علی الخلق، عفو، کرم، حمایت قوم وغیرہ بھی اسی قبیل سے ہیں۔

۶۔ تمثیل با حضرت صالح علیہ لسلام

حضرت صالحؑ زمرۂ انبیاء علیھم السلام میں نہایت حسین وجمیل وتقویٰ وصلاحیت میں ممتاز تھے آپ کا بہترین معجزہ آپکا ''ناقہ'' تھا اس کا ''عاقر'' یعنی قتل کرنیوالا اشقی الاولین قرار دیا گیا حضرت علی کا حسن وجمال حلیۂ ظاہری سے اور تقوی وصلاحیت آپ کے اعمال وافعال سے پوری طور پر واضح ہیں اسی طرح آنحضرتؐ کا بہترین بدیہی معجزہ حضرت علی تھے کہ جن کا قاتل اشقی الآخرین قرار پایا۔

۷۔ تمثیل با حضرت ابراھیم علیہ السلام

حضرت ابراھیم خلت میں ممتاز تھے حضرت علی کے حلم کے واقعات اور اس کے متعلق

ارشادات نبوی ہم اوپر درج کر چکے ہیں۔ خلت دلیل شدت ہیجان یعنی محبت ہوا کرتی ہے نفع بخشی محبت وہی ہے جو خدا کے ساتھ ہو حضرت علی کی محبت خدا اور رسول کے ساتھ۔ احادیث سے ظاہر ہے جنگ خیبر میں علم دیتے وقت آنحضرتؐ نے فرمایا کہ

لاعطین هذه الرایة رجلاً یحب الله و رسوله و یحبه الله و رسوله (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۵)	ہم ایسے شخص کو یہ علم دیں گے جو اللہ اور اللہ کے رسول کو دوست رکھتا ہے اور جس کو اللہ اور اللہ کا رسول دوست رکھتے ہیں۔

یا بہترین دلیل خلت آنحضرت کے ارشادات حسب ذیل ملاحظہ ہوں کہ:

علی ممسوس فی ذات الله	علی خدا کی ذات میں دیوانہ ہے۔

حضرت ابراہیم نے تعمیر خانہ کعبہ فرمائی اور بت شکنی فرمائی۔ حضرت علیؑ نے کعبہ کے اندر بمدد و معیت رسول الٰہی بتوں کو توڑا اور حسب ارشاد نبوی خود بمنزلۂ کعبہ کے ہوئے ابن المغازلی مناقب میں حضرت ابوذر غفاری سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا اس امت میں علی کی مثال کعبہ کی ہے جس کی طرف دیکھنا عبادت ہے اور اس کا حج فرض ہے (محرر سطور کے نزدیک یہاں پر حج سے مراد حب و اتباع و تعظیم و وقار ہوسکتا ہے) دیلمی کبیر فردوس الاخبار میں حضرت ابن عباسؓ سے اور ابن اثیر اسد الغابہ میں حضرت علی سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت فرماتے تھے کہ اے علی! تم بمنزلۂ کعبہ کے ہو، لوگوں کو چاہئے کہ وہ تمہارے پاس آئیں نہ کہ تم لوگوں کے پاس جاؤ۔ بعض علماء کا قول ہے کہ حضرت ابراہیم کے اوصاف خاصہ حسب ذیل تھے۔

(۱) عرفان (۲) خوف عاقبت باوجود مامون العاقبت ہونے کے (۳) استجابت دعا۔

حضرت علیؑ میں بھی یہ تینوں باتیں موجود تھیں ۱۔ عرفان میں کمال اتم تھا آپ کے فیض صحبت سے ہزار ہا عرفا ہوتے چلے آئے اور تا قیامت ہوتے چلے جائیں گے فیضان ولایت و عرفان مسدود نہیں۔ اس سے بڑھ کر کمال عرفان کی اور کیا دلیل ہوسکتی ہے ۲۔ خوف کا یہ عالم تھا کہ حضرت امام حسنؑ نے ایک مرتبہ بیت المال سے شہد بلا اطلاع لے لیا تھا حضرت علی بوجہ خوف بہت روئے اور استغفار کیا (اس قسم کے واقعات فضائل عملی میں بیان ہو چکے) ۳۔ دعا مستلزم

عبودیت ہے وعبودیت اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ مخلّع بخلعت ابوتراب ہوئے۔

۸۔ تمثیل با حضرت لوط علیہ السلام

حضرت لوط کا میلان خاطر، حضرت ابراہیمؑ کی جانب زائد تھا امام ثعلبی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ حضرت لوط کا نام لوط بوجہ شدت حب ابراہیمی کے ہوا۔ حضرت ابراہیم بھی ان کو بہت چاہتے تھے۔ حضرت علیؑ کے حب کے حالت خود آنحضرتؐ کے ارشادو نیز جان نثاری وغیرہ سے ظاہر ہے آنحضرت خود آپ کو اتنا چاہتے تھے کہ دعا فرماتے:

اللھم لا تمتنی حتیٰ ترینی علیاً — یا اللہ مجھ کو موت نہ دے جب تک کہ علی کو دکھا نہ دے

۹۔ تمثیل با حضرت اسمٰعیل علیہ السلام

حضرت اسمٰعیل (موافق خواب حضرت ابراہیمؑ) خدا کی راہ میں اور حضرت ابراہیمؑ کی محبت وخوشنودی میں اپنی جان کو قربان کرنے پر تیار ہو گئے۔ حضرت علیؑ نے بھی شب ہجرت اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا۔ اور بارہا اپنے سے زیادہ قوی بہادروں سے مبارزت کی اور اپنی جان پر کھیلے۔ حضرت اسماعیلؑ نے اپنے والد کے ساتھ کعبۂ شریفہ کی تعمیر کی، حضرت علیؑ نے آنحضرتؐ کیساتھ کعبہ کو بتوں سے پاک کیا۔ حضرت اسمٰعیلؑ کی شان میں اللہ تعالیٰ نے صادق الوعد فرمایا آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو "منجز الوعد" (وعدوں کو پورا کرنیوالا) فرمایا۔ حضرت اسمٰعیل کی اولاد میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت کو پیدا کیا جو خاتم الانبیاء تھے جن کے متعلق تمام انبیاء برابر بشارتیں دیتے آئے۔ حضرت علیؑ کی اولاد میں اللہ تعالیٰ نے حضرت امام مہدی کے ظہور کو مقدر کیا جن کے محامد واوصاف آنحضرت نے بیان فرمائے جو خاتم الاولیاء ہوں گے۔

۱۰۔ تمثیل با حضرت اسحاق علیہ السلام

حضرت اسحاق کی اولاد میں بیشتر انبیاء جلیل القدر ہوئے حضرت علیؑ کی اولاد میں ائمہ اطہار ہوئے جو حامل کمالات وحالات آنحضرتؐ تھے۔

۱۱۔ تمثیل با حضرت یعقوب علیہ لسلام

حضرت یعقوب کو جس طرح اپنی تمام اولاد میں حضرت یوسفؑ محبوب و مرغوب تھے حضرت علی کے یہاں تمام اولاد میں حضرات حسنینؑ کا وہی مرتبہ تھا۔ حضرت یعقوب کا مقبول خدا ہونا خود ان کے نام اسرائیل سے معلوم ہوتا ہے کہ "اسرا" کے معنی مقبول اور "ئیل" کے معنی خدا کے ہیں۔ اسی طرح حضرت علیؑ کا مقبول خدا ہونا بھی آنحضرت کی اس دعا سے ضاہر ہے جو انھوں نے در بارہ "اکل طیر" فرمائی تھی بلا تخصیص اسم کے اور اس دعا کی قبولیت کا حضرت علیؑ کی تشریف آوری سے ظہور پذیر ہونا، اس سے بڑھ کر مقبولیت کی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے (واقعۂ طیر کا بیان آیندہ بضمن بیان "مقبول حق" آئے گا اور حدیث طیر کا بیان معہ طرق متعدد و بیان جرح و تعدیل وغیرہ مناقب المرتضیٰ من مواہب المصطفیٰ میں ناظرین ملاحظہ کریں گے)

۱۲۔ تمثیل با حضرت یوسف علیہ السلام

حضرت یوسفؑ حسن و جمال میں مشہور تھے حضرت علی بھی آنحضرتؐ کے بعد اپنے حسن و جمال میں تمام عرب میں مشہور ہوئے آنحضرتؐ نے آپ کے چہرہ سے فال بھی لی۔ قاعدہ ہے کہ فال کسی اچھی چیز سے لی جاتی ہے۔ حضرت علیؑ کے حسن الوجہ ہونے کے اس سے بہتر اور کوئی دلیل نہیں کہ آنحضرتؐ نے فال لی۔

۱۳۔ تمثیل با حضرت ایوب علیہ السلام

حضرت ایوب کے خاص اوصاف میں صبر و تحمل تھا ملاحظہ ہو آیہ کلام اللہ "انا وَجَدْنَاهُ صَابِراً نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهُ اَوَّابٌ" حضرت علی کے صبر و تحمل کے واقعات ہم اوپر لکھ چکے ہیں ناظرین خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ ان امور میں آپ کس قدر حضرت ایوبؑ سے مماثل تھے۔

۱۴۔ تمثیل با حضرت شعیب علیہ السلام

حضرت شعیب تمام نبیوں میں نہایت فصیح اللسان تھے۔ اسی وجہ سے ملقب بہ خطیب الانبیاء تھے حضرت علی کی فصاحت و بلاغت پر علمائے عرب متفق ہیں آپکے خطبات و مواعظ سے

فصاحت کی کیفیت ظاہر ہے۔فصاحت وبلاغت کے متعلق ''فضائل ذہنی'' ملاحظہ ہوں۔

۱۵۔ تمثیل باحضرت موسیٰ علیہ السلام

حدیث تشبیہ مرقومہ بالا میں حضرت موسیٰ کے اوصاف بطش وشدت بیان ہوئے جن کی تمثیل حضرت علی کیساتھ دی گئی، حضرت موسیٰ میں یہ اوصاف بلحاظ خشیت الٰہی وخوف خداوندی مخصوص طور پر تھے جس کی وجہ سے آپ ہر چیز سے بے پروا تھے، بعینہ حضرت علیؑ کی بھی یہی کیفیت تھی کہ کسی معاملہ میں آپ بھی کسی کی پروانہیں کرتے آپ کے حقیقی بھائی عقیل ابن ابی طالب ناراض ہوگئے، محبوب ترین شاگرد حضرت عبداللہ بن عباس بصرہ سے چلے گئے حضرت علی نے کچھ پروانہ کی۔خود آنحضرتؐ کے ارشادات کہ علی خدا کی ذات میں سخت ہے اور خدا کی ذات میں دیوانہ ہے اسی صفت کے مشعر ہیں۔

۱۶۔ تمثیل باحضرت ہارون علیہ السلام

اخوت اور موافقت میں حضرت ہارون فرد تھے حضرت موسیٰ نے دعا کی تھی کہ خدایا ہارون کو میرا وزیر کر اور میرے جملہ امور میں اس کو میرا شریک بنا۔آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو بھی وقت نزول آیت ''وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ'' اپنی اخوت ووزارت سے سرفراز کیا۔

(ملاحظہ ہو احسن الانتخاب)

اس کے علاوہ آنحضرتؐ نے غزوۂ تبوک میں منزلت ہارون سے بھی معزز وممتاز فرمایا۔ حدیث منزلت کی تشریح مناقب المرتضیٰ من مواہب المصطفیٰ میں تفصیل سے ناظرین ملاحظہ کریں گے۔

۱۷۔ تمثیل باحضرت خضر علیہ السلام

حضرت خضرؑ حامل مرتبۂ علم ومحرم اسرار حق ہیں حضرت علیؑ کے علم کی کیفیت حدیث علی عیبۃ علمی سے تو ظاہر ہی ہے۔محرم اسرار رسالت ہونے کیلئے ارشاد نبویؐ ملاحظہ ہو ''ما انتجیتہ ولکن اللہ انتجاہ'' (مشکوۃ شریف صفحہ ۵۵۶) میں نے اس سے سرگوشی نہیں کی بلکہ اللہ نے سرگوشی کی۔یہ ارشاد نبوی غزوۂ طائف میں ہوا، جب آنحضرتؐ دیر تک حضرت علی سے سرگوشی فرماتے

رہے صحابہ نے اس پر کچھ کہا تھا۔ جس پر آنحضرتؐ نے یہ ارشاد فرمایا۔ اس سے بڑھ کر محرم اسرار ہونے کی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے۔

۱۸۔ تمثیل با حضرت یوشع علیہ السلام

حضرت یوشع نے جہاد کر کے قوم عمالقہ پر فتح پائی۔ حضرت علیؑ نے جہاد کر کے مارقین پر فتح پائی جو امت محمدیہ میں عمالقان روزگار سے تھے۔

۱۹۔ تمثیل با حضرت حزقیل علیہ السلام

حضرت حزقیل کا نام ذوالکفل تھا ان کی صفت کلام مجید میں صابر آئی "و اسمعیل و ادریس و ذو الکفل کل من الصابرین" حضرت علی کے صبر کی جو کیفیت تھی اس کی وجہ سے آپ سید الصابرین کہے جانے کے مستحق ہوئے اس کو ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔

۲۰۔ تمثیل با حضرت الیاس علیہ السلام

حضرت الیاسؑ کو اپنی قوم بنی اسرائیل سے اسقدر تکلیفیں پہونچیں کہ وہ جناب باری سے طالب موت ہوئے حضرت علی کو بھی اپنی قوم یعنی بنی امیہ سے حد سے زیادہ تکلیفیں پہونچیں۔ کہ آخر میں آپ نے بھی موت کی خواہش بہ این الفاظ کی "یا اللہ ان لوگوں کے بدلے میں مجھ کو بہتر صحبت عطا فرما اور ان پر بدتر شخص مسلط کر"۔

۲۱۔ تمثیل با حضرت الیسع علیہ السلام

حضرت الیسع کی تعریف کلام مجید میں بلفظ "خیر" آئی ہے "و اذکر اسماعیل و الیسع و ذو الکفل کل من الاخیار" حضرت علی کو آنحضرتؐ نے خیر البشر فرمایا۔ حذیفہ بن الیمان سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا:

علی خیر البشر و من ابی فقد کفر — علی خیر البشر ہیں جس شخص نے انکار کیا وہ کافر ہوا۔

(ارجح المطالب صفحہ ۵۸۸ بروایت بن مردویہ)

۲۲۔ تمثیل با حضرت شموئیل علیہ السلام

حضرت شموئیل کی نبوت پر بنی اسرائیل نے حسد ظاہر کیا، حضرت علی کی خلافت پر جس طرح کا حسد وعناد بنی امیہ سے ظاہر ہوا وہ ناظرین کتب سِیَر وتواریخ سے مخفی نہیں۔

۲۳۔ تمثیل با حضرت داؤد علیہ السلام

حضرت داؤد، صاحب حکمت تھے قضاو اجراء احکام، خاص وصف تھا ملاحظہ ہو کلام

وَشددنا ملکه و آتیناه الحکمة و فصل الخطاب — زور دیا ہم نے اس کو سلطنت کا اور اس کو تدبیر دی اور فیصلہ بات کرنیکا

حضرت علی کی حکمت وقضاو اجراء احکام کا حال ہم اوپر مفصل درج کر چکے ہیں جس کی بہترین سند آنحضرتؐ کے ارشادات ہیں ملاحظہ ہوں "الحمد لله (۱) الذی جعل فینا الحکمة اهل البیت و اقضی(۲) امتی علی ابن ابیطالب" یا "و اقضاکم علی" (۳) اور "و ابصرهم بالقضية"(۴)۔

۲۴۔ تمثیل بہ حضرت سلیمان علیہ السلام

حضرت سلیمانؑ کے اوصاف میں اصابت رائے وشکر منعم حقیقی تخصیصی طور پر قابل ذکر ہیں اگر چہ بلحاظ جامعیت آپ کو سب اوصاف عطا ہوئے جس کا خود آپ نے اعتراف کیا کہ:

علمنا منطق الطیر واوتینا من کل شیء ان ھذا لھو الفضل المبین۔ — سکھلائی ہم کو چڑیوں کی بولی اور دی ہم کو ہر چیز بیشک وہ صاحب فضل مبین ہیں

حضرت علیؑ کی اصابت آرائے کے واقعات مذکور ہو چلے۔ شکر کے حالات بھی واقعات زندگی سے واضح ہو سکتے ہیں۔ وہاں شکر عطائے نعمت ظاہری پر تھا، یہاں مواہب باطنی پر۔ حضرت سلیمان کو وحوش وطیور کے مکالمہ کا اگر علم کامل وفہم صحیح تھا تو حضرت علی کو ملائکہ کی آواز

---

۱ ریاض النضرۃ جلد۲ صفحہ ۲۰۰، ۲ ریاض النضرۃ جلد۲ صفحہ ۱۹۸، ۳ مناقب مرتضی صفحہ ۲۵۴، ۴ ریاض النضرہ جلد۲ صفحہ ۱۹۸

اور مکالمت میں درک کامل حاصل تھا، امام احمد مناقب میں حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے پاس چند آدمی حضرت علیؑ کا ذکر کر رہے تھے، حضرت ابن عباس ان سے کہنے لگے کہ تم ایسے شخص کا ذکر کرتے ہو جو جبرئیل کے آنے کی آواز اپنے گھر سے سنا کرتا تھا۔ (ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۲۱۹)

۲۵۔ تمثیل با حضرت شعیا علیہ السلام

حضرت شعیا نبی، صاحب الامر اور صاحب بطش و قوت مثل حضرت موسیٰ کے تھے حضرت علی کے بطش و قوت کا بیان سابق میں بہ بحث تمثیل حضرت موسیٰ آچکا۔

۲۶۔ تمثیل با حضرت ارمیا علیہ السلام

حضرت ارمیاؑ کے اوصاف میں عجز و زاری و تضرع مخصوص چیز تھی، حضرت علی کے عجز و انکسار کا سب سے بہتر ثبوت آپ کی کنیت ابوتراب ہے۔

۲۷۔ تمثیل با حضرت عزیر علیہ السلام

حضرت عزیرؑ کو مسئلہ قضا و قدر میں جب شبہ ہوا تو انہوں نے مناجات کی۔ حکم ہوا کہ اس سوال سے باز رہو ورنہ دفتر نبوت سے نام محو ہو جائے گا، حضرت علی پر بعنایت الٰہی و مواہب حضرت رسالت پناہی، اسرار قضا و قدر کھلتے گئے جن کو آپ نے نہایت عمدہ طریقہ سے بیان فرمایا اس سے مقصود حضرت عزیر پر حضرت علیؑ کی فضیلت ثابت کرنا نہیں بلکہ مماثلت دکھانا ہے۔

۲۸۔ تمثیل با حضرت یونس علیہ السلام

حضرت یونسؑ محنت، جفاکشی، امانت اور کثرت عبادت میں ممتاز تھے۔ حضرت علیؑ کی محنت و جفاکشی کے حالات ''بیان صبر بر تنگی معیشت'' (جو اوپر لکھے جا چکے ہیں) اور ''خانگی زندگی'' سے (جو آئندہ آئیں گے) معلوم ہو سکتے ہیں۔ امانت کا یہ حال تھا کہ وقت ہجرت جن جن لوگوں کی امانتیں آنحضرتؐ کے پاس جمع تھیں وہ سب آپ کے سپرد کی گئیں (کہ یہ جن جن کی ہیں ان کو دے کر مدینہ منورہ آئیں) عبادت کا بیان اوپر آچکا۔

۲۹۔ تمثیل با حضرت لقمان علیہ السلام (۱)

حضرت لقمانؑ میں علاوہ کمال حکمت کے نسبت احسانیہ کا غلبہ تھا۔ اس نسبت کا کمال محویت میں ہوتا ہے حضرت علیؑ کی محویت کا یہ عالم تھا کہ حالت نماز میں تیر نکالا گیا آپ کو اس کی خبر نہ ہوئی۔ اس کا تفصیلی قصہ معہ نظم مولانا جامی علیہ الرحمۃ ہم بیان ''عبادات حضرت علیؑ'' میں نماز کے متعلق لکھ چکے ہیں۔

۳۰۔ تمثیل با حضرت دانیال علیہ السلام

حضرت دانیال شجاعت میں ممتاز تھے، حضرت علی کی شجاعت اظہر من الشمس ہے آنحضرتؐ کے ارشادات:

هذا اسد الله فی ارضه و سیف المسلول علی اعدائه (شرف النبوۃ وارجح المطالب صفحہ ۲۹۰)

یہ زمین پر خدا کا شیر ہے اور دشمنوں کیلئے اس کی برہنہ تلوار ہے۔

آپ کی شجاعت کے بہترین اسناد ہیں

۳۱۔ تمثیل با حضرت زکریا علیہ السلام

حضرت زکریاؑ دائم التسبیح الذکر تھے۔ حضرت علی میں یہ خاص خصوصیت تھی کہ آپ جس بات کو اپنے اوپر لازم کر لیتے اس کو ہمیشہ پابندی کے ساتھ کرتے رہتے (ملاحظہ ہو بیان ذکر عبادات حضرت علیؑ) سوتے وقت کی تسبیح اور ہر نماز کے بعد کی تسبیح جنگ صفین کی ''لیلۃ الھریر'' میں بھی آپ سے ناغہ نہ ہوئی اس سے بڑھ کر دوام و استمرار کیا ہو سکتا ہے۔

---

۱ حضرت لقمان و حضرت دانیال کے متعلق علمائے مورخین و مفسرین میں باہم اختلاف ہے کہ آیا یہ نبی تھے یا نہیں۔ ہونے نہ ہونے کے متعلق کوئی صحیح بات لائق اعتماد نظر نہیں آتی حقیقت حال کا علم عالم حقیقی کے سوا اور کس کو ہو سکتا ہے انبیاء علیہم السلام کے حالات میں بہترین اور جامع و مانع کتاب ''تفریح الاذکیاء'' فی احوال الانبیاء مولفہ حضرت مولانا و جدانیا مولوی شاہ حسن بخش کاکوروی کی ہے اس میں ان دونوں کے حالات بہ زمرۂ انبیاء تحریر ہیں معہ اختلافات کے۔ لہذا وہی کتاب سند قرار دی گئی

۳۲۔ تمثیل با حضرت یحییٰ علیہ السلام

حضرت یحییٰ زہد میں مشہور تھے۔ حضرت علی کے حالات زندگی کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ازہد العرب وسید العرب وسید الزاہداین والعابدین تھے، حالات زہد ''فضائل عملی'' میں بیان زہد حضرت علی سے واضح ہو سکتے ہیں۔

۳۳۔ تمثیل با حضرت عیسیٰ علیہ السلام

حضرت عیسیٰ سے تمثیل خود آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو بہ این الفاظ دی کہ ''اے علی! تمہاری مثال عیسیٰ علیہ السلام کی ایسی ہے، ایک قوم ان کی شدت محبت میں ہلاک ہوئی۔ (اس سے مراد فرقۂ نصاریٰ ہے جنہوں نے محبت میں اتنی زیادتی کردی کہ ہلاکی میں پڑے۔ حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا بنادیا) دوسری قوم انکی اس قدر دشمن ہوئی کہ خون کی پیاسی ہوگئی (اس سے مراد یہود ہیں جنھوں نے بغض وعداوت کی حد کردی) امام احمد ونسائی حضرت علیؑ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے مجھ سے فرمایا: اے علی! تم عیسیٰ کے مثل ہو یہود ایسے انکے دشمن ہوئے کہ ان کی والدہ پر تہمت لگائی، نصاریٰ نے محبت میں ایسا رتبہ بڑھایا جوان کیلئے نہ تھا۔ دیلمی، فردوس الاخبار میں حضرت علی سے ناقل ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر میری امت کے لوگ تیرے حق میں ایسی بات نہ کہہ گذریں کہ جو نصاری حضرت عیسیٰ کے حق میں کہہ رہے ہیں تو البتہ میں آج تیرے حق میں ایک بات کہتا کہ تو کسی مسلمان کے پاس سے ہو کر نہ گزرتا کہ وہ تیرے پاؤں کی خاک لے کر اس سے برکت نہ حاصل کرتا (ارجح المطالب صفحہ ۵۱۴، مشکوۃ شریف صفحہ ۵۵۷)

حضرت علی کو بھی ایک گروہ نے شدت محبت میں خدا بنادیا عجیب وغریب عقیدوں کا اظہار کیا آپ کی پرستش کرنے لگا۔ اپنے آپ کو شیعان علی کے نام سے ملقب کیا۔ صحابہ وغیرہ پر سبّ وشتم شروع کردیا۔ اور اس کو عبادت میں داخل کرلیا حضرت علیؑ نے اپنے زمانہ میں ان لوگوں کو تعزیری سزائیں دیں مگر وہ اپنے حرکات سے باز نہ آئے اور اپنے عقائد وغیرہ زور وشور سے شائع کرنا شروع کردیئے نتیجہ یہ ہو کہ اس فرقہ نے بہت زور پکڑ لیا۔ درمیان میں فرقہ

بندیاں ہوگئیں ان میں سے بعض فرقے مائل بہ رفض ہو گئے ہیں اور پھر بھی اپنے کو اثنا عشری، متبعین و جان نثاران اہلبیتؑ کہتے ہیں دوسرے گروہ کی بغض و عداوت آپ کے شہادت کا باعث ہوئی یہ فرقہ خوارج کا ہے اس کو حروری و ناصبی بھی کہتے ہیں علاوہ سب و شتم و اعتراضات کے یہ فرقہ خوارج حضرت علی کے ایمان تک کا قائل نہیں تھا دونوں گروہ شدت افراط و تفریط کی وجہ سے ہلاکت و ضلالت میں پڑ گئے اور

من یضلل اللہ فلا ھادی لہ — جس شخص کو اللہ گمراہ کرتا ہے تو اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔

کے مصداق ہو گئے پھر آنحضرتؐ نے اسی حدیث میں جس میں حضرت علیؑ کی تمثیل حضرت عیسیٰؑ سے دی اتنا اور فرمادیا کہ علی کے منافقین مثل عیسی کے مخالفین کے ہیں پھر یہ آیت پڑھی کہ

ولما ضرب ابن مریم مثلا اذ قومک منہ یصدون (ارجح المطالب صفحہ ۴۹) — جب ابن مریم کا قصہ تمثیل کے طور پر بیان کیا جاتا ہے تب تیری قوم اس سے چلاّنے لگتی ہے

۳۴۔ تمثیل با حضرت سید المرسلین خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم

رسول اللہؐ کے کمالات کا اظہار علی وجہ الکمال جیسا حضرت علیؑ کی ذات مبارک میں ہوا۔ ویسا کسی اور میں نہیں ہوا خود آنحضرت کا ارشاد بھی اسی امر کا مشعر ہے کہ:

عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من نبی الا و لہ نظیر فی امتہ و علی نظیری اخرجہ الخلعی (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۶۴) — حضرت انس سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہر نبی کی نظیر اس کے امت میں ہوتی رہی ہے۔ علی میری نظیر ہے (اس حدیث کی تخریج خلعی نے کی)

حضرت علیؑ کو آنحضرتؐ سے جو مشابہت تامہ حاصل تھی، اس کی دو حیثیتیں ہیں مجازی و حقیقی ہم ہر حیثیت کو علیحدہ علیحدہ ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہیں:

ا۔ مجازی

ا۔ دست مبارک کے متعلق۔ یعنی حضرت علیؑ کے ہاتھ کا ناپ مثل آنحضرتؐ کے ہاتھ کے ہونا، خود آنحضرتؐ کا ارشاد ہے "کفی و کف علی فی العدد سواء" "میرا ہاتھ اور علی کا ہاتھ اندازہ میں برابر ہے۔

محب طبری ریاض النضرۃ میں لکھتے ہیں کہ کتاب الموافقۃ لابن السمان میں براویت حبشی بن جنادہ مروی ہے کہ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا انھوں نے فرمایا کہ جس شخص سے رسول اللہ نے کوئی وعدہ کیا ہو وہ بیان کرے مجمع میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا اے خلیفۂ رسول مجھ سے آنحضرتؐ نے تین مٹھی بھر کر کھجور دینے کا وعدہ کیا تھا حضرت ابو بکرؓ نے یہ سن کر فرمایا کہ اس کو حضرت علیؑ کے پاس لیجاؤ اور ان سے کہو کہ یہ کہتا ہے کہ مجھ سے آنحضرتؐ نے تین مٹھی کھجور دینے کا وعدہ کیا تھا آپ اس کو تین مٹھی کھجور دیں حضرت علیؑ نے دیدیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس سے کہا کہ ہر مٹھی کے چھوہاروں کو گنو، چنانچہ وہ گنے گئے ہر ایک میں ساٹھ ساٹھ تھے کسی میں ایک کھجور کم یا زیادہ نہ تھے حضرت ابوبکرؓ نے یہ دیکھ کر فرمایا اللہ اور اس کا رسول سچا ہے آنحضرتؐ نے ہم سے شب ہجرت غار حرا سے باہر مدینہ جاتے وقت فرمایا تھا کہ اے ابوبکر میرا ہاتھ اور علی کا ہاتھ ناپ (وسعت) میں برابر ہے (ریاض النضرہ جلد۲ باب رابع فصل سادس صفحہ۱۹۴ اور ارجح المطالب صفحہ۴۵۶)

۲۔ حدیث تسمیہ یعنی آنحضرتؐ کے نام پر نام اور کنیت پر کنیت رکھنا سوائے حضرت علی کے اور کسی کو جائز نہیں جیسا کہ ارشاد ہے "یا علی یولد لک ابن قد نحلتہ اسمی و کنیتی" اے علی! تمہارے ایک لڑکا ہوگا جس کیلئے میرا نام اور کنیت جائز ہوگی بخاری شریف کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرتؐ بازار میں تشریف لئے جاتے تھے ایک شخص نے اپنے ایک عزیز کو پکارا جس کا نام محمد اور کنیت ابوالقاسم تھی اس کے پکارنے پر آنحضرتؐ متوجہ ہوگئے۔ اس خیال سے کہ یہ مجھ کو پکار رہا ہے اس نے عرض کیا کہ میں نے حضور کو نہیں پکارا۔ آنحضرتؐ نے منغض ہو کر فرمایا کہ کسی کو یہ جائز نہیں کہ نام یا کنیت میرے نام یا کنیت پر رکھے۔ صرف حضرت علی کو اس

کی اجازت تھی جیسا کہ احادیث ذیل سے معلوم ہوتا ہے امام احمد مسند میں حضرت علیؑ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ تمہارے ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کیلئے میرا نام اور میری کنیت جائز ہوگی۔ مخلص ذہبی محمد بن الحنفیہ سے ناقل ہیں کہ وہ اپنے والد حضرت علی سے روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے آنحضرت نے فرمایا اگر تمہارے لڑکا پیدا ہو تو اس کا نام میرے نام پر اور کنیت میرے کنیت پر رکھنا صرف تم کو اس کی اجازت ہے۔ (ریاض النضرۃ جلد۲ صفحہ ۱۷۹) سنن ابی داؤد میں محمد بن الحنفیہ سے مروی ہے کہ حضرت علی نے آنحضرتؐ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر آپ کے بعد میرے کوئی لڑکا پیدا ہو تو میں اس کا نام آپ کے نام پر رکھوں اور اس کی کنیت بھی وہی رکھوں جو آپ کی کنیت ہے؟ فرمایا ہاں۔ محرر سطور کہتا ہے کہ حضرت علیؑ نے اپنے صاحبزادوں میں محمد بن الحنفیہ کا نام محمد اور کنیت ابوالقاسم رکھی حضرت حسنینؑ کے بعد آپ انہیں سب اولاد سے زائد محبوب رکھتے تھے اور وقت وفات، حضرت امام حسنؑ سے ان کیلئے وصیت بھی فرمائی تھی (انہیں صاحبزادے کی اولاد میں ہونے کا محرر سطور کو شرف حاصل ہے)

۳۔ حضرت علی کا مال غنیمت میں آنحضرتؐ کے مثل حصہ پانا۔ حضرت انس ابن مالک سے مروی ہے کہ تبوک جاتے وقت آنحضرتؐ نے حضرت علی سے فرمایا تھا کہ تم اس سے خوش نہیں ہو کہ تمکو ویسا ہی اجر ملے جیسا کہ مجھ کو اور غنیمت میں بھی تمہارا حصہ میرے برابر ہو (ریاض النضرہ جلد۲ صفحہ ۳۶۴)

سیرت حلبیہ میں ہے کہ علامہ زمخشری سے فضائل عشرہ میں مروی ہے کہ جب آنحضرتؐ نے تبوک کی غنیمت تقسیم فرمائی تو حضرت علی کو دو حصہ دیئے اور ہر ایک کو ایک ایک، زایدہ بن الکوع نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ یہ آپ موافق وحی دے رہے ہیں یا اپنی طرف سے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ تم نے اپنی فوج کے میمنہ پر ایک سبز عمامہ باندھے سوار کو دیکھا تھا یا نہیں جس کے کندھوں پر گیسو لٹک رہے تھے اور وہ کفار کے میمنہ اور میسرہ فوج کو اپنے حملوں سے پراگندہ کر رہا تھا لوگوں نے عرض کی بیشک ہم نے دیکھا تھا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ وہ جبرئیل علیہ السلام تھے جنھوں نے مجھ سے کہا تھا کہ میرا حصہ بھی علی کو دیدینا زائدہ کہنے لگے مبارک ہو ایسے حصہ پانے والے کو۔ (ارجح المطالب صفحہ ۴۵۶)

۴۔ آنحضرتؐ کا ارشاد ''لایودی الا انا و علی'' یعنی کسی بات کو جو میرے متعلق ہو سوائے میری اور علی کے کوئی اور ادا نہیں کرسکتا امام احمد و ترمذی و نسائی وابن ماجہ و بغوی وابن ابی عاصم وابن قانع وضیاء صاحب مختارات و ماوردی وطبرانی وابن ابی قتیبہ و حافظ ابن عساکر دمشقی و حافظ سلفی ومحبؒ طبری و بروایت جبشی ابن جنادہ لکھتے ہیں (وہ کہتے ہیں کہ میں حجۃ الوداع میں حاضر تھا) آنحضرتؐ فرماتے تھے کہ علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں میرے متعلقہ بات سوائے میرے یا علی کی اور کوئی ادا نہیں کرسکتا (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۰۷ اور ارجح المطالب صفحہ ۴۹۵ دیلمی نے براویت ابن عباس بھی اس کو لکھا ہے)۔

آنحضرت سے آپ کی بہترین تمثیل یہ ہے کہ آنحضرت نے آپ کو اپنی جگہ پر مکہ معظمہ سورۂ برائت لے کر روانہ فرمایا جس کے متعلق احادیث یہ ہیں:

۱. عن سعد قال بعث رسول الله صلى الله عليه و سلم ابا بكر برائة اذا كان ببعض الطريق ارسل عليا فاخذها منه ثم سار بها فوجد ابو بكر فى نفسه فقال رسول الله لا يؤدى الا انا و رجل منى اخرجه النسائى (ارجح المطالب ص ۴۹۳)

سعد ابن ابی وقاص کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے حضرت ابو بکر کو سورۂ برات کے ساتھ مکہ کو روانہ کیا کچھ دور وہ گئے ہونگے کہ حضرت علی کو انکے پیچھے روانہ کیا وہ ان سے سورۂ برائت لے کر مکہ چلے گئے حضرت ابو بکر کے دل میں خیال گذرا آنحضرت نے ان سے فرمایا کہ اس کو بجز میرے یا جو میرا ہو اور کوئی ادا نہیں کرسکتا۔

۲. عن انس قال بعث النبى صلى الله عليه وسلم بالبرأة مع ابى بكر ثم دعاه فقال لما ينبغى لاحد ان يبلغ هذا الا رجل من اهلى فدعا عليا فاعطاه اياه رواه النسائى

۲۔ حضرت انس سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے سورۂ برائت دے کر حضرت ابو بکر کو مکہ بھیجا پھر ان کو بلا لیا اور فرمایا کہ کسی ایک کے لائق نہیں کہ اس کی تبلیغ کرے مگر کوئی مرد میرے گھر والوں

و الترمذی و قال هذا حدیث حسن غریب (ینابیع المؤدة ص ٨٨ و ارجح المطالب ص ٤٩٣)

میں سے پھر حضرت علیؑ کو بلایا اور انکو دیا۔ نسائی اور ترمذی نے اس کو کیا ہے ترمذی کا قول ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے.

٣. عن علی ان رسول الله صلی الله علیه و سلم بعث برأة الی اهل مکة مع ابی بکر ثم اتبعه بعلی فقال خذ هذا الکتاب فامض به الی اهل مکة فلحقته و اخذت الکتاب منه قال فانصرف ابو بکر وهو کیئب قال یا رسول الله انزل فی شئ قال لا، الا ان امرت ان ابلغه انا و رجل من اهل بیتی اخرجه النسائی (ارجح المطالب ص ٤٩٣، ١٧)

٣۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ آنخضرت نے حضرت ابو بکرؓ کو سورۂ برائت دے کر مکہ معظّمہ روانہ کیا پھر مجھ کو ان کے بعد بھیجا کہ جا کر کاغذ ان سے لے لو وہ غمگین ہو کر لوٹ آئے اور عرض کرنے لگے یا رسول اللہ کیا میرے حق میں کوئی بات نازل ہوئی ہے؟ فرمایا: نہیں مجھ کو حکم ہوا ہے کہ میں اس سورۃ کو خود پہونچاؤں یا میرے اہلبیت میں سے کوئی شخص لیجائے (نسائی سے اس کی تخریج کی)

٤. عن ابی عباس قال بعث رسول صلی الله علیه وسلم ابا بکر بسورة التوبة و بعث علیا خلفه فاخذها منه و قال لا یذهب بها الا رجل من اهل بیتی هو منی و انا منه. اخرجه احمد و النسائی (ارجح المطالب ص ٤٩٣)

٤۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ آنخضرت نے حضرت ابو بکر کو سورۂ توبہ دیکر روانہ کیا اس کے بعد حضرت علی کو روانہ کیا انہوں نے حضرت بکر سے اس کو لے لیا آنخضرت نے فرمایا اس کو کوئی نہیں لیجا سکتا مگر وہ شخص کہ جو میری اہلبیت سے ہو اور میرا ہو اور میں اسکا ہوں (احمد و نسائی نے اس کی تخریج کی)

٥. عن ابی سعید و ابی هریرة قال

ابو سعید خدری و ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ

بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم ابا بكر فلما بلغ ضجنان سمع بغام ناقة على فعرفه فاتاه فقال ما مثاني قال خير ان رسول الله صلى الله عليه وسلم بعثني برأة فلما رجعنا انطلق ابو بكر الى النبي صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله مالي قال خير انت صاحبي في الغار غير انهالا يبلغ غيرى او رجل مني يعني عليا (رياض النضره جلد ۲ ص ۱۷۳ و ارجح المطالب صفحه۴۹۳ بروايت احمد ونسائی)

آنخضرتؐ نے حضرت ابوبکر کو سورۂ برائت دے کر مکہ معظمہ روانہ فرمایا وہ مقام ضجنان تک پہونچے تھے کہ حضرت علی کے ناقہ کی آواز سنی جب وہ قریب آئے تو حضرت ابوبکر نے پوچھا کہ میرے لئے کیا ارشاد ہوا ہے۔ فرمایا کہ آنخضرتؐ نے مجھ کو سورۂ برائت لیجانے کا حکم دیا ہے حضرت علی فرماتے ہیں کہ جب ہم لوگ لوٹ کر آنخضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت ابوبکر نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے لئے کیا حکم ہوا؟ ارشاد ہوا کہ تم میرے رفیق غار ہو مگر اس کام کو میرے سوا یا علی کے سوا کوئی دوسرا نہیں کرسکتا۔

۶. "عن على قال لما نزلت عشرة آيات من برائة على النبي صلى الله عليه وسلم دعا النبي صلى الله عليه وسلم ابابكر فبعثه بها ليقرأها على اهل مكة. ثم دعاني فقال لى ادرك ابابكر فحيثما لقيته، فخذ الكتاب فاذهب به الى اهل مكة فاقرأه عليهم فلحقته بالجحفه

حضرت علی سے مروی ہے کہ جب دس آیتیں سورۂ برائت کی آنخضرت پر نازل ہوئیں تو آنخضرت نے حضرت ابوبکر کو بلایا اور وہ آیتیں دے کر ان سے فرمایا کہ جاؤ اہل مکہ کو سناؤ وہ چلے گئے۔ پھر آنخضرتؐ نے مجھ کو بلا کر فرمایا کہ جاؤ ابوبکر جہاں ہوں ان سے وہ کاغذ لے کر تم اہل مکہ کو سنادو۔ میں چلا اور حضرت ابوبکر

فاخذت الکتاب منه و رجع ابوبکر الی النبی صلی الله علیه وسلم فقال یا رسول الله! نزل فیّ شيء؟ قال لا جبرئیل جائنی فقال لن یؤدی عنک الا انت او رجل منک"

(ریاض النضرۃ جلد۲ ص۱۷۳ وارجح المطالب صفحہ۴۹۴)

سے بمقام جحفہ ملا اور ان سے وہ نوشتہ لے لیا حضرت ابوبکر نے واپس آ کر عرض کیا کہ یارسول اللہ! کیا میرے حق میں کوئی بات نازل ہوئی ہے؟ آنحضرت نے فرمایا نہیں۔ جبرئیل نے آ کر مجھ سے کہا کہ آپ کی طرف سے کوئی دوسرا اس فرض کو ادا نہیں کرسکتا یا تو آپ خود ہوں یا وہ آدمی ہو جو آپ کا ہو۔

۷. "وعنه ان النبی صلی الله علیه وسلم حین بعثه ببرأة قال یا رسول الله انی لست باللسن و الا بالخطیب. قال ما بد لی ان یذهب بها انا او تذهب بها انت. قال فان کان و لابد فاذهب ان قال انطلق فان الله یسدد لسانک و یهدی قلبک قال ثم وضع یده فی فمه. اخرجهما احمد (ریاض النضرۃ جلد۲ صفحہ۱۷۳ وارجح المطالب ص۴۹۴)

اور آپ سے مروی ہے کہ جب آنحضرت[۴] مجھ کو سورۂ برائت کیساتھ مکہ روانہ فرمانے لگے تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ! نہ میں فصیح اللسان ہوں اور نہ خطیب و مقرر۔ ارشاد فرمایا کہ مجبوری ہے یا تو میں اس سورۃ کو لیجاؤں یا تم لیجاؤ۔ حضرت علی نے عرض کیا کہ اگر ایسا ہے تو میں لئے جاتا ہوں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا جاؤ اللہ تعالی تمہاری زبان کو درست اور قلب کو ہدایت یافتہ کردے گا۔ یہ کہہ کر آنحضرتؐ نے اپنا ہاتھ میرے منہ پر رکھا۔ (ان دونوں کی تخریج احمد نے کی)

اسی مضمون کی حدیث حضرت جابر سے بھی ریاض النضرہ طبری جلد۲ ص۱۷۳ میں بروایت نسائی و ینابیع المودہ صفحہ۸۸ مجمع الفوائد سے منقول ہے اسی دعا کی برکت تھی کہ فصحائے عرب وعجم حضرت علی کی فصاحت و بلاغت کا لوہا مان گئے تھے۔

ابن شہاب زہری کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو سورہ برائت دے کر مکہ معظمہ اسلئے بھیجا تھا کہ عرب کا قاعدہ ہے کہ عہود و مواثیق قبیلہ کا سردار یا اس کا شریک یا وہ جو اس کا قائم مقام ہو کیا کرتا ہے۔ آنحضرتؐ نے اسی قاعدہ کے لحاظ سے آپ کو روانہ فرمایا تا کہ اہل عرب اس بات کو سمجھ لیں کہ آپ آنحضرتؐ کے قائم مقام ہیں۔ (تذکرۃ خواص الامۃ لسبط ابن الجوزی صفحہ ۲۳ وارجح المطالب صفحہ ۹۴م)

۲۔ حقیقی

ا۔ حدیث تخلیق یعنی آنحضرتؐ کے جسم اقدس اور حضرت علی کے جسم اطہر کا ایک خاک پاک سے بنایا جانا (انا و علی من تربة واحدة)

"عن انس بن مالک قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کل مولود یولد فھو فی سیرته من التربة التی خلق منھا و انا و علی ابن ابی طالب خلقنا من تربة واحدة اخرجه العاصمی" (ارجح المطالب ص ۴۶۳)

حضرت انس سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ فرماتے تھے کہ جو لڑکا پیدا ہوتا ہے اس کی ناف میں خاص اس مٹی کا حصہ ہوتا ہے جس سے کہ وہ پیدا کیا جاتا ہے میں اور علی ابن ابیطالب ایک ہی مٹی سے پیدا کئے گئے ہیں (ابو محمد احمد عاصمی نے زین الفتیٰ میں اس کو لکھا گیا ہے)

۲۔ آنحضرتؐ کے خون و گوشت اور حضرت علی کے خون و گوشت کا ایک ہونا "ان علیاً لحمه لحمی و دمه دمی"

ا۔ "عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھذا علی لحمه لحمی و دمه دمی" (ینابیع المودۃ صفحہ ۵۰)

ا۔ ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا یہ علی ہیں انکا گوشت میرا گوشت ہے اور ان کا خون میرا خون ہے۔

۲۔ "و عنه قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لام سلمة یا ام سلمة ان

۲۔ اور انہیں سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے حضرت ام سلمہ سے فرمایا اے ام سلمہ!

علیاً لحمه لحمی و دمه دمی" (ارجح المطالب صفحہ۵۹۱)

علی کا گوشت میرا گوشت اور اس کا خون میرا خون ہے۔

۳۔"و عن علی قال قال لی رسول الله صلی الله علیه وسلم یوم فتحت خیبر، انت باب علمی و ولدک ولدی ولحمک لحمی و دمک دمی".

۳۔حضرت علی فرماتے ہیں کہ جس روز میں نے خیبر کو فتح کیا تو آنحضرتؐ نے مجھ سے فرمایا کہ تم میرے علم کا دروازہ ہو تمہاری بیٹے میری بیٹے اور تمہارا گوشت میرا گوشت اور تمہارا خون میرا خون ہے۔

۴۔"و عن ابی مسعود قال خرج رسول الله صلی الله علیه وسلم من بیت زینب بنت جحش و اتی بیت ام سلمة و کان یومها من رسول الله فلم یلبث اذ جاء علی فدق الباب دقاً خفیفاً فاثبت النب الدق و الکربة ام سلمة. فقال رسول الله قومی فافتحی له الباب. قالت یا رسول الله! من هذالذی افتح له الباب؟ ینظر بمحاسنی و قد نزلت فی آیة من کتاب الله بالامس. فقال لها صلی الله علیه وسلم کهیٔة المغضب ان طاعة الرسول کطاعة الله و من عصی الرسول فقد عصی الله. ان بالباب رجلاً لیس بنزق و

عبداللہ ابن مسعود روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرتؐ، حضرت زینب بنت جحش کے مکان سے حضرت ام سلمہ کے یہاں تشریف لے گئے وہ دن ان کی باری کا تھا۔ کچھ ہی دیر کے بعد حضرت علیؑ تشریف لائے اور آہستہ سے دروازہ کھٹکھٹایا۔ آنحضرتؐ نے کھٹکھٹانا بھی سنا اور یہ بھی سمجھ گئے کہ حضرت ام سلمہ کو اچھا نہ معلوم ہوا۔ آنحضرتؐ نے ان سے فرمایا اٹھ کر دروازہ کھول دو۔ حضرت ام سلمہ نے کہا یا رسول اللہ! کون ہے جس کے لئے میں دروازہ کھولوں کہ وہ میرے چہرہ کو دیکھے۔ کل ہی میرے اور سب ازواج کے متعلق آیت حجاب نازل ہوچکی ہے۔ آنحضرتؐ کو یہ سن کر ناگوار ہوا آپ

غلق الاعلی الباب رجل یحب الله ورسوله ویحبه الله و رسوله ففتحت الباب فدخل. فقال رسول الله یا ام سلمة أتعرفینه؟قالت نعم یا رسول الله هذا علی ابن ابیطالب. قال صدقتِ، لحمه من لحمی و دمه من دمی هو عیبة علمی اسمعی یا ام سلمة و اشهدی وهو قاتل الناکثین و القاسطین و المارقین من بعدی فاسمعی، اشهدی لو ان عبداً عبدالله الف عام بین الرکن والمقام ثم لقی الله عزوجل مبغضاً له و عترتی، اکبه الله علی منخریه یوم القیامة فی نار جهنم. اخرجه امام الرافعی فی تاریخ قزوین المسمیٰ بالتدوین فی ترجمة ابراهیم بن زید النخعی من التابعین و الخوارزمی و ابونعیم و الیمنی و الوصابی فی الاکتفا فی فضائل اربعة الخلفا" (ارجح المطالب صفحہ۵۹۱)

نے فرمایا خدا کے رسول کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے جس نے رسول کے حکم کی نافرمانی کی اس نے خدا کے حکم کی نافرمانی کی۔ دروازہ پر ایسا شخص ہے جو نہ متلون مزاح ہے اور نہ عشق باز بلکہ وہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اسکو دوست رکھتے ہیں۔ پھر حضرت ام سلمہ نے دروازہ کھول دیا حضرت علی اندر تشریف لائے آنحضرتؐ نے فرمایا ام سلمہ تم پہچانتی ہو یہ کون ہے؟ انھوں نے کہا یہ علی بن ابی طالب ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ سچ کہتی ہو۔ اس کا گوشت میرا گوشت ہے اور اس کا خون میرا خون ہے اور یہ میرے علم کا مخزن ہے ام سلمہ سن رکھو اور گواہی دینا کہ یہ میرے بعد ناکثین و قاسطین و مارقین سے جنگ کرنیوالا ہے۔ یہ میرے دشمنوں کو توڑیگا۔ اگر کوئی شخص ایک ہزار برس درمیان رکن و مقام کے خدا کی عبادت کرے اور خدا کے سامنے میرا اور علی اور میری عترت یعنی اولاد کا بغض لے کر جائے تو خدا اس کو قیامت کے دن جہنم میں اوندھا گرائے

گا۔امام رافعی نے تاریخ قزوین میں جس
کا نام تدوین ہے تحت ترجمہ ابراہیم بن
زید نخعی تابعین سے اور خوارزمی و ابونعیم و
یمنی و وصابی نے اکتفانی فضائل اربعۃ
الخلفاء میں اس کی تخریج کی۔

۳۔حدیث الشجرہ۔یعنی آنحضرتؐ اور حضرت علیؑ کا ایک شجرہ سے ہونا "انا و علی من شجرة واحدة و الناس من اشجار شتی"۔

اس حدیث کو صحابہ میں سے حضرت علی، حضرت ابن عباس، حضرت جابر ابن عبداللہ اور ابوامامہ باہلی نے روایت کیا اور محدثین وعلما میں سے حسب ذیل حضرات نے اس حدیث کو لکھا، سلیمان بن احمد طبرانی، ابوعبداللہ محمد حاکم، احمد بن موسی، بن مردویہ اصبہانی، ابوالحسن علی بن محمد الجلابی معروف بابن المغازلی، شیرویہ بن شہردار دیلمی، ابوالمؤید مفق بن احمد اخطب خوارزمکی، محمد بن یوسف زرندی، سید شہاب الدین احمد، شمس الدین محمد لاہجی نوربخشی، حسین ابن معین الدین میبذی، جلال الدین سیوطی، علی متقی، ابراہیم وصابی، جمال الدین محدث عبدالرؤف منادی، شیخ بن محمد حضرمی، مرزا محمد بن معتمد خان بدخشی، محمد صدر عالم، نظام الدین احمد دہلوی، مولوی محمد مبین فرنگی محلی، شیخ سلیمان بلخی قندوزی، عبداللہ بسمل امرتسری۔

ا۔قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "انا و علی من شجرة واحدة والناس من اشجار شتی"۔

فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میں اور علی ایک درخت سے ہیں اور لوگ مختلف درخت سے ہیں۔

"در اوسط طبرانی و صواعق محرقه از جابر بن عبدالله انصاری و در مودات از ابن عباس مروی است که رسول گفت من و علی از	طبرانی نے معجم اوسط میں اور صاحب صواعق محرقہ نے جابر بن عبداللہ انصاری سے اور مودات میں ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ میں اور علی

یک درختیم و آدمیان دیگر از درخت پراگندہ"

ایک درخت سے ہیں اور لوگ مختلف درختوں سے ہیں۔

شجر معرفت رسول خدائے
گفت درشان قاتل کفرہ
خلقت ناس ہر یک از شجریست
من و او ہر دو از یکی شجرہ

(مناقب مرتضوی شیخ محمد صالح کشفی صفحہ ۴۸ وارجح المطالب صفحہ ۴۵۷ بروایت طبرانی از حضرت جابر و ابا امامہ باہلی)

۲۔"اخبرنی حسین بن علی التمیمی حدثنا ابوا لعباس احمد بن محمد حدثنا هارون بن حاتم انبا نا عبدالرحمن بن ابی حماد حدثنی اسحق بن یوسف عن عبدالله بن عقیل عن جابر بن عبدالله قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول لعلی یا علی! الناس من شجرة شتی و انا و انت من شجر ة واحده ثم قراء رسول الله صلی الله علیه وسلم و جنات من اعناب و زرع و نخیل صنوان و غیر صنوان یسقی بماء واحد. هذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاه" (مستدرک للحاکم کتاب التفسیر جلد ۲ صفحہ ۲۴۱ وارجح المطالب صفحہ ۴۵۷)

خبر دی مجھ کو حسین بن علی تمیمی نے کہ حدیث بیان کی ہم سے ابو العباس احمد بن محمد نے کہ حدیث بیان کی ہم سے ہارون بن حاتم نے کہ خبر دی ہم کو عبدالرحمٰن بن ابی حماد نے کہ حدیث بیان کی مجھ سے اسحٰق بن یوسف نے انہوں نے روایت کی عبداللہ بن عقیل سے انہوں نے جابر بن عبداللہ سے کہا کہ سنا میں نے آنحضرت کو حضرت علی سے فرماتے ہوئے کہ اے علی لوگ مختلف درخت سے ہیں اور میں اور تم ایک درخت سے ہیں۔ پھر آنحضرت سے یہ آیت جس کا ترجمہ یہ ہے پڑھی انگور کے باغات اور کھیتیاں اور کھجوریں ایک جڑ کی اور متفرق جڑوں کی ایک پانی سے سیراب کیجاتی ہیں۔ حاکم کا قول ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے بخاری و مسلم نے اس کی تخریج نہیں کی۔

۳۔ ابوالحسن علی بن محمد معروف بہ ابن المغازلی نے مناقب میں بروایت حضرت جابرؓ

اس حدیث کو بہ اسناد روایت کیا (ارجح المطالب صفحہ ۴۵۷) ابن المغازلی کے روات حسب ذیل ہیں:

(۱) ابو عبد اللہ محمد بن ابی نصر (۲) ابو زکریا (۳) حافظ عبد الرحمٰن بن احمد بن نصر ازوی (۴) ابو محمد حافظ عبد الغنی بن سعید ازدی (۵) یوسف بن القاسم (۶) علی بن عباس (۷) محمد بن مروان (۸) ابراہیم بن الحکم (۹) حکم (۱۰) ابی مالک (۱۱) عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنھم۔

۴۔ ابو بکر احمد بن مردویہ اصبہانی (مناقب خوارزمی صفحہ ۸۶ و ارجح المطالب صفحہ ۴۵۷)

۵۔ شیرویہ ابن شہردار دیلمی صاحب فردوس الاخبار (مناقب خورازمی صفحہ ۸۶ و ارجح المطالب صفحہ ۴۵۷) و کنزل العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۴)

۶۔ ابوالمؤید موفق بن احمد اخطب خوارزم مکی (مناقب خوارزمی صفحہ ۸۶) روات خوارزمی حسب ذیل ہیں:

۱۔ سید الحفاظ ابو منصور شہردار بن شیرویہ دیلمی صاحب مسند الفردوس ۲۔ عبدوس ابن عبد اللہ ہمدانی (۳) ابو طالب فضل بن محمد (۴) حافظ ابوبکر بن مردویہ (۵) جد ابوبکر بن مردویہ (۶) عبد اللہ بن اسحاق (۷) محمد بن احمد (۸) احمد بن ابی العوام (۹) ابو العلوم (۱۰) عمر بن عبد الغفار (۱۱) محمد بن علی (۱۲) عبد اللہ بن محمد (۱۳) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنھم

۷۔ محمد بن یوسف زرندی (درالسمطین قلمی)

۸۔ سید شہاب الدین احمد (توضیح الدلائل علی ترجیح الفضائل قلمی)

۹۔ شمس الدین لاہیجی نور بخشی (مفاتیح الاعجاز شرح گلشن راز ص ۱۰۱)

۱۰۔ حسین میبذی (فواتح شرح دیوان حضرت علی قلمی)

۱۱۔ جلال الدین سیوطی (قول جلی فی فضائل علی حدیث ثالث عشر ۱۳)

۱۲۔ ملا علی متقی (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۴)

۱۳۔ ابراہیم بن عبد اللہ وصابی (الاکتفاء براویت حضرت علی و جابر ابن عبد اللہ)

۱۴۔ جمال الدین محدث صاحب روضۃ الاحباب (اربعین قلمی حدیث رابع)

۱۵۔ عبد الروف مناوی (کنوز الحقائق مشمولہ ینابیع المودۃ باب ۵۶ صفحہ ۱۷۹)

۱۶۔ شیخ محمد حضری (کنز البراہین الکسبیہ لسادات المشائخ العلویہ قلمی)

۱۷۔ مرزا محمد بن معتمد خاں بدخشی (مفتاح النجا قلمی باب ثالث فصل خامس و فصل حادی عشر)

۱۸۔ مولوی محمد صدر عالم (معارج العلیٰ فی مناقب المرتضیٰ قلمی)

۱۹۔ مولوی نظام الدین دہلوی (تحفۃ المحبین قلمی خاتمہ در بیان فضائل حضرت علی وائمہ و وجوب محبت شان)

۲۰۔ مولوی محمد مبین فرنگی محلی (وسیلۃ النجات ص ۶۹)

۲۱۔ شیخ سلیمان بلخی قندوزی (ینابیع المودۃ صفحہ ۹۰ و باب العشرون صفحہ ۹۱)

۲۲۔ مولوی عبید اللہ بسمل امرتسری (ارجح المطالب ص ۴۵۷)

اس کے علاوہ حدیث شجر دوسرے طریقہ پر بھی مروی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اصل ہیں اور حضرت علیؑ اس کی فرع اور حضرات حسنین علیہما السلام اس کے اغصان ہیں۔ اس حدیث کو عبد اللہ بن احمد بن محمد بن حنبل شیبانی، سلیمان بن احمد طبرانی، ابونعیم، ابن المغازلی، ابن عساکر، محمد بن یوسف گنجی، ملک العلما شہاب الدین دولت آبادی، سید شہاب الدین احمد نے روایت کیا، جس میں تین طریقہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) عن ابی امامة الباهلی قال قال رسول الله صلی الله علیه و سلم ان الله خلق الانبیاء من اشجار شتی خلقنی و علی من شجره واحد فانا اصلها و علی فرعها و فاطمة لقاحها و الحسن و الحسین ثمرها فمن تعلق من اغصانها نجا و من زاغ عنها هوی و لو ان عبداً عبدالله

ابو امامہ باہلی سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو متفرق شجروں سے پیدا کیا اور مجھ کو اور علی کو ایک شجرہ سے پیدا کیا میں اس کی جڑ ہوں اور علی اس کی شاخ اور فاطمہ پیوند اور حسنین اسکی پھل۔ جس شخص نے اس کی شاخیں پکڑیں وہ نجات پائے گا اور جس نے اس کو چھوڑ دیا وہ اوندھا گرے گا اگر

بين الصفا و المروة الف عام ثم لم يدرك محبتنا اكبه الله على منخريه في النار ثم تلا ﴿قل لا اسئلكم عليه اجراً الا المودة في القربى﴾ اخرجه الطبراني	کوئی شخص ہزار برس مابین صفا ومروہ خدا کی عبادت کرے اور ہماری محبت نہ حاصل کرے تو اللہ اس کو ناک کے بل آگ میں گرائے گا پھر آنحضرتؐ نے یہ آیت پڑھی (جس کا ترجمہ یہ ہے) کہہ دو کہ اے محمد میں تم سے اس پر کوئی اجر نہیں مانگتا بجز محبت قرابت داروں یعنی اہلبیت کے (طبرانی نے اس کی تخریج کی)
۲ــ عن ابي الزبير المكي قال سمعت جابر ابن عبد الله يقول كان رسول الله صلى الله عليه وسلم بعرفات و علي تجاهه فاومى النبيؐ الى علي قال اذن مني فدنا علي منهم فقال خمسك في خمسي يعني كفك في يا علي خلقتك انا و انت من شجرة انا اصلها و انت فرعها والحسن والحسين اغصانها فمن تعلق بغصن منها ادخله الله الجنة يا علي لو ان امتي صاموا حتى يكونوا كالحنايا و صلوه حتى يكونوا كالاوتاد ثم ابغضوك لاكبهم الله	ابو الزبیر مکی سے مروی ہے کہ میں نے حضرت جابر سے سنا کہ ایک مرتبہ آنحضرتؐ عرفات پر رونق افروز تھے حضرت علی آنحضرتؐ کے سامنے تھے آنحضرت نے ان کو اپنے پاس بلایا جب وہ آئے تب آنحضرت نے ان سے فرمایا اے علی اپنے پنجہ کو میرے پنجہ میں ڈالو میں اور تم ایک شجرہ سے پیدا ہوئے ہیں، میں اصل ہوں اور تم اس کی فرع اور حسنین اس کی شاخیں ہیں جو شخص ان شاخوں کو پکڑے گا اللہ تعالی اس کو جنت میں داخل کرے گا اے علی اگر میری امت کے لوگ اس قدر روزہ رکھیں کہ مثل کمان کے ٹیڑھی ہوجائیں یا اس قدر نمازیں پڑھیں کہ مثل

تبارک و تعالی علی وجوھھم فی النار. (اخرجه عبد الله بن احمد بن حنبل ونعیم و ابن المغازلی فی المناقب و الطبرانی و ابن عساکر و ارجح المطالب صفحه ٤٥٨)

تار کے باریک ہو جائیں پھر بھی اگر تم سے بغض رکھیں تو اللہ تعالی ان کو منھ کے بل دوزخ میں ڈالے گا (عبد اللہ بن احمد بن حنبل وابونعیم وابن المغازلی وطبرانی وابن عساکر نے اس کی تخریج کی ہے۔)

(٣) و عن عاصم بن حمزه عن علی قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الله خلقنی و علیا من شجرة انا اصلها و علی فرعها و الحسن و الحسین ثمرها و الشیعة رقها فهل یخرج من الطیب الا الطیب انا مدینة العلم علی بابها من اراده العلم فلیات البابو ا خرجه الخطیب فی تاریخه و الکنجی فی کفایة الطالب (ارجح المطالب ص ٥٨٠)

عاصم ابن حمزه حضرت علی سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت فرماتے تھے اللہ تعالی نے مجھ کو اور علی کو ایک شجرہ سے پیدا کیا میں اس کی اصل ہوں اور علی اس کی فرع اور حسنین اسکی پھل اور محبین اس کے پتے ہیں پاکیزہ آدمی سے بجز پاکیزہ چیز کی اور کیا ظاہر ہوتا ہے میں مدینہ علم ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں جو شخص شہر علم تک پہونچنا چاہے اس کو لازم ہے کہ دروازہ سے آئے (خطیب نے تاریخ میں اور کنجی نے کفایۃ الطالب میں اس کی تخریج کی)۔

(٤) حدیث نور۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کا ایک نور سے ہونا "انا و علی من نور واحد"

اسمائے صحابۂ کرام رواۃ حدیث نور

(١) حضرت علی ابن ابی طالبؑ۔ آپ کی روایت کو صالحانی، کلاعی، سید محمد جعفر مکی۔ ابراہیم وصابی، محمد واعظ ہروی، محمد صدر عالم نے لکھا ہے۔

(٢) حضرت امام حسینؑ۔ آپ کی روایت کو عاصمی، اخطب خوارزم، مطرزی، شہاب

الدین احمد نے لکھا ہے۔

(۳) حضرت سلمان فارسیؓ۔ ان کی روایت کو احمد بن حنبل، عبداللہ ابن احمد، ابن المغازلی، شیرویہ دیلمی نطنزی، شہردار دیلمی، اخطب خوارزم، ابن عساکر، حموینی، شرف الدین محمود طالبی، علی ہمدانی محمد بن یوسف گنجی، محب الدین طبری، ابراہیم وصابی، محمد واعظ ہروی، محمد صدر عالم نے لکھا ہے۔

(۴) حضرت ابوذر غفاریؓ ان کی روایت کو ابن المغازلی نے لکھا ہے۔

(۵) حضرت جابر ابن عبداللہ انصاریؓ ان کی روایت کو بھی ابن المغازلی نے لکھا ہے۔

(۶) حضرت عبداللہ ابن عباسؓ۔ ان کی روایت کو خطیب بغدادی، نطنزی محمد بن یوسف گنجی، حموینی زرندی، شہاب الدین احمد، جمال الدین محدث نے ذکر کیا ہے۔

(۷) حضرت ابوہریرہؓ ان کی روایت کو ابوالموید ابراہیم بن محمد حموینی نے لکھا ہے۔

(۸) حضرت انس ابن مالکؓ ان کی روایت کو ابومحمد احمد بن محمد علی عاصمی نے لکھا ہے۔

اسمائے تابعین عظام رواۃ حدیث نور

(۱) حضرت امام زین العابدین علی بن الحسین علیہ السلام (۲) ابوعمر زاذان کندی (۳) ابوعثمان زری (۴) سالم بن ابی الجعد اشجعی (۵) ابوزبیر محمد بن مسلم، اسدی مکی (۶) عکرمہ بن عبداللہ بربری مولی ابن عباس (۷) عبدالرحمٰن بن یعقوب جہنی مدنی (۸) ابوعبیدہ حمید الطویل بصری۔

اسمائے محدثین وعلمائے کبار رواۃ حدیث نور

(۱) امام احمد بن محمد حنبلؒ۔ ان کی روایت کو ابوالمظفر یوسف بن قزعلی سبط ابن الجوزی نے تذکرہ خواص الامۃ فی معرفۃ الائمہ صفحہ ۲۸ میں اس طرح لکھا ہے کہ:

قال احمد فی الفضائل حدثنا عبد	احمد نے فضائل میں کہا کہ حدیث بیان کی
الرزاق عن معمر عن الزھری عن	ہم سے عبدالرزاق نے انھوں نے معمر
خالد بن معدان عن زاذان عن	سے اُنھوں نے زہر سے اُنھوں نے خالد

سلمان قال قال رسول الله صلی الله علیه و آله و سلم کنت انا و علی ابن ابی طالب نوراً بین یدی الله تعالی قبل ان یخلق آدم باربعة الاف عام فلما خلق آدم قسم ذلک النور جزئین فجزء اً انا وجزء علی و فی روایة خلقت انا و علی من نور واحدٍ	بن معدان سے انہوں نے زاذان سے انہوں نے سلمان فارسی سے انھوں نے آنحضرتؐ سے کہ فرمایا آپ نے میں اور علی خدا کے سامنے ایک نور تھا حضرت آدم کے پیدا ہونے سے چار ہزار سال قبل پس جب آدم پیدا ہوئے تو اس نور کی تقسیم دو جزوں پر ہوئی ایک جزو میں ہوں اور دوسرے میں علی اور ایک روایت میں ہے کہ میں اور علی ایک نور سے پیدا کیا گیا۔

اس حدیث کے رواۃ میں سب ثقہ ہیں فضائل ومحامد عبد الرزاق ومعمر وزہری محتاج بیان نہیں، خالد بن معدان وزاذان کا ثقہ ہونا بھی تصانیف ذہبی وابن حجر عسقلانی میں موجود ہے امام احمد ابن حنبل کے مدائح ومفاخر وفضائل ومآثر بھی روز روشن کی طرح واضح دلائل ہیں جس سے انکار نہیں ہوسکتا (ملاحظہ ہوں کتب تواریخ واسماء الرجال وغیرہ) سبط ابن الجوزی کے محامد جامع مسانید ابی حنیفہ وتاریخ ابن خلکان وتاریخ العبر ذہبی، وتاریخ ابو الفد وتاریخ یافعی وکشف الظنون وغیرہ سے معلوم ہوسکتے ہیں ان کی تصنیف تذکرۂ خواص الامۃ مشہور ومعروف کتاب ہے ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں اور مرزا محمد بدخشی نے مفتاح النجا میں اور دیگر علما نے اپنی اپنی تصانیف میں اس سے استدلال کیا ہے ابن الوردی نے تتمۃ المختصر فی اخبار البشر میں ان کے حال میں تصریح سے لکھا ہے کہ سبط ابن الجوزی کے تصانیف میں تذکرۂ خواص الامۃ ہے اس حدیث کے متعلق سبط ابن الجوزی لکھتے ہیں:

فان قیل فقد ضعفوا هذاالحدیث فالجواب ان الحدیث الذی ضعفوه غیر هذه الالفاظ و غیر	پس اگر کہا جائے کہ یہ حدیث ضعیف کی گئی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جو حدیث ضعیف کی گئی ہے اس کی نہ یہ اسناد ہیں اور

الاسناد اما اللفظ خلقت انا و
هارون بن عمران و یحییٰ بن
زکریا و علی ابن ابی طالب من
طینة واحده و فی روایة خلقت انا
و علی من نور و کنا عن یمین
العرش قبل ان یخلق الله آدم بالفی
عام فجعلنا تتقلب فی اصلاب
الرجال الی عبد المطلب اما
للاسناد فقالوا فی اسناده محمد بن
خلف المروزی و کان مغفلاً و فیه
ایضا جعفر بن احمد بن بیان و
کان شیعیاً و الحدیث الذی رویناه
یخالف هذا اللفظ و الاسناد رجاله
ثقات فان قیل فعبد الرزاق کان
یتشیع قلنا هو اکبر شیوخ احمد
بن حنبل و مشی الی صنعا من
بغداد حتی سمع منه و قال ما
رایت مثل عبد الرزاق و لو کان
فیه بدعة لما روی عنه و ما زال الی
ان مات یروی عنه و معظم
الاحادیث التی فی المسند رواها
من طریقة و قد اخرج عنه ایضا فی
الصحیح ص ۲۸

نہ یہ الفاظ۔ الفاظ یہ ہیں کہ میں اور ہارون
بن عمران و یحییٰ بن زکریا و علی ابن ابیطالب
ایک مٹی سے پیدا کئے گئے دوسری روایت
ہے کہ میں اور علی ایک نور سے پیدا کئے گئے
اور ہم عرش کی داہنے جانب آدم علیہ السلام
کے پیدا ہونے سے دو ہزار سال قبل تھے
اور ہم مردوں کی پیٹھ میں منتقل ہوتے رہے
عبدالمطلب تک اسناد میں لوگوں کا قول
ہے کہ اس سند میں محمد بن خلف مروزی ہیں
جو متروک ہیں اور اس میں جعفر ابن احمد بن
بیان ہیں جو شیعی تھے ہم نے جس حدیث کو
روایت کیا وہ ان الفاظ اور اسناد کے مخالف
ہے اس کے اسناد میں سب رجال ثقہ ہیں
اگر یہ کہا جائے کہ عبدالرزاق میں شیعہ پن
تھا تو ہم یہ کہیں گے کہ وہ احمد بن حنبل کے
بہت بڑے شیوخ میں تھے وہ صنعا سے
بغداد گئے یہاں تک کہ ان سے حدیث سنی
اور کہا کہ میں نے عبدالرزاق کی مثل نہیں
دیکھا اگر ان میں بدعت ہوتی تو ان سے وہ
روایت ہی کیوں کرتے اور ہمیشہ وقت
موت تک اسی حال پر رہے سب سے بڑی
حدیثیں جو انھوں نے روایت کیں وہ مسند
میں ہیں کئی طریقہ سے ان سے روایت کی

اور صحیح میں بھی ان سے تخریج کی گئی۔

(۲) ابو حاتم محمد بن ادریس حنظلی رازی۔ ان کی روایت کو احمد بن محمد عاصمی نے زین الفتی فی شرح سورۂ ہل اتی میں حسب ذیل اسناد سے روایت کیا (۱) حسین بن محمد (۲) عبداللہ بن ابی منصور (۳) محمد بن بشر (۴) محمد بن ادریس رازی (۵) محمد بن عبداللہ بن المثنی (۶) حمید الطویل (۷) انس بن مالک۔

عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم خلقت انا و علی من نور واحد نسبح لله عز و جل فی یمنة العرش قبل خلق الدنیا و لقد سکن آدم الجنة و نحن فی صلبه و لقد رکب نوح السفینة و نحن فی صلبه و لقد قذف ابراهیم فی النار و نحن فی صلبه فلم نزل یقلبنا اللہ عزوجل من اصلاب طاهرة الی ارحام طاهره حتی انتهی بنا الی صلب عبدالمطلب فجعل ذلک النور بنصفین فجعلنی فی صلب عبداللہ و جعل علیاً فی صلب ابی طالب و جعل فیّ النبوة و الرسالة و جعل فی علی الفروسیة و الفصاحة و اشتق لنا اسمین من اسمائه فرب

انس ابن مالک روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت فرماتے تھے کہ مخلوقات کی پیدائش سے قبل ہم اور علی ایک نور سے پیدا ہوئے اور عرش کے داہنے بازو کی طرف خدا کی تسبیح کیا کرتے تھے جب حضرت آدم بہشت میں رکھے گئے تو ہم ان کی پشت میں تھے اور جب حضرت نوح کشتی پر سوار ہوئے تو اس وقت ہم ان کی پشت میں تھے اور جب حضرت ابراہیم آگ میں ڈالے گئے تو ہم ان کی پشت میں موجود تھے اسی طرح اللہ تعالی ہم کو اصلاب طاہرہ سے ارحام طاہرہ کی طرف منتقل کرتا رہا حتی کہ عبدالمطلب کے صلب کی طرف منتقل کر کے اس نور کو دو حصوں میں منقسم کر دیا مجھ کو عبداللہ کے صلب میں اور علی کو ابو طالب کے صلب میں گردانا مجھ کو نبوت اور رسالت سے اور علی کو شجاعت اور

العرش محمود و انا محمد و هو الاعلی و هذا علی (ارجح المطالب ص ۴۶۲)	فصاحت سے ممتاز فرمایا اور اپنے اسمائے حسنہ سے دو نام مشتق فرمائے چونکہ رب العرش محمود ہے میں محمد ہوا اور وہ اعلیٰ ہے یہ علی ہوئے۔

(۳) عبداللہ ابن احمد بن محمد بن حنبل۔ انکی روایت زوائد المسند میں حسب ذیل اسناد سے ہے:

(۱) حسن (۲) احمد بن مقدام بجلی (۳) فضیل بن عیاض (۴) ثور بن یزید (۵) خالد بن معدان (۶) زاذان (۷) سلمان فارسی (ملاحظہ ہو حدیث نمبرا۔ وارجح المطالب ص ۴۵۹) عبداللہ بن احمد بن حنبل کے مدائح تذکرۃ الحفاظ ذہبی وتہذیب التہذیب ابن حجر عسقلانی وتاریخ یافعی میں موجود ہیں۔

(۴) احمد بن موسیٰ بن مردویہ اصفہانی ان کی روایت کو اخطب خوارزمی نے مناقب خوارزمی صفحہ ۸۷ میں لکھا ہے۔

اخبرنا شهردار هذا اجازة اخبرنا عبدوس بن عبدالله بن عبدوس الهمدانی كتابة حدثنا الشريف ابو طالب الجعفری حدثنا ابن مردويه الحافظ حدثنا اسحق بن محد علی بن خالد الهاشمی حدثنا الحسين بن اسمعيل بن حماد عن ابيه عن زياد بن المنذر عن محمد بن علی بن الحسين عن ابيه عن جده الحسين عن علی قال قال رسول	خبر دی ہم کو شہردار نے اور اس کی اجازت دی کہا خبر دی ہم کو عبدوس بن عبد اللہ بن عبدوس ہمدانی نے بطور کتابت کہا حدیث بیان کی ہم سے شریف ابو طالب جعفری نے کہا حدیث بیان کی حافظ ابن مردویہ نے کہا حدیث بیان کی اسحاق بن محمد بن خالد ہاشمی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے حسین بن اسمعیل بن حماد نے اپنے والد سے انہوں نے زیاد بن منذر سے اُنہوں نے محمد بن علی (امام باقرؑ) سے

الله صلى الله عليه وسلم كنت انا و على نوراً بين يدى الله تعالى من	اُنہوں نے علی ابن الحسینؑ سے اُنہوں نے امام حسینؑ سے
قبل ان يخلق آدم باربعة عشر الف عام فلما خلق الله تعالى آدم سلک ذلک النور فى صلبه فلم يزل الله تعالى ينقلبه من صلب الى صلب حتى اقره فى صلب عبد المطلب فقسمه نصفين قسمين فاخرج قسماً فى صلب ابى عبدا لله و قسما فى صلب عمى ابى طالب فعلى منى و انا منه لحمه لحمى و دمه دمى فمن احبه فبحبى احبه ومن ابغضه فببغضى ابغضه. (ينابيع المؤده ص ۱۱۰ و ارجح المطالب ص ۴۵۹)	اُنہوں نے حضرت علیؑ سے اُنہوں نے آنحضرتؐ سے کہ فرمایا آپؐ نے میں اور علی حضرت آدم کی تخلیق سے چودہ ہزار سال قبل ایک نور سے پیدا کئے گئے جب اللہ نے آدم کو پیدا کیا تو وہ نور انکی صلب میں رہا پھر اللہ اس کو ایک صلب سے دوسرے صلب میں منتقل کرتا رہا یہاں تک کہ وہ صلب عبد المطلب میں جا گزیں ہوا پھر اس کے دو حصے ہوئے ایک حصہ صلب عبداللہ میں رہا اور دوسرا صلب ابو طالب میں پس علی مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اس کا گوشت میرا گوشت اور اس کا خون میرا خون ہے جس نے اس سے محبت کی میری وجہ سے اس سے محبت کی اور جس نے اس سے بغض رکھا میرے بغض کی وجہ سے اس سے بغض رکھا۔

(۵) حافظ ابو عمرو یوسف بن عبداللہ معروف بہ ابن عبدالبر نمری قرطبی، ان کی روایت بہجۃ المجالس میں ہے اس کتاب کا تذکرہ کشف الظنون میں بھی ہے۔

(۶) ابوبکر احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادی۔ ان کی روایت کو محمد بن یوسف کنجی نے کفایۃ الطالب فی مناقب علی بن ابی طالب باب السابع والثمانون میں اس طرح لکھا ہے جس

کے روات یہ ہیں:

(۱) ابراہیم ابن برکات خشوعی (۲) حافظ علی بن الحسن (۳) ابو القاسم ہبۃ اللہ (۴) حافظ ابو بکر خطیب (۵) علی بن محمد عبداللہ العدل العدلی (۶) ابو علی حسن بن صفوان (۷) محمد بن سہل عطار۔ (۸) ابو ذکوان (۹) حرب بن بیان (۱۰) احمد بن عمرو (۱۱) احمد بن عبداللہ (۱۲) عبیداللہ بن عمرو (۱۳) عبدالکریم جزری (۱۴) عکرمہ (۱۵) ابن عباس رضی اللہ عنھم۔

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه و سلم خلق الله تعالى قضيبا من نور قبل ان يخلق الدنيا باربعين الف عام فجعله امام العرش حتى كان اول مبعثى فشق منه نصفا فخلق منه بينكم فالنصف على ابن ابى طالب اخرجه الخطيب البغدادى فى تاريخه و محمد بن يوسف الكنجى شهاب الدين احمد (ارجح المطالب ص ۴۶۱)

ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ فرماتے تھے کہ دنیا کی پیدائش سے چالیس ہزار سال قبل اللہ نے ایک نور کی چھڑی پیدا کر کے عرش کے سامنے نصب کردی جب مجھے پیدا کرنا چاہا تو اسے توڑ کر نصف سے تمہارے نبی کو اور نصف سے علی کو بنایا (خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں اور محمد بن یوسف گنجی اور شہاب الدین احمد نے اس کی تخریج کی)۔

(۷) ابو الحسن علی ابن محمد بن الطیب الجلابی معروف بہ ابن المغازلی الشافعی نے تین طریقوں سے اسے روایت کیا ہے اول کے رواۃ حسب ذیل ہیں (۱) ابو غالب محمد بن احمد بن سہل نحوی (۲) ابو الحسن علی ابن منصور حلبی (۳) علی بن محمد عدوی (۴) حسن بن علی بن ذکریا (۵) احمد بن مقدام (ملاحظہ ہوں روات حدیث نمبر ۳ و نمبر ۱ بروایت سلمان فارسی رضی اللہ عنھم)

دوم کے روات حسب ذیل ہیں (۱) ابو طالب محمد بن احمد بن عثمان (۲) محمد بن الحسن بن سلیمان (۳) عبداللہ بن محمد عکبری (۴) عبداللہ بن محمد بن حسان (۵) جابر بن سہل (۶) سہل بن عمر (۷) اعمش (۸) سالم بن ابی الجعد (۹) ابو ذر غفاری رضی اللہ عنھم۔

عن ابى ذر قال سمعت رسول الله

ابو ذر غفاری سے مروی ہے کہ میں نے

صلی اللہ علیه وسلم یقول کنت انا	آنحضرت کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں اور
و علی نوراً عن یمین العرش بین	علی ایک نور تھا عرش کے داہنے جانب خدا
یدی اللہ عز و جل یسبح اللہ ذلک	کے سامنے یہ نور اللہ کی تسبیح اور تقدیس قبل
النور و یقدسه قبل ان یخلق اللہ	خلقت آدم چودہ ہزار سال کرتا رہا پس میں
آدم باربعة عشر الف عام فلم یزل	اور علی ایک ہی چیز رہا یہاں تک کہ صلب
انا و علی شئ واحد حتی افترقنا	عبدالمطلب میں ہم متفرق ہو گئے ایک جزو
فی صلب عبدالمطلب فجزءانا و	میں ہوں اور دوسرا علی۔
جزء علی (ینابیع المؤدة صفحه ۱۰)	

سوم کے روات حسب ذیل ہیں:

(۱) ابو غالب محمد بن احمد بن سہل نحوی (۲) ابو عبداللہ محمد بن علی واسطی (۳) احمد بن علی قواریری (۴) محمد بن عبداللہ بن ثابت (۵) محمد بن مصفا (۶) بقیۃ بن الولید (۷) سوید بن عبدالعزیز (۸) جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہم

عن جابر عن النبی صلی اللہ علیه	جابر بن عبداللہ آنحضرتؐ سے روایت
وسلم قال ان اللہ عز و جل انزل	کرتے ہیں کہ اللہ تعالی نے ایک نور کا ٹکڑا
قطعة من نور فاسکنها فی صلب	نازل فرمایا اور اس کو حضرت آدم کے صلب
آدم فساقها قسمها جزئین جزءًا فی	میں رکھا پھر اس کے دو جزو کئے ایک جزو
صلب عبد اللہ و جزءًا فی صلب	عبداللہ کے صلب میں رکھا اور دوسرا ابو
ابی طالب فاخرجنی نبیاً و اخرج	طالب کے صلب میں اور مجھ کو نبی بنا کر اور
علیاً و صیاً (ارجح المطالب صفحه ۴۶۰)	علی کو وصی بنا کر ظاہر کیا۔

(۸) ابو شجاع شیرویہ بن شہردار دیلمی ہمدانی نے فردوس الاخبار میں بروایت حضرت سلمان فارسیؓ لکھا (ینابیع المودۃ صفحہ ۱۰) دیلمی کی روایت میں یوں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا:

خلقت انا و علی من نور واحد قبل	میں اور علی آدم کی پیدائش سے چار ہزار

ان یخلق آدم باربعة الف عام فلما	سال قبل ایک نور سے پیدا ہوئے جب خدا
خلق الله آدم رکب ذلک النور فی	نے آدم کو پیدا کیا تو وہ نور انکے صلب میں
صلبه فلم نزل فی شئ واحد حتی	رہا یہاں تک کہ عبدالمطلب میں آ کر
افترقنا فی صلب عبدالمطلب ففیّ	تفریق ہوئی مجھ میں نبوت آئی اور علی میں
النبوة وفی علی الخلافة	خلافت۔

(۹) ابو محمد احمد بن محمد بن علی عاصمی نے زین الفتی فی سورۂ ہل اتی میں بطریق زیاد ابن المنذر روایت کیا جو حدیث نمبر ۴ میں بروایت ابن مردویہ گذر چکی۔ اُنہوں نے حدیث محمد بن ذکریا سے اُنہوں نے محمد بن عبداللہ سے اُنہوں نے اسحٰق بن محمد بن علی بن خالد ہاشمی سے روایت کی تا آخر۔

(۱۰) ابو الفتح محمد بن علی بن ابراہیم نطنزی نے خصائص علویہ میں ابو علی حسن بن احمد حداد سے اُنہوں نے ابو نعیم احمد بن عبداللہ سے اُنہوں نے احمد بن یوسف بن خلاد نصیبی سے اُنہوں نے حارث بن اسامہ سے اُنہوں نے داؤد بن المجر سے اُنہوں نے قیس بن الربیع سے انھوں نے عباد بن کثیر سے اُنہوں نے ابو عثمان رازی سے اُنہوں نے حضرت سلمان فارسی سے اُنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا کہ

خلقت انا و علی من نور عن یمین	آدم کی تخلیق سے چودہ ہزار سال قبل میں
العرش نسبح الله و نقدسه من قبل	اور علی ایک نور سے پیدا ہوئے اور ہم عرش
ان یخلق الله عز و جل آدم باربع	کے داہنے طرف خدا کی تسبیح اور تقدیس کیا
عشرة آلاف سنة فلما خلق آدم	کرتے تھے جب اللہ نے آدم کو پیدا کیا تو
نقلنا الی اصلاب الرجال و ارحام	ہم کو اصلاب طاہرہ سے ارحام طیبہ میں
النساء الطاهرات ثم نقلنا الی	منتقل کرتا رہا یہاں تک کہ ہم عبدالمطلب
صلب عبدالمطلب و قسمنا	تک پہونچے پھر ہم کو دو حصوں میں منقسم کیا
بنصفین فجعل النصف فی صلب	ایک حصہ کو صلب عبداللہ میں دوسرے

عبدالله و جعل النصب فی صلب ابی طالب فخلقت من ذلک النصف و خلق علی من النصف الاخر و اشتق لنا من اسمائه اسماء و الله محمود و انا محمد و الله الاعلیٰ و اخی علی و الله فاطر و ابنتی فاطمة والله محسن ابنائی الحسن و الحسین فکان اسمی فی الرسالة و کان اسمه فی الخلافة والشجاعة فانا رسول الله و علی سیف الله (ارجح المطالب ص ۴۶۰)

حصے کو صلب ابو طالب میں رکھا ایک حصہ سے مجھ کو اور دوسرے حصے سے علی کو پیدا کیا اور ہمارے لئے اسمائے حسنہ سے نام مشتق کئے اللہ تعالیٰ محمود ہے میں محمد ہوں اور وہ اعلیٰ ہے میرا بھائی علی ہوا اور وہ فاطر ہے میر بیٹی فاطمہ ہوئی اور وہ محسن ہے میرے بیٹے حسن و حسین ہوئے میرا نام بہ زمرۂ نبوت اور علی کا نام بہ زمرۂ خلافت و شجاعت درج ہوا میں خدا کا رسول ہوں اور علی اس کی تلوار ہے

(۱۱) ابو منصور شہردار بن شیرویہ دیلمی۔ انکی روایت کو اخطب خوارزم نے صفحہ ۸۷ مناقب خوارزمی میں لکھا ہے۔

(۱۲) ابو المؤید موفق بن احمد بن ابی سعید اسحٰق معروف بہ اخطب خوارزم نے مناقب خوارزمی میں لکھا ہے۔

(۱۳) علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ معروف بہ ابن عساکر۔ ان کی روایت کو محمد بن یوسف کنجی شافعی نے کفایۃ الطالب میں لکھا ہے (ارجح المطالب ص ۴۵۹)

(۱۴) ابو الرجا نور الدین محمود بن محمد صالحانی۔ ان کی روایت کو شہاب الدین احمد نے توضیح الدلائل علی ترجیح الفضائل میں لکھا (ملاحظہ ہو ارجح المطالب ص ۴۵۸)

(۱۵) ابو الفتح ناصر بن المکارم مطرزی انکی روایت کو حموینی نے فرائد السمطین میں لکھا (ارجح المطالب ص ۴۵۹)۔

مطرزی اخطب خوارزم سے روایت کرتے ہیں ان سے محب الدین نجار ان سے ابو طالب بن الحسین ان سے حموینی۔

(۱۶) ابو محمد قاسم بن الحسین بن محمد خوارزمی (ارجح المطالب ص ۴۵۹)

(۱۷) ابو القاسم امام الدین عبد الکریم بن محمد رافعی قزوینی نے حدیث نور روایت کی شیخ عبد القادر بن ابی صالح اجیلی سے اُنہوں نے ابو البرکات ہبۃ اللہ بن موسی اُنہوں نے قاضی ابو المظفر ہناد بن ابراہیم سے اُنہوں نے ابو الحسن محمد بن موسیٰ سے اُنہوں نے محمد بن الفرحان سے اُنہوں نے قاضی محمد بن یزید سے اُنہوں نے لبیب بن سعید سے اُنہوں نے علا بن عبد الرحمٰن سے اُنہوں نے عبد الرحمٰن سے اُنہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنھم سے۔

عن ابی هريرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله عليه وسلم انه قال لما خلق الله ابا البشر و نفخ فيه من روحه التفت آدم يمينة العرش فاذا انوار خمسة اشباح سجداً و ركعاً. قال آدم يا رب هل خلقت احد من طين قبلی؟ قال لا يا آدم قال فمن هولاء الخمسة الذين أراهم فی هيئتی و صورتی. قال هولاء خمسة من ولدک لولاهم ما خلقتک هولاء خمسة شققت لهم خمسة اسماء من اسمائی لو لا هم ما خلقت الجنة و لا النار و لا العرش و الكرسی ولا السماء ولا الارض و لا الملائكة و لا الإنس و الجن. فأنا المحمود وهذا محمد

ابو ہریرہ سے مروی ہے اور وہ آنحضرتؐ سے روایت کرتے ہیں کہ جب اللہ نے ابو البشر کو پیدا کیا اور انکے جسم میں اپنی روح پھونکی تو حضرت آدم نے عرش کے داہنے بازو کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا تو پانچ جسم نورانی رکوع وسجود میں نظر آئے پوچھا کہ خداوندا کیا تو نے مجھ سے پہلے کسی کو خاک سے پیدا فرمادیا ہے ارشاد ہوا کہ نہیں عرض کیا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ جن کو میں اپنی صورت اور ہیئت پر دیکھ رہا ہوں اللہ تعالی نے فرمایا یہ تیری اولاد میں سے پانچ شخص ہیں جن کے لئے میں نے اپنے ناموں میں سے پانچ نام مشتق کئے اگر یہ نہ ہوتے تو میں جنت ودوزخ وعرش وکرسی وآسمان و زمین وفرشتے جن وانسان وغیرہ پیدا نہ کرتا۔ میں محمود ہوں اور یہ محمد، میں عالی

و أنا العالی و هذا علی و أنا الفاطر و هذه فاطمة و أنا الاحسان و هذا الحسن و انا المحسن و هذا الحسین الیت بعزتی انه لا یاتینی احد بمثقال حبة من خردل من بغض احدهم الا ادخله ناری و لا ابالی یا آدم هؤلاء صفوتی بهم انجیهم و بهم اهلکهم فاذا کان لک الی حاجة فبهؤلاء توسل فقال النبی صلی الله علیه وسلم نحن سفینة النجاة. من تعلق بها نجی و من حاد عنها هلک فمن کان له الی الله حاجة فلیسئل بنا اهل البیت (اخرجه ابو القاسم عبدالکریم بن محمد بن عبدالکریم الرافعی و ابراهیم بن الحموینی) (ارجح المطالب ص ۴۶۱)

ہوں اور یہ علی، میں فاطر ہوں اور یہ فاطمہ، میں احسان ہوں یہ حسن، میں محسن ہوں یہ حسین۔ مجھے اپنی عزت کی قسم اگر کوئی ایک رائی کے برابر بھی انکا بغض لے کر میرے پاس آئے گا تو میں اسے دوزخ میں ڈالوں گا۔ اے آدم یہ میرے برگزیدہ ہیں انکی وجہ سے بہتوں کو نجات دونگا اور بہتوں کو ہلاک کروں گا۔ جب تجھ کو کوئی حاجت پیش آئے ان کو وسیلہ بنا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ہم نجات کی کشتی ہیں جس نے اس کشتی کے ساتھ اپنا تعلق اختیار کیا وہ نجات پا گیا اور جس نے اعراض کیا وہ ہلاک ہوگیا جس کسی کو خدا سے اپنی حاجت روائی منظور ہو اس کو چاہئے کہ ہم اہلبیت کو خدا کی جناب میں وسیلہ گردانے (ابوالقاسم عبدالکریم بن محمد بن عبدالکریم رافعی و ابراہیم ابن الحموینی نے اس کی تخریج کی)۔

(۱۸) ابوالربیع سلیمان بن موسی بن سالم کلاعی معروف بہ ابن سبوع اندلسی نے کتاب الشفاء میں لکھا (ارجح المطالب ص ۴۵۸)

(۱۹) محمد بن یوسف بن محمد گنجی شافعی نے کفایۃ الطالب باب ۷۸ ص ۵۳ و ۱۱۳ میں لکھا۔ انکی روایت ابن عباسؓ کی مرویہ ارجح المطالب ص ۴۶۱ میں بھی ہے۔

(۲۰) ابوالعباس محبّ الدین احمد بن عبداللہ الطبری (ریاض النضرۃ جلد ۲ ص ۲۴۱ باب

رابع فصل سادس)

(۲۱) ابراہیم بن محمد بن محمد ابی بکر بن ابی الحسن بن محمد بن حمویہ الجوینی الحموینی نے اس حدیث کو فرائد السمطین میں شیخ العدل بہاء الدین محمد بن یوسف برازانی سے انہوں نے شیخ احمد اموی سے انہوں نے جمال الدین احمد قزوینی سے انہوں نے ابوالقاسم امام الدین عبدالکریم رافعی قزوینی سے انہوں نے شیخ عالم عبدالقادر بن ابی صالح جیلی سے تا آخر روایت کیا (ملاحظہ ہو ارجح المطالب صفحہ ۴۶۱ و نمبر ۷ او ینابیع المودۃ صفحہ ۱۱)

(۲۲) جمال الدین محمد بن یوسف بن محمود بن الحسن مدنی زرندی (ارجح المطالب صفحہ ۴۶۱)

(۲۳) سید محمد بن یوسف حسینی معروف بہ گیسودراز (کتاب الاسمار قلمی سمر چہل و ہفتم)

(۲۴) سید محمد بن جعفر مکی۔ بحر الانساب (مناقب مرتضوی للشیخ محمد صالح کشفی صفحہ ۴۰)

(۲۵) جلال الدین بخاری معروف بہ مخدوم جہانیاں۔ خزانہ جلالی (مناقب مرتضوی صفحہ ۴۰)

(۲۶) سید علی بن شہاب الدین ہمدانی (مودۃ القربیٰ مشمولہ ینابیع المودۃ مودۃ ثامنہ صفحہ ۲۵۴)۔

(۲۷) جلال الدین احمد خجندی (توضیح الدلائل قلمی)

(۲۸) سید شہاب الدین احمد، توضیح الدلائل (ارجح المطالب صفحہ ۴۵۹)

(۲۹) ملک العلماء شہاب الدین بن شمس الدین بن عمر دولت آبادی۔ ہدایۃ السعداء (مناقب مرتضوی صفحہ ۴۰)

(۳۰) ابن حجر عسقلانی، تسدید القوس فی مختصر مسند الفردوس قلمی۔

(۳۱) احمد بن محمد حانی حسینی شافعی تبر المذاہب قلمی بروایت امام احمد بن حنبل۔

(۳۲) ابراہیم بن عبداللہ وصابی یمنی شافعی، کتاب الاکتفاء (ارجح المطالب صفحہ ۴۵۸)

(۳۳) جمال الدین محدث عطاء اللہ بن فضل اللہ بن عبدالرحمٰن شیرازی نیشاپوری،

کتاب الاربعین قلمی۔

(۳۴) شیخ محمد واعظ ہروی، ریاض الفضائل قلمی فصل الحادی عشر۔

(۳۵) سید محمد بن سید جلال ماہ علام، تذکرۃ الابرار قلمی۔

(۳۶) محمد صدر عالم، معارج العلی قلمی۔

(۳۷) شیخ محمد صالح کشفی، مناقب مرتضوی صفحہ ۳۹ بروایت کتاب اربعین ابوالمکارم حسن دامغانی ونزل السائرین وغیرہ۔

(۳۸) شیخ محمد سلیمان حنفی بلخی قندوزی، ینابیع المودۃ صفحہ ۹

(۳۹) مولوی عبیداللہ بسمل امرتسری (ارجح المطالب صفحہ ۴۵۸)

(۴۰) شیخ فریدالدین محمد عطاء نیشاپوری، اسرارنامہ:

تو نور احمد وحیدر یکی دان　　　　که تا گردد بتو اسرار آسان

مثنوی الٰہی نامہ:

پیمبر گفتہ است اے نور دیدہ　　　　زیک نوریم ہر دو آفریدہ

علی چون با نبی آمد زیک نور　　　　یکی باشند ہر دو از دوئی دور

اس حدیث نور سے جس طرح کا شرف وقرب ومعیت واتحاد بہ حسب ظاہر و باطن حضرت امیرالمؤمنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو حضرت سیدالمرسلین خاتم النبین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوتا ہے اس میں اہلبیت عظام وصحابۂ کرام میں سے کوئی بھی آپ کا ہم پلہ نہیں ہوسکتا (مناقب مرتضی شیخ محمد صالح کشفی صفحہ ۳۷)

امامت

مولوی سید انوار الرحمٰن بسمل رسالہ ائمۃ الہدی حصہ اول صفحہ ۱۲۱ میں لکھتے ہیں کہ مراتب قرب الٰہی میں نبوت سے فروتر دوسرا درجہ امامت کا ہے اس کے بھی دو رخ ہیں امام من وجہ الی الخلق ومن وجہ الی الحق متوجہ ہوتا ہے جس طرح انبیا میں بعض صاحب جہر واولوالعزم ہوتے ہیں اور انکی نبوت پر ایمان نہ لانے والوں پر وہ مامور بالقتال ہوتے ہیں اور بعض مامور

بالقتال نہیں ہوتے اسی طرح امام بھی اپنی امامت کے اظہار پر مامور ہوتے ہیں مگر بعض کی دعوت خفی اور بعض کی جلی ہوتی ہے اور جس طرح انبیاء کی نبوت سے انکار مستلزم کفر ہے اسی طرح امام کی امامت سے انکار بھی مستلزم عصیان ہے اسی فضل وشرف کا اظہار تھا جو جناب امیر نے انعقاد خلافت صدیقی وعثانی پر فرمایا تھا اور حضرت عمرؓ کی خلافت پر عدم اظہار کا یہ سبب تھا کہ انکی خلافت خلافت صدیقی کا جزو تھی اور بطریق استخلاف واقع ہوئی تھی اور یہ بزرگوار آپ کے اس فضل کا اعتراف بھی فرماتے رہے اور امامت ونبوت مستلزم خلافت وسلطنت نہیں ہے اور نہ نبی وامام کی موجودگی میں اس کی نبوت اور امامت کے اعتراف کے باوجود خلافت وسلطنت قبول کرنے سے خلیفہ عاصی سمجھا جاسکتا ہے جناب امیر امام تھے اور اپنی امامت کے اظہار پر مامور۔

سید علی ہمدانی مؤدۃ القربیٰ میں لکھتے ہیں کہ

عن فاطمة بنت رسول الله قالت قال رسول الله صلى الله عليه و سلم من كنت وليه فعلي وليه و من كنت امامه فعلي امامه	حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ سے مروی ہے کہ آنحضرت نے ارشاد فرمایا جس کا میں ولی ہوں علی بھی اس کے ولی ہیں اور جس کا میں امام ہوں علی بھی اس کے امام ہیں۔

حافظ عبدالرحمٰن امرتسری رسالۂ المرتضیٰ صفحہ ۵۶ میں لکھتے ہیں کہ

علی مرتضیٰ کے حق میں خلیفہ کے علاوہ امام کا لقب بھی استعمال کیا جاتا ہے جس کے معنی پیشرو کے ہیں

قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امام کا لفظ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شان میں فرمایا ہے چنانچہ ان سے مخاطب ہوکر ان کی اوران کی اولاد کی بابت اس طرح ارشاد کیا ہے۔

انى جاعلك للناس اماماً قال و من ذريتى؟ قال لا ينال عهدى الظالمين .	میں تم کو لوگوں کا امام و (پیشوا) بنانیوالا ہوں ابراہیم نے کہا اور میری اولاد میں سے؟ فرمایا (ہاں مگر) میرے اقرار میں وہ لوگ داخل نہیں جو ناحق پر ہوں۔

فرقۂ امامیہ لفظ امام کو علی مرتضیٰ اور انکی اولاد سے مختص قرار دیتے ہیں اور صوفیائے کرام کا

بھی یہی عقیدہ ہے شیخ فریدالدین عطار فرماتے ہیں:

زمشرق یا بمغرب گر امام است — علی و آل و اولادش تمام است

مگر علمائے اہلسنت کے نزدیک یہ لفظ عام ہے۔ امت محمدیہ میں سے ہر شخص جس کو کسی دینی معاملہ میں کمال حاصل ہو امام کہلانے کا مستحق ہے چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بہت سے بزرگوار ایسے گذرے ہیں جن کو قوم نے خاص خاص کمالات کے باعث امام کا خطاب عطا کیا ہے مضمون مندرجۂ ذیل سے معلوم ہوگا کہ امام کا لفظ کن اشخاص پر اور کن وجوہات سے استعمال کیا گیا ہے اور مسلمانوں پر اس کے احکام کس درجہ تک واجب التعمیل ہیں اس مقام پر امام کے لفظ سے ہماری مراد اس شخص سے نہیں ہے جو سب کے آگے کھڑا ہو کر لوگوں کو نماز پڑھاتا ہے بلکہ ایسے شخص سے مراد ہے جو بہ سبب کمال نفسی و روحانی یا علمی و عملی امام کے لفظ سے مخاطب کیا جاتا ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک میں علاوہ نبوت اور نفاذ احکام اور محافظت مسلمین کے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد شان خلافت سے متعلق ہیں ذات کمالات اور اعلیٰ درجہ کی صفات بھی تھیں پس ان صفات کمال میں مشابہت پیدا کرنا اس کمال میں امامت کے درجہ پر پہنچتا ہے مثلاً رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو علم دین میں محققاً بذریعہ وحی یا الہام کے جو مقتضائے فطرت نبوت تھا اعلیٰ درجہ کا کمال حاصل تھا... جو اس درجہ کا کسی دوسرے شخص کو حاصل نہیں ہو سکتا مگر جن لوگوں نے علم دین اور احکام شریعت کے سمجھنے اور نکالنے میں نہ بطور تقلید بلکہ بطور اجتہاد کوشش کی اور اس کو حاصل کیا اور جم غفیر مسلمانوں نے اس کو قبول و تسلیم کیا گو کہ اس میں خطا کا احتمال بھی ہو انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال دینی سے ایک قسم کی مشابہت پیدا کی اور اس کمال میں درجۂ امامت حاصل کیا اور تمام لوگوں نے اس فن میں ان کو تسلیم کیا جیسے کہ مجتہدین اربعہ امام ابو حنیفہ امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین تھے۔

یا مثلاً جو تقدس ذات اور صفات روحانی اور علم دینی و روحانی رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو حاصل تھا اس کو ائمہ اہلبیت علیہم السلام نے حاصل کیا خواہ تعلیماً خواہ وہباً اور اس کمال میں رسول خدا کے ساتھ مشابہت پیدا کی اس لئے جم غفیر مسلمانوں نے ان کو اس کمال میں امام تسلیم کیا اور ائمہ اہلبیت کے لقب سے ملقب ہوئے۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو علم عقائد تحقیقاً یا از روئے وحی یا الہام کے حاصل تھا جو دوسرے کو حاصل نہ تھا پس اس میں مشابہت کا حاصل کرنا صرف استدلال پر منحصر تھا پھر جس نے استدلال سے اس کو حاصل کیا گو کہ اس میں غلطی کا بھی احتمال ہو اور جم غفیر مسلمانوں نے اس کو تسلیم کیا اس لئے اس فن میں امام کا درجہ پایا جیسے کہ امام غزالی اور امام فخر الدین رازی و دیگر علمائے علم کلام اس فن میں درجۂ امامت کو پہونچے تھے۔

علاوہ اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اور بہت سے کمالات ذاتی تھے جیسے تقدس روحانی استغراق فی ذات اللہ توجہ الی اللہ تعمیل حکم ربانی، حلم، رحمت، شفقت علی المسلمین وغیرہ وغیرہ پس جو شخص کمالات مصطفوی کے کسی کمال سے اپنے کو مشابہ کرتا ہے وہی اس کمال کا امام ہوتا ہے خواہ وہ امام کے نام سے مشہور ہوا ہو یا نہیں۔

اور جس نے تمامی روحانی اور اخلاقی صفات محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام میں مشابہت پیدا کی ہو اور ملک بھی اس کی حکومت میں ہو جس میں اس کو احکام شرعی کے نفاذ اور مسلمانوں کی ہدایت اور حفاظت کا اختیار حاصل ہو، بلاشبہ وہ شخص بھی اس ملک کیلئے جو اسکی حکومت میں ہے خلیفہ رسول اللہ اور امام کے لقب سے ملقب ہونے کا مستحق ہے اور اگر اس نے اپنے کو ان صفات کمال کے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں تھیں مشابہ نہیں کیا اور کسی ملک کی حکومت حاصل کی جیسا کہ بنی امیہ و بنی عباس نے تو وہ درحقیقت اس ملک کے مسلمان رہنے والوں کیلئے سلطان ہے نہ امام اور نہ خلیفۂ رسول اللہ گو کہ اس نے فخریہ طور پر خلیفہ کا لقب اختیار کیا ہو اور بزور حکومت اپنے کو خلیفہ کہلوایا ہو اسی لئے اس نے اپنے اجتہاد سے جو احکام متعلق بہ مذہب دئے ہوں وہ وقعت سے نہیں دیکھے جاتے۔

اور اگر اس نے اپنے کو صفات کمال رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ کیا ہے اور کوئی ملک اس کے حکومت اور قبضۂ اقتدار میں نہیں ہے جس میں وہ احکام شرعی کو نافذ اور وہاں کے مسلمانوں کی حفاظت کر سکے تو وہ صرف انہیں امور میں جن میں اس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت پیدا کی ہے امام ہے مگر اس پر خلیفۂ رسول اللہ کا اطلاق نہیں ہوسکتا اور اسی وجہ سے ائمہ اہلبیت علیھم السلام امام کے لقب سے ملقب ہوئے ہیں مگر فرق اسلامیہ میں امام کا مرتبہ قرار دینے میں اختلاف ہے شیعہ تو امام کو معصوم اور منصوص من اللہ اور مفترض الطاعت قرار دیتے ہیں اور یہ کہ امامت حضرت امام مھدی علیہ السلام پر جو ائمہ اہلبیت کے اخیر امام ہیں ختم ہوگئی وہ پیدا ہوئے تھے اور سرّ من رائے کے غار میں غائب ہو گئے ہیں مگر اب تک زندہ ہیں اور امام العہد والزمان ہیں اور قیامت کے قریب ظاہر ہوں گے اور اس لئے کوئی دوسرا شخص امام نہیں ہوسکتا مگر اہلسنت والجماعت کسی کا امام کو منصوص من اللہ اور معصوم عن الخطا قرار نہیں دیتے بلکہ وہ سوائے پیغمبر کے کسی کو گو وہ کیسا ہی مقدس ذی علم اور صاحب فضل وکمال ہو معصوم عن الخطا نہیں سمجھتے۔

نتیجہ اس اختلاف کا یہ ہے کہ شیعہ تو امام کے حکم کو تمام دنیا کے شیعہ مسلمانوں پر بیچون و چرا واجب العمل سمجھتے ہیں مگر چونکہ ان کے امام دنیا کی آنکھوں سے غائب ہیں اس لئے اس زمانہ میں کوئی ایسا حکم انکی لئے وجود پذیر نہیں ہوسکتا جس کی اطاعت تمام دنیا کے شیعہ مسلمانوں پر واجب ہو۔

اہل سنت والجماعت کسی امام موجودہ یا گذشتہ کا حکم تمام دنیا کے سنی مسلمانوں پر بے چوں وچرا واجب التعمیل نہیں سمجھتے جو لوگ بے پڑھے یا کم استعداد ہیں وہ تو جس امام کے معتقد ہیں یا جس کی ان کے باپ دادا معتقد تھے انکی پیروی کرتے ہیں اور جو لوگ ذی استعداد اور قابل ہیں وہ جب تک اس بات کو نہ سمجھ لیں کہ وہ حکم امام کا صحیح اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق ہے اس کو واجب التعمیل نہیں جانتے۔

مولانا سید صدرالدین احمد موسوی کتاب روائح المصطفیٰ من ازہار المرتضیٰ صفحہ ۷ میں لکھتے ہیں:

باید دانست که امام بر چند معنی
استعمال می شود اول خلافت
که آنرا امامت کبری گویند
چون امامت خلفاء راشدین دوم
امام فی العلم مانند امام ابو حنیفه
و شافعی و احمد بن حنبل و
مالک و محمد بن اسمعیل
بخاری و نسائی وغیرهم سوم امام
فی الصلوة که او را امام مسجد
نیز گویند پس مراد از ائمه اثنا
عشر کدام امام است بدانکه نزد
امامیه امامت کبری مراد است و
نزد اهلسنت و جماعت بعد از
حضرت مرتضی و حسنین با
وصف استحقاق و قابلیت خلافت
امامت فی العلم و التقوی مراد
است ائمه اثناعشر بعد از حسینؓ
نه تن که ماندند اول ایشان علی
بن الحسین و آخر ایشان محمد
بن الحسن العسکری است اگر
ایشان امام فی العلم بودند پس در
کدام فن امام بودند و تعداد ایشان
در کدام طبقات است جوابش
این است که چون ایشان در جمیع
علوم دینی افضل وقت خود بودند

جاننا چاہئے کہ لفظ امام چند معنی پر مستعمل
ہوتا ہے اول خلافت کہ اسکو امامت کبریٰ
کہتے ہیں مثل امامت خلفای راشدین
دوسرے امام فی العلم مثل امام ابوحنیفہ و
شافعی واحمد بن حنبل و مالک ومحمد بن
اسمعیل بخاری ونسائی وغیرہ تیسرے
امام فی الصلوۃ جس کو امام مسجد بھی کہتے
ہیں پس ائمہ اثنا عشر سے کون امام
مراد ہیں واضح ہو کہ امامیہ کے نزدیک
امامت کبری مراد ہے اور اہلسنت و
الجماعت کے نزدیک بعد حضرت مرتضی و
حسنین با وصف استحقاق قابلیت خلافت
امامت فی العلم و التقوی مراد ہے بعد
حضرات حسنین ائمہ اثنا عشر سے نو
حضرات ہیں جن میں اول علی بن الحسین
اور آخر محمد بن حسن العسکری ہیں اگر یہ
امام فی العلم تھے تو کس فن میں امام تھے اور
کس طبقہ میں شمار کرنے کے قابل اس کا
جواب یہ ہے کہ وہ تمام علوم دینی میں
اپنے وقت میں افضل تھے، لہذا ان کو علی
العموم امام کہیں گے اور ابوحنیفہ اور ان
کے مثل کو امام فی الفن کہیں گے جیسا

لهذا ایشان را علی العموم امام گویند و ابو حنیفه و امثال ایشان را امام فی الفن گویند چنانچه شاه عبد العزیز در تحفه اثنا عشریه تصریح بدان نموده بالجمله اهلسنت بدان قائل اند که این نه تن بعد از صحابه کبار افضل بشر اند در وقت خود چنانچه در مقام خود مذکور خواهد شد و استحقاق خلافت در ایشان بر وجه اتم و اکمل حاصل بودمگر ایشان دعوی امامت نکردند و بیعت ایشان نیز واقع نشده و قاطبه نزد امامیه و بعض اهلسنت ایشان امام بودند مگر از تصرف ممنوع بودند چنانچه ابن صباغ مالکی کتابی در این امر تالیف نموده و آن را فصول المهمه فی معرفة الائمه نام نهاده و آن کتاب را دوازده باب قرار داده هر بابی برائے اثبات امامت و مناقب یکی از ائمه دوازده گانه که اول آن مرتضی و آخر آن محمد بن الحسن العسکری است مقرر داشته.

کہ شاہ عبد العزیز نے تحفہ اثنا عشریہ میں اس کی تصریح کی ہے بالجملہ اہلسنت اس کے قائل ہیں کہ یہ نو حضرات بعد از صحابہ کبار افضل خلق اپنے وقت میں ہیں جیسا کہ اپنے مقام میں مذکور ہوگا اور استحقاق خلافت ان میں بروجہ اتم و اکمل حاصل تھا مگران حضرات نے دعوی امامت نہ کیا اور بیعت ان کی بھی نہ واقع ہوئی یقیناً امامیہ وبعض اہلسنت کے نزدیک یہ امام تھے مگر تصرف سے ممنوع تھے جیسا کہ ابن صباغ مالکی نے اس امر میں ایک کتاب کی تالیف کی اور اس کا نام فصول المہمہ فی معرفۃ الائمہ رکھا اور اس کتاب کے بارہ باب قرار دئے ہر باب علیحدہ علیحدہ ائمہ اثنا عشر کی امامت کے اثبات میں اور مناقب میں لکھا جن کے اول حضرت مرتضی اور آخر محمد بن الحسن عسکری کو مقرر کیا۔

ارباب کشف کے نزدیک امامت سے قطب الارشادی مراد ہے۔ اکابر اولیائے

امت کو یہ کشف صریح معلوم ہوا کہ فیض و برکات ولایت جو اولیاء اللہ پر نازل ہوتے ہیں وہ اولاً ایک شخص پر نازل ہوتے ہیں پھر اس کے ذریعہ سے اوروں کو بقدر استعداد و مرتبہ عطا ہوتے ہیں بغیر اس کے توسط کے کسی کو فیض نہیں پہونچتا اور نہ درجہ ولایت حاصل ہوتا ہے ایسے ہی شخص کو امام اور قطب الارشاد بالاصالۃ کہتے ہیں۔ یہ منصب عالی حضرت آدم علیہ السلام کے ظہور سے حضرت علی کرم اللہ وجہ کیلئے مقرر تھا۔ قبل از نشئۃ عنصری حضرت ولایت مآب امم سابقہ میں بھی جو کوئی درجۂ ولایت پر پہونچتا تھا وہ بتوسط روح حضرت علی علیہ السلام پہونچتا تھا۔ پھر آپ کے حیات میں تمام صحابہ و تابعین کو یہ دولت آپ ہی کے ذریعہ سے پہونچی۔ بعد رحلت یہ مرتبہ حضرت امام حسن علیہ السلام کو پھر حضرت امام حسین علیہ السلام کو پھر یکی بعد دیگرے اور حضرات ائمہ کو یہ منصب عالی تفویض ہوتا چلا آیا۔ بعد وفات امام حسن عسکری تا ظہور حضرت شیخ محی الدین ابو محمد عبدالقادر جیلانی حسنی حسینی حضرت امام حسن عسکری کی روحانیت سے متعلق رہا جب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی پیدا ہوئے تو یہ منصب ان سے متعلق ہوگیا اور تا ظہور حضرت امام مھدی علیہ السلام انہیں کے متعلق رہے گا (ماخوذ از روض الازہر صفحہ ۳۷۸ و شہادت نامہ صفحہ ۱۱)

قصیدہ

علی امام و علی ہادی و علی مولا	علی وصی نبی و علی ولی خدا
علی قسیم و علی قاسم و علی مھدی	علی حبیب و علی ایلیا علی اولی
علی شفیع و علی عابد و علی طاہر	علی امین و علی صادق وعلی ادنی
علی صفی و علی عابد و علی زاہد	علی رضی و علی راضی و علی ارضی
علی شہد و علی شاہد و علی مشہود	علی کریم و علی ساقی و علی آقا
علی است راکب دوش پیمبر امی	علی خلاصۂ آل عبا علی اعلا
علی ابو الحسنین وعلی است نفس نبی	علی است زوج بتول وعلی است شیر خدا
علی امام نخستین خلیفۂ چھارم	علی سعید و علی سید و علی والا

علی برادر ختم الرسل علی ہارون   علی چراغ حدایت علی امام ورا

علی است آنکہ عبادت زیارتش گردید   علی است کرّمہ اللہ وجہ البیضاء

علی است باب زعلم کہ شہر اوست نبی   علی است جامع ایمان صدق وعدل وحیا

علی زراکع و ساجد مشارب کریم   علی زلحمک لحمی مراد شاہ ہدا

علی خود است امام علی خود است امام   علی خود است ولایت علی خود است اولا

علی خود است کرامت علی خود است کریم   علی خود است ہدایت علی خود است ہدا

علی خود است حسین وعلی خود است حسن   علی خود است علی وعلی خود است علا

علی است قاسم مینای شوق جان بازی   علی است ساقی صہبائے صبر و درد و رضا

علی چہ نام مبارک علی چہ اسم لطیف   ہزار جان بہ این نام نامی تو فدا

مرا بس است بہ محشر اضافت نامت   مرا بس است بمحشر غلامیت آقا

مرا کہ ہست اضافت بہ نام پاک تو بس   غریق بحر گناہم بگیرد دست مرا

مریض درد فراقم علی طبیب من است   علیلم از غم ہجران علی دوا و شفا

علی است جان من وجان جان جانانم   نظر کن و گرہ از کار بستہ ام بکشا

خطا شعاری من رنجہ کرد یارم را   گناہگاری من کرد مبتلاے بلا

فغان زدرو فراق و فغان زسوز نہاں   بگیرد دست من ناتوان اغث غوثا

شد است ذات تو حلال مشکل عالم   منم بمشکل و غیر تو نیستم ماوا

رسید جاں بلب از دست ہجر ہوش ربا   تو خود بیاز نجف یا مرا طلب فرما

توئی کہ جرعۂ وادی زجام صدق مرا   توئی کہ روزئ من کردۂ زخوں ولا

زنور روئے نگار ایں دلم منور کن   طلوع ساز زجیب من آفتاب ولا

ولایت

ولایت کے لغوی معنی قرب کے ہیں اور اصطلاحی معنی تخلق بہ اخلاق کے۔ لفظ ولایت ولی سے مشتق ہے۔ ولی اس کو کہتے ہیں جو ذات وصفات الٰہی کو اپنے امکان پر جانتا ہو اور

عبادت میں مداومت رکھتا ہو اور گناہوں سے بچتا ہو اور اپنے آپ کو لذات و شہوات سے بچاتا ہو۔

شاہ عبدالعزیز صاحب لکھتے ہیں کہ ولی وہ ہے جس کے دیکھنے سے ذکر کا فائدہ حاصل ہو۔ چونکہ ذکر (یعنی خدا کی یاد) سب سے بڑی عبادت ہے اور اولیاء اللہ کے جمال با کمال کا مشاہد اس نعمت کے حصول کا موجب ہوتا ہے اس لئے اولیاء اللہ کی زیارت عبادت الٰہی ہے حدیث نبوی ''النظر الی وجه علی عبادة'' (ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۲۱۹) علی کے چہرہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ میں بھی یہی حقیقت بیان کی گئی ہے اور اس مضمون کی حدیث کا کسی اور صحابی کے شان میں وارد نہ ہونا اس امر کی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی ہی منصب ولایت پر بالاصالت فائز ہوئے حدیث ولایت ''من كنت مولاه فعلی مولاه'' اور حدیث موالات

ان اللہ عز و جل مولای و انا ولی کل مؤمن ثم اخذ بید علی فقال من كنت وليه فهذا وليه اللهم و ال من والاه و عاد من عاداه ... (روض الازھر صفحہ ۳۵۷)

اللہ عزوجل میرا مولا ہے اور میں ہر مؤمن کا مولی ہوں پھر علی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا جس شخص کا میں ولی ہوں یہ بھی اس کا ولی ہے خدایا جو اس کو دوست رکھے اس کو دوست رکھ اور جو اس کو دشمن رکھے اسکو دشمن رکھ۔

بھی اسی شرف پر دلالت کرتی ہے۔

مولوی انوار الرحمٰن بسمل اپنی رسالہ ائمۃ الہدیٰ کے حصہ اول صفحہ ۱۲۱ میں لکھتے ہیں کہ نبوت اکمل ترین مراتب قرب الٰہی کا نام ہے اور نبی من جانب اللہ عالم خلق و عالم امر دونوں کی اصلاح پر مامور ہوتا ہے عالم خلق کی تہذیب نبی کے نبوت سے متعلق ہے اور عالم امر کی اصلاح نبی کی ولایت سے متعلق ہوتی ہے۔ اصلاح عالم خلق اصالتاً نبی پر ختم ہو جاتی ہے اور ولایت علی حالہ جاری رہتی ہے اور کسی شخص سے بالاصالۃ اس کا تعلق ہو جاتا ہے چونکہ حضرت علی کا روئے توجہ الے الخلق مغلوب اور روئے توجہ الی الحق غالب تھا آپ سے عالم امر کی اصلاح نہایت اکمل طریقہ سے ہوئی ایسا کہ آپ ہی فائز بمرتبۂ ولایت ہوئے اور تمام صحابہ ولایت میں آپ کے

تابع ہوئے ولایت کا کام بغیر سلطنت وخلافت کے بھی انجام پذیر ہوسکتا ہے خلفائے ثلثہ فیضان نبوت میں آنحضرت سے مکتسب تھے اس لئے اصلاح عالم خلق جو نبوت سے متعلق ہے ان حضرات سے خوب ہوئی اور مقامات ولایت محمدی میں چونکہ اکتساب حضرت علی کو تھا اصلاح عالم خلق تو آپ سے علی وجہ الکمال نہ ہوسکی مگر قیامت تک حصول ولایت آپ کے اتباع پر مربوط رکھا گیا اور اولیائے امت آپ کے سرکار سے وابستہ اور آپ کے خوان فیض کے محتاج قرار دیئے گئے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب تحفۂ اثناعشریہ میں لکھتے ہیں کہ محققین صوفیہ نے لکھا ہے کہ شیخین کمالات نبوت کے حامل تھے اور حضرت علی کمالات ولایت کے اسی لئے جہاد با کفار و ترویج احکام شریعت واصلاح امور ملت خلفائے ثلثہ کی ذات سے زیادہ ہوئے اور تعلیم طریقت و ارشاد احوال ومقامات سالکین نیز غوائل نفس پر تنبہ وترغیب زہد یہ سب امور حضرت علی سے زیادہ جاری ہوئے شیخین کا زمانہ بقیہ زمانہ نبوت تھا فقہائے شریعہ ومجتہدین ملت کے سلاسل تلمذ شیخین و نائبین شیخین پر زائد منتہی ہوئے حضرت علی کا زمانہ ابتدائی دور ولایت ہوا آپ چوں کہ پرتو اور صورت کمال علمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے لہذا شیوخ طریقت واصحاب معرفت و حقیقت نے آپ کو فاتح باب ولایت محمدیہ وخاتم ولایت مطلقہ انبیاء لکھا ہے اسی سبب سے اولیاء اللہ کے تمام سلاسل آپ پر منتہی ہوتے ہیں آپ کو اور آپ کی ذریت طاہرہ کو تمام امت مثل پیروں اور مرشدوں کے مانتی ہے اور امور تکوینیہ کو آپ سے وابستہ جانتی ہے فاتحہ ودرود و صدقات نذر ومنت آپ ہی کے نام سے رائج ہے ان امور میں شیخین کا نام کوئی زبان پر نہیں لاتا اور فاتحہ درود وصدقات نذر منت عرس ومجلس میں ان کو کوئی شریک نہیں کرتا اور نہ امور تکوینیہ کو ان سے وابستہ جانتا ہے باوجودیکہ ان کے فضل وکمال کا قائل ہوتا ہے (شہادت نامہ صفحہ ۱۵ باختصار العبارت)

رباعی

اے بحر عجائب وغرائب مددی ۔۔۔ اے شاہ مشارق ومغارب مددی
عمریست کہ گم نمودہ ام راہ طلب ۔۔۔ اے باب مدینہ مطالب مددی

خصائل حضرت علی علیہ السلام

امور معاش یعنی طرز زندگی

حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہ کی خانگی زندگی کا دور حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح ہونے کے بعد سے شروع ہوتا ہے اس سے پہلے آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے۔کسب معاش کیلئے کسی خاص جدوجہد کی ضرورت نہ پڑتی تھی۔ بعد ہجرت جب حضرت فاطمہ سے شادی ہوئی تو ولیمہ کی فکر دامنگیر ہوئی۔قرب وجوار کے جنگل سے اونٹ پر گھاس لاکر بیچنے کا ارادہ کیا لیکن حضرت حمزہؓ نے ایک روز بغیر انکی اجازت کے اس اونٹ کو ذبح کر کے لوگوں کو کھلا دیا بالآخر زرہ فروخت کی جس کی قیمت روپیہ سوا روپیہ سے زیادہ نہ تھی اور اس سے سامان فراہم کیا۔

حضرت علی جب شادی کے بعد علیحدہ مکان میں رہنے لگے تو حصول معاش کی فکر لاحق ہوئی چونکہ شروع سے اس وقت تک تمام زندگی سپاہیانہ کاموں میں بسر ہوئی تھی۔اس لئے کسی قسم کا سرمایہ پاس نہ تھا۔محنت مزدوری اور جہاد کے مال غنیمت پر گزر اوقات تھی۔خیبر جب فتح ہوا تو آنحضرت نے حضرت علی کو ایک قطعہ زمین بطور جاگیر عنایت کیا۔

حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں باغ فدک کا انتظام بھی آپ کے حوالہ کر دیا اور دوسرے صحابہ کی طرح آپ کیلئے بھی پانچ ہزار درہم (ایک ہزار روپیہ) سالانہ وظیفہ مقرر کیا۔

حضرت عثمانؓ کے بعد جب آپ مسند نشین خلافت ہوئے تو بیت المال سے بقدر کفاف روزینہ مقرر ہو گیا اور اسی پر آخری لحظہ حیات تک قانع رہے۔

حضرت علی نے تنگی اور تکلیف کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا جو سادہ طریقہ اختیار کیا تھا وہ آپ کی زندگی تک قائم رہا۔جب آنحضرت کی صاحب زادی حضرت فاطمہؓ آپ کے نکاح میں آئیں تو اسوقت والدہ کے سوا کوئی گھر میں نہ تھا اور نہ کوئی لونڈی یا غلام خدمت کرنے کو تھا اس زمانہ میں آپ نے خانگی معاملات کو جس طرح تقسیم کر رکھا تھا اس کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ

آپ نے اپنی والدہ فاطمہ بنت اسد سے کہا کہ باہر کا کاروبار مثل آب کشی و دیگر ضروریات کا میں انصرام کروں گا اور گھر کا کام مثل آٹا گوندھنا روٹی پکانا چکی پیسنا فاطمہ بنت رسول اللہ کیا کریں گی (خلفائے راشدین صفحہ ۲۲۵ المرتضی صفحہ ۹۹)

کیفیت طعام

غیر معمولی زہد و ورع نے حضرت علی مرتضی کی معاشرت کو نہایت سادہ بنا دیا تھا۔ کھانا عموماً آپ روکھا پھیکا نوش فرمایا کرتے۔

مسند امام احمد میں ہے کہ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ حضرت علی سوائے اس چیز کو جو مدینہ سے آپ کے پاس آتی تھی اور کچھ نہ نوش فرماتے تھے ایک روز آپ کے سامنے فالودہ رکھا گیا آپ نے نہ کھایا۔ میں نے پوچھا کہ کیا حرام ہے فرمایا حرام تو نہیں ہے مگر میں اپنے نفس کو ایسی چیز کا خوگر نہیں چاہتا جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش نہ فرمایا ہو (ارجح المطالب صفحہ ۱۴۴)

عدی بن ثابت کہتے ہیں کہ حضرت علی کے سامنے جب فالودہ رکھا گیا تو آپ نے اس کے کھانے سے انکار کر کے یہ فرمایا کہ مجھ کو اس چیز کا کھانا اچھا نہیں معلوم ہوتا ہے جس کو آنحضرت نے نہ کھایا ہو ایک روایت میں ہے کہ آپ نے یہ دیکھ کر فرمادیا واللہ اس کی خوشبو بہت اچھی ہے رنگ بھی خوش آیند ہے مزہ بھی اچھا ہے لیکن مجھے اپنے نفس کو اس کا عادی بنانے سے کراہت ہے (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۴۱۰ و ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۳۳)

سوید بن غفلہ کہتے ہیں کہ میں حضرت علیؑ کی خدمت میں دار الامارہ میں حاضر ہوا دیکھا کہ آپ کے سامنے جو کی روٹی اور ایک پیالہ دودھ کا رکھا ہوا ہے روٹی ایسی خشک تھی کہ کبھی آپ اس کو ہاتھوں سے اور کبھی گھٹنوں سے توڑتے تھے یہ دیکھ کر مجھ کو تاسف ہوا میں نے آپ کی لونڈی فضہ سے کہا کہ تو ان پر ترس نہیں کھاتی اور ان کیلئے جو چھان کر روٹی نہیں پکاتی یہ نہیں دیکھتی کہ اس پر بھوسی لگی ہوئی ہے اور اس سخت روٹی کے توڑنے میں ان کو کیسی سخت مشقت ہوتی ہے۔ فضہ نے کہا کہ میں مجبور ہوں انھوں نے مجھ سے عہد لیا ہے کہ ان کے لئے ہم روٹی چھان کر نہ پکائیں۔ اس کے بعد حضرت علیؑ نے مجھ سے پوچھا کہ اے ابن غفلہ! تم اس لونڈی سے کیا کہہ

رہے ہو میں نے تمام تقریر بیان کی اور عرض کیا اے امیر المؤمنین آپ اپنی جان پر رحم فرمایئے اور اتنی مشقت نہ اٹھایئے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا اے سوید تجھ پر افسوس ہے رسول اللہ اور ان کے اہل وعیال نے کبھی تین دن متواتر گیہوں کی روٹی آسودہ ہو کر نہیں کھائی اور نہ کبھی چھان کر ان کیلئے آٹا پکایا گیا۔ ایک روز کا واقعہ ہے کہ میں سخت بھوکا تھا۔ مزدوری کرنے کو نکلا دیکھا کہ ایک عورت مٹی کے ڈھیلے جمع کر کے بھگونا چاہتی ہے میں نے اس سے فی ڈول ایک کھجور اجرت طے کی اور سولہ ڈول کھینچ کر میں نے مٹی بھگوئی پھر وہ کھجوریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں لایا اور واقعہ عرض کیا آنحضرتؐ نے بھی ان کھجوروں کو نوش فرمایا۔ (ارجح المطالب صفحہ ۱۴۵ بروایت امام احمد وتذکرۃ خواص الامۃ سبط ابن جوزی ص ۶۵)

ملا عمر سیرت میں زید سے ناقل ہیں کہ حضرت علی نے مجھ سے فرمایا کہ کل ظہر کی نماز تم میرے ساتھ پڑھنا اور کھانا بھی کھانا دوسرے روز میں حاضر ہوا تو ان کے دروازہ پر کوئی حاجب نہ تھا جو مجھ کو جانے سے روکتا میں گیا دیکھا کہ آپ بیٹھے ہوئے ہیں اور ایک لوٹا پانی آپ کے پاس رکھا ہوا ہے پھر آپ ایک بند برتن جس پر مہر لگی ہوئی تھی لائے میں نے خیال کیا کہ شاید اس میں جواہرات ہوں گے آپ اس میں سے غالباً کچھ مجھ کو عطا فرمائیں گے۔ جب اس کی مہر توڑی اور کھلا تو میں نے دیکھا کہ اس میں ستو ہیں آپ نے ایک مٹھی باہر نکالے اور پیالہ میں ڈال کر پانی ملایا اور پیا اور مجھ کو بھی پلایا میں صبر نہ کر سکا میں نے عرض کیا اے امیر المؤمنین عراق میں ہر قسم کے کھانے ہوتے ہیں آپ یہاں رہ کر یہ کیا کھاتے ہیں۔ فرمایا خدا کی قسم میں بخل کی وجہ سے اس پر مہر نہیں لگاتا بلکہ اس خوف سے کہ اس میں سوائے ستو کے کہیں اور کوئی چیز نہ رکھ دی جائے۔ مجھے یہ پسند نہیں کہ میرا پیٹ سوائے پاک چیزوں کے اور کسی چیز سے بھرے اس لئے اس قدر احتیاط کرتا ہوں (ارجح المطالب صفحہ ۱۴۶ اور تذکرۃ خواص الامۃ سبط ابن جوزی صفحہ ۶۵)

شیخ سلیمان بلخی قندوزی ینابیع المودۃ میں لکھتے ہیں کہ عبداللہ ابن ابی رافع سے منقول ہے کہ میں عید کے دن حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے میرے سامنے چمڑے کا ایک تھیلہ رکھ دیا میں نے اس کو کھولا اس میں جو کی روٹیوں کے خشک ٹکڑے تھے آپ اس میں سے کھانے لگے میں نے عرض کیا یا امیر المؤمنین آپ نے اس پر مہر کیوں لگائی فرمایا میں لڑکوں

سے ڈرتا ہوں کہ کہیں روغن یا زیت سے اس کو چرب نہ کردیں (باب ۵۱ صفحہ ۱۵۰)

ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ حضرت علی ہمیشہ سرکہ اور نمک کے ساتھ کھانا نوش فرمایا کرتے جب کبھی اس سے ترقی فرماتے تو بعض ترکاریاں استعمال فرماتے اور اگر اس سے بھی بڑھتے تو کبھی اونٹنی کا دودھ تھوڑا سا نوش فرمالیا کرتے۔ معمولاً گوشت نوش نہ فرماتے اگر کھاتے بھی تو بہت کم اور فرماتے کہ اپنے پیٹ کو حیوانوں کا مقبرہ مت بناؤ (ارجح المطالب صفحہ ۲۴۷ و ینابیع المودۃ صفحہ ۱۵۰)

علی بن ربیعہ الرائی سے منقول ہے کہ حضرت علی کی دو بیبیاں تھیں جب ایک کی باری ہوتی تو نصف درہم کا گوشت خرید فرماتے اور جب دوسری کی باری ہوتی تو بھی یہی کرتے (ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۲۳۰)

ابوصالح سے مروی ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت ام کلثوم (حضرت علی کی صاحبزادی) کی خدمت میں گیا وہ کنگھی کررہی تھیں میرے اور ان کے درمیان صرف ایک پردہ تھا اتنے میں حضرات حسنینؑ انکے پاس تشریف لائے۔ حضرت ام کلثوم نے ان سے فرمایا ابوصالح کو آپ کچھ کھلاتے نہیں وہ میرے پاس ایک شوربہ کا پیالہ لائے جس میں دال پڑی ہوئی تھی میں نے کہا آپ حضرات امیر ہوکر ایسا کھانا کھاتے ہیں حضرت ام کلثوم نے فرمایا اے ابوصالح اگر تم امیر المؤمنین حضرت علی مرتضی کے طعام کو دیکھو تو تم کو یہ شوربا غنیمت معلوم ہو (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۶)

شیخ سلیمان بلخی کندوزی ینابیع المودۃ صفحہ ۱۴۹ میں لکھتے ہیں کہ:

و امـا الـزهـد فـی الدنیا فهو سید الـزهـاد ما شبع من طعام قط و کان اخشن الناس ماکلاً و ملبساً	زہد فی الدنیا کے متعلق یہ ہے کہ آپ سید الزہاد تھے اور آپ نے ہرگز کبھی آسودہ ہوکر کھانا نہ کھایا یا آپ لوگوں میں بہت سخت موٹا جھوٹا کھانا اور کپڑا استعمال کرنے والے تھے۔

کیفیت لباس

عمدہ لباس اور قیمتی پوشاک سے حضرت علی کو بالکل ذوق نہ تھا۔ اور ظاہری نمائش اور طمطراق کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ لباس میں عمامہ کو بہت پسند کرتے تھے۔ چنانچہ فرمایا کرتے کہ ''العمام تیجان العرب'' یعنی عمامے عربوں کے تاج ہیں۔ کبھی کبھی سفید ٹوپی بھی پہنتے تھے کرتہ کی آستین اس قدر چھوٹی ہوتی کہ آدھا ہاتھ کھلا رہتا۔ تہہ بھی نصف ساق تک ہوتا تھا۔ کبھی صرف ایک چادر اور ایک تہہ ہی پر قناعت کرتے پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنتے۔ بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے جس پر ''لله الملک'' منقوش تھا (خلفائے راشدین صفحہ ۳۴۷)۔

ہارون ابن عنزہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت علیؑ کے پاس قصر خورنق میں گیا موسم سرما تھا سردی شدت سے پڑ رہی تھی حضرت علی صرف ایک پرانا کپڑا اوڑھے ہوئے تھے میں نے عرض کیا اے امیر المؤمنین اللہ تعالیٰ نے آپ کے اور آپ کے اہل و عیال کیلئے بیت المال میں حصہ مقرر کیا ہے اور آپ اپنے نفس کے ساتھ یہ برتاؤ کر رہے ہیں۔ فرمایا خدا کی قسم میں تمہارے مالوں میں سے کسی چیز کو نہیں پسند کرتا یہ میرا وہی کیس ہے جو مدینہ سے لایا ہوں (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۵ و تذکرۃ الخواص الامۃ صفحہ ۶۶ و ارجح المطالب صفحہ ۱۴۱ بروایت امام احمد و ابن اثیر)

زید ابن وہب سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی گھر سے باہر تشریف لائے تہہ میں جا بجا پیوند لگے ہوئے تھے۔ ابن نعجہ خارجی اس لباس کو دیکھ کر برا کہنے لگا آپ نے فرمایا تم کو میرے لباس سے کیا سروکار میرا یہ لباس غرور سے بالکل دور ہے اور اس لائق ہے کہ مسلمان اس کی پیروی کریں (کنزل العمال جلد ۶ صفحہ ۴۱۰ و ریاض النضرہ بروایت احمد جلد ۲ صفحہ ۲۳۰ و ارجح المطالب صفحہ ۱۴۲)

عمرو بن قیس کہتے ہیں کہ لوگوں نے حضرت علیؑ سے عرض کیا اے امیر المؤمنین آپ اپنے کرتہ میں پیوند کیوں لگایا کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ یہ دل میں خشوع پیدا کرتا ہے اور مسلمانوں کیلئے ایک اچھا نمونہ ہے کہ وہ اس کی پیروی کریں (کنزل العمال بروایت ھناد و حلیۃ الاولیاء جلد ۶ صفحہ ۴۰۹ و ریاض النضرہ بروایت امام احمد جلد ۲ صفحہ ۲۳۰ و ارجح المطالب صفحہ ۱۴۲)

ام سلیم سے حضرت علیؑ کے لباس کے متعلق پوچھا گیا وہ کہنے لگیں کہ سنبلانی کمل تھی

ضحاک بن عمیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؑ کی اس قمیص کو دیکھا تھا جس پر آپ کی وفات ہوئی وہ سنبلان کا روی ٹاٹ تھا میں نے اس میں خون کا اثر بھی دیکھا (ریاض النضرہ جلد۲ صفحہ ۲۲۰)

شیخ سلیمان بلخی لکھتے ہیں کہ کتاب المناقب میں ہے کہ جو قمیص آپ وقت شہادت پہنے ہوئے تھے وہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس تھی اس کا طول ۱۲ بالشت اور عرض تین بالشت تھا اور اس میں خون کا اثر تھا (ینابیع المودۃ صفحہ ۱۵۰)

ابوملیکہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عثمان نے مجھ کو بعاقیب میں حضرت علی کی خدمت میں بھیجا تو میں نے دیکھا کہ آپ اپنی ردا کا تہہ باندھے اور اس پر رسی لپیٹے ہوئے اونٹ پر بدُّودار روغن مل رہے ہیں (ارجح المطالب صفحہ ۱۴۲)

ابی بحر اپنے شیخ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؑ کو ایک موٹا تہہ باندھے ہوئے دیکھا جس کی قیمت پانچ درہم تھی اور پانچ درہم ان کے پاس تھے آپ فرمانے لگے کہ یہ ہمارا نفقہ ہے (ریاض النضرہ جلد۲ صفحہ ۲۳۰)

اسد الغابہ میں ہے کہ ابی البحر نے اپنے شیخ سے روایت کی کہ میں نے حضرت علیؑ کو ایک موٹا تہہ باندھے ہوئے دیکھا آپ نے فرمایا میں نے اس کو پانچ درہم کو خریدا ہے اگر کوئی اس میں مجھ کو ایک درہم نفع دے تو میں اس کو بیچ ڈالوں راوی کا قول ہے کہ میں نے آپ کو بحالت خلافت چادر کا تہہ باندھے رسی سے بہت سخت کسے ہوئے اونٹ پر روغن ملتے ہوئے دیکھا ہے (ارجح المطالب ص ۱۴۲)

حافظ سلفی حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی جب خلیفہ تھے تو انہوں نے ایک قمیص تین درہم کو مول لی اور اس کی آستینوں کو ہاتھ کے جوڑ کے پاس سے کتروا دیا اور فرمایا کہ "الحمد للہ الذی ھذا من ریاشه" (ریاض النضرہ جلد۲ ص ۲۳۰) اس خدا کا شکر ہے کہ جس نے ہم کو یہ لباس فاخرہ عطا کیا۔

ابوسعید ازدی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؑ کو دیکھا کہ آپ بازار میں کھڑے فرما رہے تھے کہ کیا کسی کے پاس تین درہم کی قیمت کا اچھا کرتہ ہے؟ ایک شخص نے کہا میرے پاس ہے۔ آپ نے کرتا دیکھ کر پسند فرمایا اور اس کو تین درہم کو خرید کر لیا۔ جب پہنا تو اسکی آستین

انگلیوں سے بڑی نکلی۔آپ نے اسکو ترشوادیا (ریاض النضرۃ جلد۲ صفحہ ۲۳۰)

عبداللہ ابن ابی الہذیل کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کو گھر سے تشریف لاتے دیکھا آپ ایک موٹا کرتہ پہنے ہوئے تھے اگر اس کی آستین کھینچی جاتی تو وہ ہاتھ کے ناخن تک پہونچ جاتی اور اگر چھوڑ دی جاتی تو سکڑ کر نصف کلائی تک رہ جاتی (ریاض النضرہ جلد۲ صفحہ ۲۲۹ و کنزل العمال جلد ۶ ص ۴۰۹)

حسن بن جرموز اپنے والد سے نقل ہیں کہ میں نے حضرت علی کو مسجد کوفہ سے نکلتے ہوئے دیکھا دو چادریں قطری انکے پاس تھیں ایک کا تہد باندھے ہوئے تھے اور ایک اوڑھے ہوئے۔ تہد نصف ساق تک تھا بازاروں میں گشت فرما رہے تھے اور ہاتھ میں دُرّہ تھا لوگوں کو خدا کے خوف سے سچ بولنے اور کھرا سودا بیچنے اور ناپ تول درست رکھنے کی نصیحت فرماتے تھے (ریاض النضرہ جلد۲ صفحہ ۲۲۹)

ابی النواء کرپاس فروش کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علی میرے پاس قنبر کو ساتھ لئے تشریف لائے اور دو موٹے کپڑے خریدے پھر قنبر سے فرمایا کہ اس میں سے ایک جو تجھ کو پسند ہو وہ تو لے لے قنبر نے ایک کو پسند کیا دوسرا آپ نے لے لیا (ارجح المطالب ص ۱۴۳)

ابو حبان تیمی اپنے والد سے ناقل ہیں کہ میں نے حضرت علی کو ممبر پر فرماتے سنا ہے کہ کون میری یہ تلوار خریدتا ہے اگر میرے پاس تہد کی قیمت ہوتی تو میں اس کو نہ بیچتا۔عبدالرزاق اپنے مصنف میں لکھتے ہیں کہ یہ حال حضرت علیؑ کا اس وقت تھا جب ملک شام کے سوا تمامی اسلامی دنیا انکے قبضہ میں تھیں (ریاض النضرہ جلد۲ صفحہ ۲۳۵)

عطا کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کو بغیر دھلا ہوا کپڑا پہنے ہوئے دیکھا ہے (کنزل العمال جلد۶۲ صفحہ ۴۰۹)

علی ابن ارقم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کو بازار میں تلوار فروخت کرتے وقت یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کوئی ہے جو مجھ سے اس تلوار کو خرید لے اس خدا کی قسم جو دانہ کو پھاڑتا ہے میں نے اس تلوار سے آنخضرت کا ساتھ ہو کر کافروں سے جہاد کیا ہے اگر اس وقت میرے پاس تہد کی قیمت ہوتی تو میں اس کو ہرگز نہ بیچتا (کنزل العمال جلد ۶ صفحہ ۴۰۹

وریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۵۔ تذکرۃ خواص الامہ صفحہ ۶۶)

عبداللہ ابن عباس کہتے ہیں کہ ایک روز میں حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے دیکھا کہ آپ جوتا سی رہے ہیں میں نے کہا کہ یہ آپ کا جوتا کون ایسا قیمتی ہے جسے آپ درست کر رہے ہیں فرمایا کہ بخدا مجھ کو یہ جوتا بہت پسند ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جوتا سیتے تھے کپڑوں کو پیوند لگاتے تھے اور حمار پر سوار ہوتے تھے اور اپنی پشت پر دوسرے کو بھی بیٹھا لیتے تھے (تذکرۃ خواص الامہ سبط ابن جوزی صفحہ ۶۷)

کیفیت فرش

حضرت علی مرتضی فرماتے ہیں کہ جب میرا نکاح حضرت فاطمہ سے ہوا تو میرے پاس کوئی فرش نہ تھا صرف ایک بکرے کی کھال تھی جس پر رات کو ہم لیٹتے تھے اور صبح کو ہمارا اونٹ اس پر چارا کھاتا (کنزل العمال جلد ۶ صفحہ ۴۰۹)

سوید بن غفلہ کہتے ہیں کہ ایک روز میں حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ایک پرانے بورئے پر تشریف فرما تھے میں نے عرض کیا اے امیر المؤمنین آپ مسلمانوں کے امیر اور بیت المال کے مختار ہیں بادشاہوں کے ایلچی آپ کے پاس آتے ہیں لیکن آپ کے گھر میں اس پرانے بورئے کے سوا کچھ نہیں فرمانے لگے عاقل کبھی ایسے گھر سے انس نہیں کرتا جس سے کہ نقل کرنا ضروری ہے ہمارے پیش نظر دار آخرت ہے ہم اپنے سامان کو وہاں منتقل کر چکے ہیں اور خود بھی عنقریب وہیں جانیوالے ہیں۔ میں یہ سنکر رو دیا (تذکرۃ خواص الامۃ سبط ابن الجوزی صفحہ ۶۷)

خصائص حضرت علیؑ

سید انوار الرحمٰن بسمل جلد اول رسالۂ ائمۃ الہدی صفحہ ۱۰۵ میں حضرت علی کے خصائص حسب ذیل لکھتے ہیں آپ خانۂ کعبہ کے اندر پیدا ہوئے۔ آنحضرتؐ کے آغوش رحمت میں تربیت پائی۔ سابق الاسلام ہوئے کبھی بتوں کی پرستش نہیں کی سب سے پہلے آنحضرت کے ساتھ نماز ادا کی خلعت وزارت ومنصب وصایت حاصل فرمایا۔ شب ہجرت میں جان نثاری کیلئے آنحضرت کے بستر پر سوئے۔ حضرت فاطمہ کے ساتھ اللہ تعالی نے آپ کا نکاح فرمایا۔

آپ کا گھر ازواج مطہرات کے حجروں کے درمیاں بنایا گیا۔ مسجد میں آپکے گھر کا دروازہ رہا۔ بحالت جنابت آپ کو مسجد میں آنا جائز تھا۔ آنحضرت نے عقد مواخات کے موقع پر آپ کو اپنا بھائی بنایا۔ بدر میں آپ سے خاص شجاعت ظاہر ہوئی۔ احد میں علاوہ ثابت قدمی کے حضرت جبرئیلؑ جنگ میں بصورت وحیہ کلبی آپ کے معین ہوئے۔ فرشتوں نے آپ کی شان میں ''لا فتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار'' پکارا۔ قصہ مظاہرہ میں اللہ تعالیٰ نے بہ لقب صالح المؤمنین آپ کو یاد فرمایا۔ غزوۂ خندق میں شجاعت ایسی آپ سے ظاہر ہوئی کہ آنحضرت نے فرمایا علی کی کارگزاری میری امت کے تمام اعمال سے جو قیامت تک کریں افضل ہے۔ صلح حدیبیہ میں کاتب صلح نامہ آپ ہی تھے۔ فرامین رسالت بنام شاہان عالم و دیگر امور میں اکثر آپ ہی کاتب رہے۔ غزوۂ خیبر میں فتح کا سہرا آپ کے سر رہا۔ فتح مکہ کے دن آپ راکب دوش نبیؐ ہوئے۔ غزوۂ حنین میں آنحضرتؐ کے ساتھ رہے۔ محاصرہ طائف میں اللہ تعالیٰ نے آپ سے سرگوشی کی۔ سال نہم میں بحکم الٰہی آپ حامل سورۂ برائت ہوئے۔ غزوہ تبوک میں آپ کو منزلت ہارونی عطا ہوئی۔ عام الوفود میں بروز مباہلہ آپ نفس نبی قرار پائے۔ یمن بھیجے گئے تو آپ کو منشور قضا ملا۔ حجۃ الوداع سے واپسی پر مولائے مؤمنین ہوئے آپ کی ولا سے لوگ ولی اللہ اور عداوت سے عدو اللہ ہونے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مہتمم غسل و تجہیز و تکفین جسد اطہر ٹھہرے۔ آپ سے آنحضرتؐ نے آخر وقت تکلم فرمایا۔ آپ کو غسالہ رسول پینا نصیب ہوا۔ آنحضرتؐ کے نماز جنازہ کی دعا آپ نے تعلیم فرمائی۔ آنحضرتؐ نے قربانی کی دعا میں آپ کو اپنا شریک فرمایا۔ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد حسب ارشاد آپ اپنی شہادت تک آنحضرتؐ کی طرف سے قربانی کرتے رہے۔ اپنے گھروں سے فرشتوں کے نزول کی آواز سنی اور فرشتوں نے آپ کو سلام کیا۔ آپ راسخ الایمان ہوئے ایمان کی ٹھنڈک قلب جبرئیل علیہ السلام میں پہونچی ایمان کا پلہ آسمان اور زمین سے زیادہ بھاری ہوا۔ ذات الٰہی میں دیوانگی۔ احکام کی پابندی میں سختی۔ گوشت اور خون کا ایمان میں مخلوط ہونا۔ دل کا امتحان الٰہی میں ثابت قدم ہونا۔ دل کا ہدایت یافتہ و ہدایت کرنیوالا ہونا اور زبان کا ثابت ہونا۔ آپ کے وجود کا بمنزلۂ کعبہ کے ہونا۔ آپ کے ذکر و محبت کا عبادت میں شمار ہونا۔ آپ سے علیحدہ

ہونا رسول اللہ سے علیحدہ ہونے کے مساوی ہونا۔ آپ سے حسد کرنا رسول اللہؐ سے حسد کرنیکے برابر ہونا۔ آپکی مدد کرنے والے کی خدا کی جانب سے امداد ہونا۔ آپ سے جنگ کرنا آنخضرتؐ سے جنگ کرنے کے مساوی ہونا۔ آپ سے بغض کرنا علامت نفاق ہونا۔ آپ کی ایذا آنخضرتؐ کی ایذا کے مساوی ہونا۔ آپ کا سبّ سبّ رسولؐ ہونا۔ آپ کا غضب غضب رسولؐ ہونا۔ آپ کی تولا کے بغیر خوشبوئے جنت سے محروم رہنا۔ آپ کی محبت اور رفاقت کا موجب صد ہزار فضائل ہونا۔ آپ کی تولا کے بغیر پل صراط سے گذر کا دشوار ہونا۔ آپ کے گوشت اور خون کا آنخضرتؐ کا گوشت اور خون ہونا۔ قرآن اور حق کا آپ کے ساتھ ہونا۔ آپ کا ناکثین وقاسطین ومارقین سے جہاد کرنا۔ آپ کے قاتل کا بدبخت ترین خلائق ہونا۔ آپ کا جنت میں آنخضرتؐ کے ساتھ ایک گھر اور ایک درجہ میں ہونا۔ آپ کا اہل جنت پر مثل ستارۂ صبح کے چمکنا۔ آپ کا ساقی کوثر ہونا۔ آپ کی ملاقات کا اشتیاق انبیاء علیھم السلام کو ہونا وغیرہ اس قسم کے آپ کے خصائص صدہا ہیں۔ احادیث ان سے بھری ہوئے ہیں مشتی نمونہ از خرواری ہم نے ناظرین کے سامنے پیش کر دیئے ہیں تا کہ اس سے اس امر کا اندازہ ہو جائے کہ عنداللہ و عند رسولؐ، حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کا مرتبہ کس قدر عالی ہے اور اتباعِ محمدیؐ کو آپ کے بارے میں کس قدر احتیاط وادب واحترام لازمی ہے کیا خوب کہا ہے ؎

ای کہ نور ولایت می نگنجی در جہات	ذات پاک تست الحق فخر فخر کائنات
نقشہا بستند گر چہ بعد پیغمبر بسی	ہیچو تو نقشی نشد ممکن ہم اندر ممکنات
گرچہ حق را بندگی مختص ولی تعظیم را	بر عباد الصالحین واجب سلامت فی الصلوہ
ذات پاکت راچہ بتوان گفت آخر یا علی	بودۂ معروف از اسماء حسنی فی الصفات
بندۂ افتادۂ بر عتبۂ پاکِ توام	اے خداوند نعم من زرح خاک توام
سایہ افگن بر سرم ای مصطفیٰ را نونہال	کیف مد الظل را کن درحق من عین حال

(جدب)

اولیات حضرت علی علیہ السلام

مولوی سید صدر الدین احمد علوی موسوی کتاب رواح المصطفی من ازہار المرتضی صفحہ ۱۱ میں لکھتے ہیں:

کہ حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کے اولیات حسب ذیل ہیں:

(۱) آپ سب سے اول ہیں جو دو ہاشمیوں سے پیدا ہوئے (اسطور سے کہ آپ کے والد ابو طالب بن عبد المطلب بن ہاشم اور آپ کی والد فاطمہ بنت اسد بن ہاشم تھیں آپ سے قبل کسی کو یہ شرف حاصل نہیں ہوا۔

(۲) آپ بنی ہاشم میں سب سے اول خلیفہ ہوئے۔

(۳) آپ بہ قول مرجح بعد حضرت خدیجہؓ سب سے اول اسلام لائے۔

(۴) آپ نے رسول اللہؐ کے سامنے کفار پر سب سے پہلے تیغ زنی کی۔

(۵) آپ نے بدر میں سب سے اول کافر کو قتل کیا۔

(۶) آپ ہی سے اولاً نکث بیعت کیا گیا۔

(۷) آپ نے سب سے پہلے محاربہ میں مبالغہ کیا یعنی کثرت سے کفار کو قتل کیا۔

(۸) آپ نے سب سے پہلے قید خانہ بنایا۔

(۹) آپ نے سب سے پہلی "سَلُونی عمّا دون العَرشِ" (مجھ سے پوچھو عرش کے نیچے جتنی چیزیں ہیں) فرمایا۔

(۱۰) آپ نے سب سے پہلے مسئلہ عائلہ کا استخراج کیا۔

(۱۱) آپ نے سب سے پہلے میراث خنثیٰ مشکل میں فتویٰ دیا۔

(۱۲) آپ نے سب سے اول آنحضرتؐ کے حضور میں قضایا کے فیصلہ کئے اور آنحضرتؐ نے آپ کے قضایا کو برقرار رکھا۔

(۱۳) آپ سب میں اول ہیں جن کے بیٹے باپ کے بعد خلیفہ ہوئے۔

(۱۴) آپ سب سے اول ہیں کہ آپ کی خلافت میں تحکیم ہوئی۔

(۱۵) آپ کلام عرب میں اصول وقواعد عربیہ کے بنانے میں اول ہیں۔

(۱۶) آپ اول ہیں جنھوں نے دارالامارت مدینہ سے منتقل کر کے کوفہ کو دارالامارت بنایا۔

(۱۷) آپ اول ہیں جن سے طرق الی اللہ جاری ہوئے تمام اولیاء اللہ کے سلاسل آپ کی طرف منتہی ہوتے ہیں۔

(۱۸) آپ اول ہیں ان میں کہ جنھوں نے اپنے نفس کو خدا کی راہ میں فروخت کیا۔

(۱۹) آپ اول ہیں بنی ہاشم کے امداد میں۔

(۲۰) آپ اول ہیں جو قیامت میں خدا کے سامنے دونوں زانو توڑ کر خصومت کریں گے۔

(۲۱) آپ اول ہیں جو حوض پر وارد ہوں گے۔

(۲۲) آپ اول ہیں جو رسول اللہ سے مصافحہ قیامت میں کریں گے۔

(۲۳) آپ سب سے اول ہیں جن کی نعش ایک قبر سے دوسری قبر میں منتقل کی گئی۔

(۲۴) آپ اول ہیں جو قیامت میں اٹھیں گے۔

پھر صفحہ ۳۰ میں لکھتے ہیں کہ حضرت علی عشرۂ مبشرہ میں سے ایک اور خلفائے راشدین میں سے ایک اور شوریٰ میں سے ایک (جو حضرت عمرؓ نے خلافت کیلئے مقرر فرمایا تھا) اور خطبائے معروف میں سے ایک اور زہاد مشہور میں سے ایک اور سابقین اسلام میں سے ایک... (کہ بقول صحیح مختار بجز حضرت خدیجہ کے اور کسی کو آپ پر سبقت نہیں) اور منتظرین خلافت میں سے ایک ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے آپ کے ساتھ وہی معاملہ کیا جو منتظر الخلافت کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

شیخ محمد صالح کشفی مناقب مرتضویہ صفحہ ۸۹ میں لکھتے ہیں ؎

در فضائل بے نظیر آمد علی	بر ہم عالم امیر آمد علی
آن علی کو با محمد در شکم	داشت ایمان بلکہ در بطن قدم
آن علی کو مادرش در کعبہ زاد	آنکہ بر دوش پیمبر پا نہاد
آن علی کو چون بیامد در جہان	شست اور را سرور پیغمبران

آن علی کو ماش از غیب آمدہ	آنچہ از غیب است بے عیب آمدہ
آن علی کز علم بر سر تاج یافت	آن علی کو خرقۂ معراج یافت
آن علی کو انس و جاں را رہ نمود	گوئے میدان سلونی درّ بود
آن علی کو واقف راز خداست	آن علی کو سرور اہل صفااست
آن علی کو خاتم خود در نماز	کرد با سائل زبہر حق نیاز
آن علی کو انما در شان اوست	ہر دو عالم تابع فرمان اوست
آن علی کو مجتبیٰ و مرتضیٰ است	آن علی کو راز دار مصطفیٰ ﷺ است
آن علی کو ہست امیر المؤمنین	آن علی کو ہست امام العارفین
آن علی کو اولین اولیا است	آن علی کو بہترین اوصیاست
آن علی کو قطب وقت خویش بود	در ہمہ دادی ز جملہ بیش بود
آن علی کو ساقی کوثر بود	رتبۂ او از ہمہ بر تر بود
آن علی کورا اویس آمد مرید	آن اویسی کہ بصفین شد شہید
آن علی کو شاہ دل درویش بود	مدحت او در دلم مستی فزود

مراتب حضرت علی علیہ السلام

مراتب میں محبوبیت سے بڑھ کر کوئی مرتبہ نہیں۔ ارباب کشف وعرفان وعلمائے عالی شان کی مصنفہ کتابیں اس کی شاہد ہیں۔ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو مرتبۂ محبوبیت علی وجہ الکمال حاصل تھا اور یہ محبوبیت دو طرح پر تھی۔ محبوبیت حق ومحبوبیت رسول

ا۔ محبوبیت حق

عن سفينه مولى النبى صلى الله عليه وسلم قال اهدت امرأة من الانصار الى رسول الله صلى الله	حضرت سفینہ مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ انصار میں سے ایک عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

علیه و سلم طیراً بین رغیفین فقال رسول الله اللهم ائتنی باحب خلقک الیک فاذا الباب یفتح فدخل علی فاکل معه رواه احمد

تذکرۃ خواص الامۃ صفحہ ۲۳ بروایت کتاب الفضائل احمد وریاض النضرۃ جلد ۲ ص ۱۶۱ و ینابیع المودۃ بروایت مسند امام احمد ص ۵۶۰ وغیرہ

پاس ایک بھنا ہوا مرغ دو روٹیوں کے درمیان میں بطور ہدیہ کے لائی آنحضرتؐ نے دعا فرمائی خداوندا جو شخص مخلوقات میں تیرے نزدیک سب سے زائد محبوب ہو اس کو میرے پاس بھیجدے ناگہان دروازہ کھل کر حضرت علی داخل ہوئے اور آنحضرتؐ کے ساتھ کھانے میں شریک ہوئے امام احمد نے اس کی تخریج کی

عن انس بن مالک و قال کان عند النبی صلی الله علیه و سلم طیر فقال اللهم ائتینی باحب خلقک الیک یاکل معی هذا الطیر فجاء علی ابن ابی طالب فاکل معه اخرجه الترمذی وقال غریب و البغوی فی المصابیح فی الحسان

(ریاض النضرۃ جلد ۲ ص ۱۶۰)

حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ آنحضرت کے پاس ایک پکا ہوا مرغ تھا آپ نے فرمایا خداوندا جو مخلوقات میں سب سے زائد تجھ کو محبوب ہو اس کو میرے پاس بھیجدے کہ وہ میرے ساتھ کھائے پھر علی ابن ابی طالب آئے اور ان کے ساتھ کھایا۔ ترمذی نے اس کی تخریج کی اور کہا کہ غریب ہے اور بغوی نے مصابیح میں حسان میں لکھا۔

اس حدیث کو حدیث طیر کہتے ہیں اس کے متعلق ابن کثیر کا قول ہے کہ میں نے ایک کتاب مؤلفہ علامہ ابن جریر طبری دیکھی جس میں انہوں حدیث طیر کے طرق کو جمع کیا ہے۔ حافظ ذہبی نے مفتاح کنز الروایۃ میں بذیل ذکر صحیح عبداللہ بن حاکم لکھا ہے کہ حدیث طیر کے بہت سے طرق ہیں ان سب طریقوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرور اس واقعہ کی اصلیت ہے (ارجح المطالب صفحہ ۵۰۳)

حدیث طیر کا تفصیلی بیان معہ طرق مرویہ واسامی صحابہ کرام وتابعین عظام ومحدثین اعلام

وجرح وقدح واثبات بوجہ احسن ناظرین حصہ سوم کتاب السیرۃ العلویہ بذکر المآثر المرتضویہ موسومہ بہ مناقب المرتضٰی من مواہب المصطفٰی میں ملاحظہ کریں گے۔

عن سهل ابن سعد الساعدی ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال یوم خیبر لاعطین الرایة غدا رجلاً یفتح الله علی یدیه یحب الله و رسوله و یحبه الله و رسوله فلما اصبح الناس غدوا علی رسول الله صلی الله علیه وسلم کلهم یرجون ان یعطاها فقال این علی ابن ابی طالب فقالوا هو یا رسول الله یشتکی عن عینیه قال فارسلوا الیه فاتی به فبصق رسول الله صلی الله علیه و سلم فی عینیه فبر٫ حتی کان لم یکن به وجع فاعطاه الرایة فقال علی یا رسول الله اقاتلهم حتی یکونوا مثلنا قال انفذ علی رسلک حتی تنزل بساحتهم ثم ادعهم الی الاسلام و اخبرهم بما یحب علیهم من حق الله فیه فو الله لا یهدی الله بک رجلا واحداً خیر لک من ان یکون

حضرت سہل بن سعد ساعدی سے مروی ہے کہ آنحضرت نے یوم خیبر ارشاد فرمایا کل ہم یہ علم ایک ایسے شخص کو دیں گے جس کے ہاتھ سے اللہ فتح دیگا وہ شخص اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس کو دوست رکھتے ہیں جب صبح ہوئی تو سب لوگ آنحضرت کے حضور میں حاضر ہوئے ہر ایک شخص کو علم ملنے کی آرزو تھی آنحضرت نے پوچھا کہ علی کہاں ہیں لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ان کی آنکھوں میں سخت آشوب ہے فرمایا ان کو بلا بھیجو وہ بلائے گئے آنحضرتؐ نے اپنا لعاب دہن انکی آنکھوں میں لگایا آنکھیں بالکل اچھی ہوگئیں گویا کہ کبھی درد تھا ہی نہیں پھر آنحضرت نے ان کو علم دیا حضرت علی نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا میں ان سے یہاں تک لڑوں کہ یہ مثل ہمارے مسلمان ہوجائیں آنحضرتؐ نے فرمایا سیدھے چلے جاؤ یہاں تک کہ تم انکے میدان میں جا کر اترو پھر ان کو

لک حمرا لنعم متفق علیہ (مشکوۃ شریف ص ۵۵۵) اسلام کی دعوت دو اور جو کچھ ان پر خدا کا حق واجب ہے اس سے ان کو مطلع کرو خدا کی قسم اگر تمہارے ذریعہ سے خدا ایک شخص کو بھی ہدایت کرے گا تو تمہارے لئے سرخ بالوں والے اونٹ سے بہتر ہوگا۔

یہ حدیث بھی کئی طریقوں سے مروی ہے اکثر طرق اس کے ناظرین مناقب المرتضی من مواہب المصطفیٰ میں ملاحظہ کریں گے۔ یہاں حسب ضرورت ایک ہی حدیث متفق علیہ بخاری ومسلم پر اکتفا کی گئی ہے۔

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی اللہ تعالی کے محبوب تھے اور محبت من اللہ سے کثرت ثواب مراد ہے امام نووی شرح منہاج میں لکھتے ہیں کہ بندہ کے ساتھ خدا کی محبت کرنے سے یہ مطلب ہے کہ خداوند تعالی اپنے بندہ کو عبادت پر قدرت دیتا اور تشریف عصمت سے مشرف فرماتا اور امتثال اوامر کی توفیق دیتا اور اپنی مہربانیاں اس کے حق میں سہل کردیتا اور راہ ثواب کی ہدایت کرتا اور اپنی رحمت کا اس پر اضافہ فرماتا ہے یہ تمام امور مبادی محبت الہی ہوتے ہیں اور غایت محبت یہ ہوتی ہے کہ حق اس کے دل کے پردوں کو کھول دیتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنی بصیرت سے اپنے معبود کو دیکھتا ہے جیسا کہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ

لا یزال العبد یتقرب الیّ بالنوافل حتی احبه فاذا احببته کنت سمعه الذی یسمع به و بصره الذی یبصر به (ارجح المطالب صف ۵۰۳) ہمیشہ رہتا ہے میرا بندہ جو بذریعہ نوافل میرا تقرب حاصل کرتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو دوست رکھتا ہوں اور جب اس کو دوست رکھتا ہوں تو میں اسکی سماعت ہوتا ہوں جس سے سنتا ہے اور اس کی بصارت جس سے دیکھتا ہے۔

۲۔ محبوبیت رسول

(۱) عن عائشه سئلت ای الناس حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ ان سے

احب اللـه و رسول الله قالت فـاطمة فقيل من الرجال قالت زوجها (ریاض النضرۃ بروایت ترمذی جلد۲ صفحہ۱۶۱)	پوچھا گیا کہ آنخضرت کے یہاں کون محبوب ترین تھا؟ کہا فاطمہ پھر پوچھا گیا کہ مردوں میں کہا انکے شوہر۔
(۲) عن عروة قلت لعائشه من كان احب الناس الى رسول الله قالت على فقلت اى شىء كان سبب خروجك عليه قالت له تزوج ابوک امک قلت ذلک من قدر الله و قالت كان ذلک من قدر الله (کنز العمال جلد۶ ص۸۴)	(۲) عروہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ سے پوچھا کہ سب سے زیادہ آنخضرت کو کون محبوب تھا کہا علی میں نے کہا آپ نے ان پر کیوں خروج کیا فرمایا تیری ماں سے تیرے باپ نے کیوں شادی کی تھی میں نے کہا کہ یہ خدا کی قدرت انہوں نے جواب دیا کہ وہ بھی خدا کی قدرت۔
(۳) عن مجمع قال دخلت مع ابى على عائشه فسالتها عن مسيرها يوم الجمل فقالت كان قدراً من الله و سالتها عن على قالت سئلت عن احب الناس الى الرسول الله صلى الله عليه و آله وسلم (ریاض النضرۃ جلد۲ ص۱۶۱)	مجمع کہتے ہیں کہ میں اپنے باپ کے ساتھ حضرت عائشہ کے یہاں آیا میں نے ان سے جنگ جمل کے بارے میں پوچھا انہوں نے کہا یہ خدا کی تقدیر پھر میں نے علی کے متعلق پوچھا فرمایا تم ایسے شخص کے بارے میں دریافت کرتے ہو جو آنخضرت کو سب سے زائد محبوب تھے۔
(۴) و عن نعمان بن بشير قال استاذن ابى بكر على النبىؑ فسمع صوت عائشه عالياً و هى تقول والله لقد علمت ان عليا احب اليک من ابى فاهوى ابو بكر	نعمان ابن بشیر سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو بکر آنخضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت عائشہ کو بہ آواز بلند باتیں کرتے سنا وہ آنخضرتؐ سے کہہ رہی تھیں خدا کی قسم میں جانتی ہوں کہ

لیلطمها و قال یا بنت فلانة تتارک ترفعین صوتک علی رسول الله فامسک رسول الله و خرج ابی بکر مغضبا فقال رسول الله قد راینتنی انفذک من الرجل ثم استاذن ابو بکر بعد ذلک و قد اصطلح رسول الله و عائشه فقال ادخلانی فی السلم کما ادخلتما فی الحرب فقال رسول الله قد فعلنا اخرجه النسائی فی الخصائص (ارجح المطالب صفحہ ۵۰۴)

میرے باپ سے زیادہ علی آپ کو عزیز ہیں حضرت ابوبکر نے بڑھ کر قصد کیا کہ انکے ایک طمانچہ ماریں اور ڈانٹ کر حضرت عائشہ سے فرمانے لگے کہ اے فلان کی بیٹی تو آنحضرت پر چلاتی ہے آنحضرتؐ نے حضرت ابوبکر کو روکا وہ خفا ہوکر چلے گئے آنحضرت نے حضرت عائشہ سے فرمایا کیوں ہم نے تم کو اس شخص کے غصہ سے بچایا پھر حضرت ابوبکر نے اس وقت حاضر ہونے کی اجازت چاہی جب کہ آنحضرت و حضرت عائشہ سے صلح ہو چکی تھی حضرت ابوبکر نے عرض کیا جس طرح میں آپ کے جھگڑے میں دخیل ہوا تھا اسی طرح آپ مجھ کو اس صلح میں بھی شریک کریں آنحضرتؐ نے فرمایا ہم نے شامل کیا نسائی نے خصائص میں اس کو لکھا۔

(۵) عن بریدة قال احب النساء الی الرسول الله صلی الله علیه و سلم فاطمة و من الرجال علی (اخرجه الترمذی و ارجح المطالب صفحه ۵۰۴)

بریدہ کہتے ہیں کہ عورتوں میں سب سے زیادہ محبوب آنحضرت کو فاطمہ اور مردوں میں علی تھے ترمذی نے اس کی تخریج کی۔

(٦) عن معاوية بن ثعلبة قال جاء رجل الى ابى ذر و هو فى مسجد رسول الله ؐ فقال يا ابى ذر الا تخبرنى باحب الناس اليك احبهم الى رسول الله قال اى و رب الكعبة احبهم الى احبهم الى رسول الله هو ذاك الشيخ و اشار الى على (رياض النضره جلد ٢ ص ١٥٩).

معاویہ ابن ثعلبہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے مسجد نبوی میں ابوذر غفاری سے پوچھا کیا تم بتا سکتے ہو کہ سب سے زیادہ تمہیں محبوب کون ہے یہ میں اس لئے پوچھتا ہوں جو تمکو سب سے زیادہ محبوب ہوگا وہی آنخضرت کو سب سے زاید محبوب ہوگا ابو ذر کہنے لگے بر ب کعبہ مجھ کو سب سے زائد محبوب اور انخضرت کو سب سے زائد محبوب یہ بزرگ ہیں یہ کہہ کر حضرت علی کی طرف اشارہ کیا۔

(٧) عن عائشه قالت لما حضر رسول الله صلى الله عليه وسلم الموت قال ادعه يا حبيبى فدعوت له ابا بكر فنظر اليه ثم وضع راسه فقال ادعوا الى حبيبى فدعوت له عمر فنظر اليه ثوبه وضع راسه فقال ادعوالى حبيبى فقلت و يلكم ادعوا له علياً فوالله ما يريد غيره فلما رآه اخرج الثوب الذى كان عليه ثم ادخله فيه فلم يزل يحتضنه حتى قبض و يده عليه (رياض النضره جلد ٢ صفحه ١٨٠

حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ جب آنخضرت کے انتقال کا وقت قریب آیا تو فرمایا کہ میرے محبوب کو بلاؤ میں نے حضرت ابوبکر کو بلایا آنخضرتؐ نے اپنا سر بالین پر رکھ دیا پھر فرمایا میرے محبوب کو بلاؤ میں نے حضرت عمر کو بلایا آنخضرت نے انکو بھی دیکھ کر سر جھکا لیا پھر فرمایا کہ میرے محبوب کو بلاؤ میں نے کہا لوگو تم پر افسوس ہے علی کو بلاؤ خدا کی قسم آنخضرت سوا ان کے اور کسی کو طلب نہیں کرتے جب آنخضرت نے ان کو دیکھا تو ان کو اپنی چادر کے اندر کر لیا اور وقت انتقال تک ان

کو سینہ سے لگائے رہے آپ کا ہاتھ ان پر تھا۔ بروایت رازی و ارجح المطالب صفحہ ۵۰۵ بروایت دار قطنی)

ان بیانات سے حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کی محبوبیت کا اثبات ہوتا ہے مدارج اور مراتب کی اس سے بڑھ کر اور کون دلیل ہو سکتی ہے

صورت گری کہ نقش جمال ترا کشید موئے قلم کند مژۂ آفتاب را

ظہور معجزات نبویؐ در حق حضرت مرتضویؓ

حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کی ذات سراپا بہجت و کمالات انوار و برکات کے ظہور کیلئے بنائی گئی مخلوقات میں انکی ذات ستودہ صفات خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بہترین معجزہ تھی۔ انوار و برکات کا ظہور ائمہ کرام کا وجود با وجود ہے جس کا منشاء ظہور حضرت علی ہیں آپ پر کمالات و برکات کا جیسا کچھ ورود ہوا وہ ناظرین تواریخ و سیر پر مخفی نہیں۔ یہاں پر مقصود صرف وہ معجزات ہیں جو حضرت علی کیلئے ظاہر ہوئے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء میں لکھتے ہیں کہ بار ہا آپ کے نفس قدسی پر شعاع نبوی کا پرتو پڑا اور بڑے بڑے معجزات آپ کے حق میں ظاہر ہوئے اور فیض الٰہی نے ہمت نبویہ کو آپ کے کام میں صرف کیا جس سے آپ کے بہت سے مقامات قوت سے فعلیت میں آئے۔

ا۔ وقت روانگی بطرف یمن

جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو یمن کی جانب بھیجنے لگے آپ نے عرض کیا یارسول اللہ آپ مجھ کو سن رسیدہ لوگوں کی طرف بھیجتے ہیں حالانکہ میں کم سن ہوں اور مجھے قضا کا علم بھی نہیں ہے۔

حضرت علی کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے اپنے دست مبارک و میرے سینہ پر رکھا اور فرمایا خدا تم کو ہدایت کرے گا اور تمہاری زبان کو قابو میں رکھے گا پھر حضرت علی نے فرمایا مجھ پر فیصلہ کرنا دشوار نہیں ہوا ایک روایت میں ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ مجھ کو فیصلہ کرنے میں شبہ نہیں ہوا

اس کے بعد میں برابر فیصلہ کرتا رہا (جلد سوم ترجمہ ازالۃ الخفاص ۳۲۶)

۲۔ حفظ قرآن مجید

ایک مرتبہ حضرت علی نے آنحضرتؐ سے عرض کیا آپ نے ایک نماز نفل تعلیم فرمائی۔ جامع ترمذی کے ابواب الدعوات و مستدرک حاکم میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت تشریف فرما تھے حضرت علی نے حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میرے سینہ سے کلام اللہ نکل جاتا ہے مجھ کو اس کے یاد رکھنے کی قدرت نہیں ہوتی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ایک نماز تم کو تعلیم کرتا ہوں جس سے تم کو بہت نفع ہوگا اور جس کو تم تعلیم کرو گے اس کو بھی فائدہ ہوگا وہ نماز یہ ہے کہ شب جمعہ میں اگر تم سے ہوسکے تو رات کی اخیر تہائی میں اور اگر نہ ہوسکے تو اول رات میں چار رکعت بہ نیت نفل پڑھو پہلی رکعت میں بعد الحمد سورۂ یسین دوسری رکعت میں بعد الحمد کے سوۂ دخان تیسری رکعت میں بعد الحمد کے سورۂ الم سجدہ چوتھی رکعت میں بعد الحمد کے سورۂ ملک پڑھو، سلام کے بعد خدا کی حمد و ثنا کرو اور مجھ پر اور تمام انبیائے کرام پر درود بھیجو اور جملہ مؤمنین کے حق میں استغفار کر کے یہ دعا پڑھو۔

اَللّٰھُمَ بَدِیۡعُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ذَ الۡجَلَالِ وَ الۡاِکۡرَامِ وَ الۡعِزَۃِ الَّتِی لَاتُرَامَ أَسۡئَلُکَ یَا رَحۡمٰنُ بِجَلَالِکَ وَ نُوۡرِ وَجۡھِکَ أَنۡ تَلۡزِمَ قَلۡبِی حِفۡظَ کِتَابِکَ کَمَا عَلَّمۡتَنِی وَارۡزُقۡنِی اَنۡ اَتۡلُوۡہُ عَلَیَ النَّحۡوِ الَّذِیۡ یُرۡضِیۡکَ عَنِّیۡ. اَللّٰھُمَ بَدِیۡعُ السَّمَوَاتِ وَ الۡاَرۡضِ ذِی الۡجَلَالِ وَ الۡاِکۡرَامِ وَ الۡعِزَّۃِ الَّتِیۡ لَاتُرَامُ أَسۡئَلُکَ یَا رَحۡمٰنُ بِجَلَالِکَ وَ نُوۡرِ وَجۡھِکَ اَنۡ تُنَوِّرَ بِکِتَابِکَ بَصَرِیۡ وَاَنۡ تُطۡلِقَ بِہٖ لِسَانِیۡ وَ اَنۡ تُفَرِّجَ بِہٖ عَنۡ قَلۡبِی وَ اَنۡ تَشۡرَحَ بِہٖ صَدۡرِیۡ وَ اَنۡ تَغۡسِلَ بِہٖ بَدَنِی فَاِنَّہٗ لَا یُعِیۡنُنِیۡ عَلَی الۡحَقِّ غَیۡرُکَ وِ لَاتُؤۡتِیۡہِ اِلَّا اَنۡتَ وَ لَا حَوۡلَکَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الۡعَلِیُّ الۡعَظِیۡمِ

پھر فرمایا اے ابوالحسن یہ دعا تین جمعہ یا پانچ یا سات جمعہ تک پڑھو اللہ تعالیٰ دعا قبول کرے گا خدا کی قسم جو دیندار اس کو کرے گا اس کا مقصد حاصل ہوگا حضرت ابن عباس فرماتے

ہیں کہ پانچ یا سات جمعہ نہ گذرے تھے کہ حضرت علی نے آ کر آنحضرتؐ سے بیان کیا کہ اس سے قبل تین یا چار آیتیں روز یاد کرتا تھا وہ بھی بھول جاتا تھا اب چالیس آیتیں جس وقت پڑھتا ہوں اس طرح یاد ہو جاتی ہیں کہ گویا دیکھ کر پڑھتا ہوں اس سے قبل ایک بات بھی یاد نہ رہتی تھی اب جو کچھ سنتا، وہ بجنسہ یاد رہتا ہے حاکم نے مستدرک میں بھی اس روایت کو لکھا (ترمذی والی روایت ازالۃ الخفا جلد سوم صفحہ ۳۲۷ سے ماخوذ ہے)

۳۔ حفظ احادیث

آنحضرت نے حفظ احادیث کیلئے حضرت علیؓ کے حق میں دعا فرمائی۔ حدیث میں ہے کہ جب آیت وتعیھا اذن واعیۃ نازل ہوئی تو آنحضرتؐ نے حضرت علی سے فرمایا کہ میں نے خدا سے دعا کی ہے کہ علی کو یاد رکھنے کے کان عطا فرما (اس آیت کا شان نزول معہ دیگر متعلقات مناقب المرتضیٰ من مواہب المصطفےٰ میں بالتفصیل بیان ہوگا۔

۴۔ دفع درد چشم

جنگ خیبر میں جب حضرت علی کی آنکھیں آشوب کرائی تھیں تو آنحضرتؐ نے اپنا لعاب دہن لگایا اور دعا مانگی آنکھیں بالکل اچھی ہوگئیں خود حضرت علی فرماتے ہیں کہ جب سے آنحضرت نے اپنا لعاب دہن لگایا اسوقت سے میری آنکھیں نہیں دکھیں (امام احمد ابو یعلی وابو الخیر قزوینی نے اس کی تخریج کی یہ روایت کتب احادیث صحاح وحسان میں بروایت سعد ابن ابی وقاص وسلمہ بن الاکوع وسہل بن سعد مرقوم ہے)

۵۔ دفع تکلیف صیف وشتا

حضرت علی گرمی وسردی کی تکلیف سے محفوظ ہو گئے تھے اسی جنگ خیبر میں آنحضرتؐ نے آپ کیلئے دعا فرمائی تھی کہ خدایا علی سے سردی وگرمی کی مضرت کو دفع فرما۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ آپ گرمیوں میں جاڑوں اور جاڑوں میں گرمیاں کے کپڑے پہنے رہتے تھے سردی یا گرمی کی تکلیف بالکل نہیں ہوتی تھی۔ امام احمد وبزار وابن جریر باولی اختلاف اس روایت کو صحت کے ساتھ لکھتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلے سے مروی ہے کہ حضرت علی جاڑوں میں صرف تہد اور

ایک ہلکی چادر اوڑھ کر نکلا کرتے تھے اور گرمیوں میں روئی دار موٹے کپڑے پہنا کرتے تھے لوگوں نے مجھ سے کہا کہ تم اپنے والد کے ذریعہ سے اس کا سبب دریافت کرو انہوں نے حضرت علی سے عرض کیا کہ اے امیر المومنین آپ بے خوف وخطر سردی میں گرمی کپڑے اور گرمی میں سردی کے کپڑے پہنتے ہیں آپ کو کچھ تکلیف نہیں ہوتی اس کی کیا وجہ ہے فرمایا اے ابولیلی کیا تم ہمارے ساتھ خیبر میں موجود نہ تھے انہوں نے کہا میں موجود تھا فرمایا کہ جب آنحضرت نے خیبر فتح کرنے کیلئے حضرات شیخین کو بھیجا اور وہ شکست کھا کر واپس آئے تب آنحضرت نے فرمایا کہ ہم یہ علم ایسے شخص کو دیں گے جو اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس کو دوست رکھتے ہیں وہ بھاگنے والا نہیں پھر آنحضرتؐ نے مجھ کو بلوایا میری آنکھیں آشوب کر رہی تھیں آنحضرتؐ نے اپنا لعاب دہن میری آنکھوں میں لگایا اور دعا فرمائی کہ خداوندا اس سے سردی وگرمی کی تکلیف دور کرا سکے بعد پھر مجھ کو سردی وگرمی نے نہ ستایا اسی لئے میں ایسا کرتا ہوں (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۴ ازالۃ الخفا جلد ۳ صفحہ ۳۲۸ میں یہ تینوں واقعہ بھی موجود ہیں)

۲۔ دفع درد پا

حضرت علی کے پاؤں میں آنحضرت نے جب سے اپنا لعاب دہن لگایا تب سے آپ کے پاؤں میں درد نہیں ہوا چنانچہ ابورافع سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے وقت ہجرت حضرت علی کو امانات وغیرہ ادا کرنے کیلئے مکہ معظمہ میں چھوڑ دیا تھا اور یہ فرمایا تھا کہ بعد ادائے امانات مدینہ چلے آنا آپ تعمیل ارشاد کر کے مدینہ روانہ ہوئے رات کو چلتے اور دن میں کفار کے خوف سے پوشدہ ہو جاتے جب مدینہ شریف پہونچے اور آنحضرتؐ کو آپ کے آنے کی اطلاع ہوئی تو لوگوں سے فرمایا کہ علی کو میرے پاس لاؤ۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ چل نہیں سکتے۔ آنحضرتؐ خود ان کے پاس تشریف لے گئے دیکھا کہ ان کے پاؤں متورم تھے اور ان سے خون ٹپک رہا تھا آپ نے اپنا لعاب دہن ان کے پاؤں پر ملا اور ان کیلئے عافیت کی دعا مانگی ان کے پاؤں بالکل اچھے ہو گئے اور انتقال کے وقت تک پھر نہ دکھے (ارجح المطالب بروایت اسد الغابہ صفحہ ۶۹۰۔

۷۔ دفع اوجاع

حضرت علی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں شدید درد میں مبتلا تھا آنخضرتؐ کے حضور میں آیا آپ نے اپنی جگہ پر مجھے کھڑا کیا اور خود کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور اپنا کپڑا میرے اوپر ڈالدیا اور فرمایا کہ اے ابن ابی طالب اب تم اچھے ہو گئے اب درد وغیرہ کچھ نہیں میں نے اللہ سے جو کچھ اپنے لئے مانگا وہی تمہارے لئے بھی مانگا سب کچھ مجھے عطا ہوا البتہ صرف یہ ارشاد ہوا کہ تمہارے بعد نبوت نہیں حضرت علی فرماتے ہیں کہ میں کھڑے کھڑے ایسا اچھا ہوا کہ گویا کبھی بیمار نہ تھا (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۴۰۶ بروایت ابن ابی عاصم وابن جریر وابن شاہین وغیرہ)

۸۔ شفائے امراض

حضرت علی کو آنخضرت کی دعا کی برکت سے پھر کوئی بیماری نہیں ہوئی چنانچہ ترمذی شریف میں حضرت علی سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میں بیمار ہوا آنخضرتؐ بغرض عیادت تشریف لائے میں کہہ رہا تھا کہ خداوندا اگر میری موت آگئی ہے تو مجھ کو نجات دے اور اگر موت نہیں آئی ہے تو اس مرض سے شفا دے اور اگر امتحان ہے تو مجھے صبر عطا کر آنخضرتؐ نے فرمایا کہ تم یہ کیا کہہ رہے تھے میں نے اس کا اعادہ کیا آنخضرتؐ نے اپنے پائے مبارک سے مجھے ٹھکرا کر فرمایا اے اللہ اس کو شفا و عافیت دے حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد سے میں بیمار ہی نہیں ہوا (ارجح المطالب صفحہ ۶۸۹ و ازالۃ الخفا جلد ۳ صفحہ ۳۲۸ و کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۲)

۹۔ برکت اولاد

حضرت علی کا نکاح جسوقت آنخضرتؐ نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کے ساتھ کیا تو یہ دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کثرت سے پاک اور پاکیزہ پیدا کرے اور اس میں برکت عطا فرمائے حضرت انس فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو اولاد پاکیزہ اور بکثرت دی (ازالۃ الخفا جلد ۳ صفہ ۳۲۸)

۱۰۔ معجزہ رد الشمس

بہ اسانید صحیحہ وطرق متعددہ حضرت اسماء بنت عمیس سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ بعد فتح خیبر منزل صہبا میں فروکش تھے ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو کسی کام کیلئے بھیجا اس اثنا میں آنحضرتؐ نے عصر کی نماز بھی پڑھ لی۔ بعد نماز عصر جب حضرت علی آنحضرتؐ کی خدمت میں واپس آئے تو آنحضرتؐ لیٹ گئے اور اپنا سر مبارک حضرت علی کے گھٹنہ پر رکھ لیا اسی حالت میں وحی نازل ہوئی وقت نزول وحی آنحضرت کی حالت قریب بہ غشی ہو جاتی تھی حضرت علیؑ جس طرح بیٹھے تھے اسی طرح خاموش بیٹھے رہے آفتاب غروب ہو گیا۔ بعد نزول وحی آنحضرتؐ نے سر اٹھا کر فرمایا اے علی کیا تم نماز عصر پڑھ چکے ہو آپ نے عرض کیا کہ ابھی نہیں آنحضرتؐ نے دعا فرمائی کہ خداوند تیرا بندہ علی تیرے نبی کے کام میں رکا ہوا تھا اس لئے اس کی نماز فوت ہو گئی ہے اس کے لئے تو آفتاب کو پھیر دے۔ حضرت اسماء فرماتی ہیں کہ آفتاب بعد غروب پھر مغرب سے لوٹ آیا اور اسقدر بلند ہوا کہ پہاڑوں اور زمین پر دھوپ پھیل گئی۔ حضرت علی نے اٹھ کر وضو کیا اور نماز عصر ادا کی تب آفتاب غروب ہوا۔ شیخ علی متقی نے کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۲۷۷ میں اس حدیث رد الشمس کو بروایت حضرت علی کتاب رد الشمس مؤلفہ ابوالحسن سادان فضلی عراقی سے لیکر لکھا۔

علامہ محب طبری نے ریاض النضرۃ میں اس حدیث کو کئی طریقہ سے بروایت حضرت امام حسن وحضرت اسماء بنت عمیس دولابی وحاکمی سے لیکر لکھا (جلد ۲ باب رابع فصل سادس صفحہ ۱۷۹)

ابوالمظفر شمس الدین سبط ابن جوزی اس حدیث رد الشمس کو بہ اسناد بروایت حضرت اسماء بنت عمیس لکھ کر لکھتے ہیں۔ کہ اگر یہ کہا جائے کہ میرے جد، ابن جوزی نے اسے موضوعات میں لکھا اس دلیل سے کہ یہ روایت مضطرب ہے جسکے روات میں احمد بن داؤد مجہول ہیں اور اسی طرح فضل بن مرزوق بھی ضعیف ہیں۔ اور عبدالرحمٰن بن شریک بھی جن کو ابو حاتم نے ضعیف کہا ہے اور ابن عقدہ کو ہم متہم نہیں کرتے صرف یہ کہتے ہیں کہ وہ رافضی تھا اگر یہ روایت تسلیم بھی کر لی جائے تو نماز عصر کا قضا ہونا تو ثابت ہے آفتاب کے غروب کے بعد پھر لوٹ آنے سے ادا نہیں ہو گی اور صحیح

حدیث میں صاف طور پر ہے کہ آفتاب سوائے یوشع بن نون کے اور کسی کے لئے نہیں رکا۔

اس سب کا جواب یہ ہے کہ میرے جد ابن الجوزی کا اس حدیث کو یقیناً موضوع کہنا یہ تو دعویٰ بلا دلیل ہے رواۃ پر قدح کے متعلق تو جواب یہ ہے کہ میں نے اس حدیث کو ثقات اور عدول لوگوں سے روایت کیا اس طرح سے کہ مجھے خبر دی ابوالقاسم عبدالمحسن بن عبداللہ بن احمد طوسی نے ان سے ان کے والد عبداللہ نے ان سے انکے والد ابونصر احمد نے ان سے ابوالحسین نے ان سے ابو جبانہ نے ان سے بغوی نے ان سے طالوت بن عباد نے ان سے ابراہیم بن الحسن بن الحسن نے ان سے فاطمہ بنت الحسین نے ان سے اسماء بنت عمیس نے بیان کیا۔

اس روایت میں ایک بھی ضعیف نہیں ہیں۔ ابو ہریرہ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے جسکی تخریج ابن مردویہ نے کی ممکن ہے کہ انکا یہ قول ابو ہریرہ والی روایت کے متعلق ہو۔ ابن عقدہ کے متعلق اعتراض کا جواب یہ ہے کہ انکی عدالت مشہور ہے۔ وہ فضائل اہل بیت روایت کرتے تھے اور اسی پر اقتصار کرتے اور دیگر صحابہ کے بارہ میں مدح وذم پر کوئی تعرض نہ کرتے اس لئے وہ رفض کی طرف منسوب ہوئے۔ نماز عصر کے قضا ہونے کے متعلق یہ ہے کہ ارباب عقول سلیمہ اسکے معتقد نہیں کہ آفتاب نے غائب ہو کر پھر عود کیا حقیقتاً وہ سیر معتاد سے رکا رہا۔ لوگوں نے غائب ہونے کا خیال کر لیا اسکی سیر تھوڑی ہوتی ہے اور اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ حقیقتاً آفتاب لوٹ آیا تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ اور حضرت علی کی کرامت کہی جاسکتی ہے جس طرح حضرت یوشع کے لئے آفتاب کا رکنا بالا جماع ثابت ہے اور یہ حضرت موسیٰ کا معجزہ یا حضرت یوشع کی کرامت کہی جاتی ہے اگر حضرت موسیٰ کا وہ معجزہ مانا جائے تو آنحضرتؐ ان سے زائد افضل ہیں اور اگر حضرت یوشع کی کرامت مانی جائے تو حضرت علی بھی حضرت یوشع سے افضل ہیں کیونکہ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے کہ میری امت کے علما انبیائے بنی اسرائیل کے مثل ہیں۔ جب یہ ارشاد عوام علما کے لئے ہے تو حضرت علی کے متعلق بہتر بطریق اولیٰ ہوگا۔ اور اس سے زائد بہترین دلیل یہ ہے کہ امام احمد فضائل میں محمد بن یونس سے اور وہ حسن ابن عبدالرحمٰن انصاری سے اور وہ عمر بن جمیع سے اور وہ ابن ابی لیلی سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: صدیق تین ہیں: حزقیل، مؤمن آل فرعون، حبیب نجار مؤمن آل یاسین۔ علی ابن ابیطالب یہ ان

سے افضل ہے حزقیل بھی انبیائے بنی اسرائیل میں مثل حضرت یوشع کے ایک نبی تھے۔اس حدیث سے حضرت علی کی فضیلت انبیاء بنی اسرائیل پر نکلتی ہے اس بارہ میں ایک عجیب وغریب حکایت مجھ سے میرے شیوخ عراق کی ایک جماعت نے بیان کی کہ ابومنصور مظفر بن آردشیر قبادی واعظ بغداد کے مدرسۂ باب ابرزمین وعظ کہہ رہے تھے اور ہم لوگ بھی موجود تھے حدیث ردالشمس کا نہایت نفیس بیان ہورہاتھا اسی کے ساتھ اہلبیتؑ کے فضائل بھی بیان ہوتے جاتے تھے۔آسمان پر اسقدر ابر محیط ہوگیا کہ جس سے آفتاب بالکل چھپ گیا۔ حاضرین جلسہ یہ سمجھے کہ آفتاب غروب ہوگیا ابومنصور مظفر دفعتاً ممبر پر چڑھ گئے اور آفتاب کو مخاطب کر کے بکمال جذب کہنے لگے اشعار:

لاتغربی یا شمس حتی ینتھی　　　　مدحی لآل المصطفیٰ و لنجله

اے آفتاب جب تک کہ مدح آل مصطفیٰ ختم نہ ہو غروب نہ ہونا

و اثنیٰ عنانک ان اردت ثنائھم　　　　انسیت ان کان الوقوف لاجله

واپس ہومیں انکی ثنا میں مصروف ہوں تو کیا بھول گیا کہ انکے سبب سے رکا رہا تھا

ان کان للمولیٰ وقوفک فلیکن　　　　ھذا الوقوف لخیله و لرجله

اگر مولیٰ (علیؑ) کیلئے تیرا وہ وقوف تھا تو یہ وقوف انکے غلاموں اور مداحوں کیلئے ہو

لوگ بیان کرتے ہیں کہ ابر ہٹ گیا اور آفتاب نظر آنے لگا۔ (تذکرۃ خواص الامہ لسبط ابن الجوزی صفحہ ۳۰)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ازالۃ الخفاء میں حدیث ردالشمس کو بہ اسناد اپنے استاد شیخ ابوطاہر کردی سے اخذ کر کے اس حدیث کے متعلق یہ لکھا ہے کہ حافظ جلال الدین سیوطی نے کشف اللبس فی حدیث ردالشمس کے ایک مقام میں لکھا ہے کہ ردالشمس ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے امام ابوجعفر طحاوی وغیرہ نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے حافظ ابوالفرج ابن جوزی نے بہت زیادتی کی ہے کہ انھوں نے اسکو کتاب موضوعات میں داخل کردیا انکے شاگرد محدث ابوعبداللہ محمد بن یوسف دمشقی صالحی نے مزیل اللبس عن حدیث ردالشمس کے ایک مقام پر بیان کیا ہے کہ اس حدیث کو طحاوی نے اپنی کتاب مشکل الآثار میں اسماء بنت عمیس سے دوطریقوں سے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ دونوں حدیثیں ثابت ہیں انکے راوی ثقہ ہیں اور قاضی عیاض نے اسکو شفا میں درج کیا ہے اور حافظ ابن سیدالناس نے بشری اللبیب میں اور حافظ علاء الدین مغلطائی نے اپنی کتاب

الزہر الباسم میں درج کیا ہے اور ابوالفتح ازدی نے اسکی تصحیح کی ہے اور ابوزرعہ و ابن عراقی اسکے حسن ہونے کے قائل ہیں اور ہمارے شیخ جلال الدین سیوطی نے الدرر المنتشرہ فی الاحادیث المشتہرہ میں بیان کی ہے اور حافظ احمد ابن صالح نے کہا ہے یہ تم کو کافی ہے جس کا مقصد علم حاصل کرنا ہے اس کو اسماء کی حدیث سے اختلاف نہ کرنا چاہیے کیونکہ وہ نبوت کی بہت بڑی نشانیوں میں سے ہے اور انھوں نے ابن جوزی پر انکار کیا ہے کہ انھوں نے اس حدیث کو موضوعات کی کتاب میں داخل کر دیا ہے۔ میں کہتا ہوں طحاوی نے اسکو دو طرح روایت کیا ہے۔ دوسری روایت میں محمد بن موسیٰ وہی ہیں جو قطری کے نام سے مشہور ہیں اور انکی روایت پسندیدہ ہے اور وہ عون بن محمد حضرت علی بن ابیطالب کے پوتے ہیں اور انکی والدہ ام جعفر بنت محمد بن جعفر بن ابیطالب تھیں پھر طحاوی نے اس حدیث کے معارضہ میں اس حدیث کو پیش کیا جو چند طرق سے ابوہریرہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ یوشع کے سوا کسی کیلئے آفتاب نہیں رکا پھر خود ہی اسکا جواب دیا ہے کہ ممکن ہے کہ یوشع کیساتھ جو بات مخصوص تھی وہ یہ ہو کہ انکے لئے آفتاب غروب ہونکے بعد لوٹایا گیا ہو پھر خود ہی اس جواب کو رد کر دیا ہے۔ کہ ایک حدیث میں ہے "فحسبها الله علیه ای علی یوشع" (یعنی خدا نے آفتاب کو یوشعؑ کے اوپر غروب ہونے سے روک دیا)۔ طحاوی کا کلام ختم ہوا۔ (ترجمۂ ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء جلد ۳ صفحہ ۳۳۰ مطبوعہ کارخانۂ وطن لاہور)۔

شیخ محمد سلیمان حنفی بلخی قندوزی لکھتے ہیں کہ حدیث ردالشمس کو حضرت ام سلمہ و اسماء بنت عمیس و جابر ابن عبداللہ و ابوسعید خدری اور جماعت صحابہ نے روایت کیا۔ بروایت اسماء بنت عمیس طبرانی نے معجم کبیر میں لکھا جیسا کہ جمع الفوائد میں ہے اور ابن المغازلی و حموینی و موفق بن احمد نے بروایت اسماء اپنے اسناد سے بھی لکھا ہے۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے آبائے کرام سے بھی اسکو روایت کیا ہے ابن حجر ہیتمی مکی نے صواعق محرقہ میں حضرت علی کے کرامات میں درج کیا ہے۔ حسان بن ثابت کے اس بارے میں حسب ذیل اشعار ہیں:

یا قوم من مثل علی و قد ردت علیه الشمس من غائب

اے قوم! علی کے مثل کون ہے جنکے لئے آفتاب غروب ہو کر واپس ہوا

اخو رسول الله و صهره والاخ لا یعدل بالصاحب

وہ رسول اللہ ﷺ کے بھائی اور داماد ہیں اور بھائی دوست کے برابر نہیں ہوتا۔

موفق بن احمد خوارزمی اپنی سند سے مجاہد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس سے لوگوں نے کہا کہ آپ علی بن ابی طالب کی شان میں کیا کہتے ہیں آپ نے فرمایا کہ:

والله احد الثقلين سبق بالشهادتين و صلى القبلتين و بايع البيعتين و هو ابو السبطين الحسن و الحسين وردت عليه الشمس مرتين فمثله فى الامة مثل ذى القرنين و هو مولاى و مولى الثقلين. (ينابيع المودة باب ۴۷ صفحه ۱۳۷).

خدا کی قسم وہ ثقلین (قرآن واہلبیت) میں سے ایک ہیں۔ سب سے اول شہادتین (اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمداً رسول اللہ) ادا کرنیوالے ہیں۔ انھوں نے دونوں قبلوں (بیت المقدس اور کعبہ) کی طرف نماز پڑھی اور دو بیعتیں (بیعت اول قبل ہجرت بیعت عقبہ و بیت دوم بیعت الرضوان) کہیں ہیں اور وہ سبطین جو حسن و حسین ہیں انکے باپ ہیں انکے لئے آفتاب کو دو مرتبہ رجعت ہوئی اس امت میں وہ مثل ذوالقرنین کے ہیں اور وہ میرے اور تمام جن وانس کے مولا ہیں۔

واقعۂ رد الشمس کو اکثر لوگوں نے حضرت علیؑ کے کرامات میں شمار کیا ہے۔ لیکن در حقیقت یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلیٰ ترین معجزہ ہے۔ جو حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے علو مرتبت و رفعت منزلت کی بدیہی اور واضح دلیل ہے۔

اخبار عن الغیب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کے متعلق جو امور کہ ہونے والے تھے اسکی بھی اطلاع دیدی تھی یہ آپکی پیشگوئی بطور اخبار عن المغیبات تھی۔

حضرت علیؑ کے مشکلات

خود آپ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میری امت میرے بعد تم سے بیوفائی کرے گی (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۷ ابروایت دارقطنی وحاکم وخطیب)۔

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرت نے حضرت علی سے فرمایا تم کو میرے بعد مصیبت پیش آیگی۔ حضرت علی نے پوچھا کہ یہ مصیبت میری سلامتی دین کیساتھ پیش آیگی؟ فرمایا: ہاں! تمہاری سلامتی دین کے ساتھ پیش آیگی (کنزل العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۷ ابروایت حاکم)

اطلاع جنگ جمل

حضرت علی وحضرت عائشہ کے درمیان جو لڑائی پیش آئی اس کو جنگ جمل کہتے ہیں اسکی خبر آنحضرتؐ نے یوں دی کہ ایک مرتبہ ازواج مطہرات کے مجمع میں تشریف فرما تھے۔ آنحضرتؐ فرمانے لگے: تم میں سے ایک پر حواب کے کتے بھونکیں گے اور وہ ناحق پر ہوگی۔ حضرت عائشہ کیساتھ یہ معاملہ پیش آیا۔ یا حضرت زبیر سے فرمایا تھا کہ تم علی پر ناحق خروج کروگے۔ (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۸۳ و ۸۵۔ کتاب الفتن من قسم الافعال)۔

اطلاع جنگ صفین وشہادت حضرت عمار بن یاسرؓ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خندق میں حضرت عمار بن یاسر سے فرمایا تھا کہ تمکو گروہ باغی قتل کریگا۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا اے عمار تمکو گروہ باغی قتل کریگا۔ تم اسکو جنت کی طرف دعوت دوگے اور وہ تمکو دوزخ کی طرف بلاویں گے (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۸۴)

حضرت عمار بن یاسر نے بمعیت حضرت علی جنگ صفین میں معاویہ ابن ابی سفیان کی لشکرکشیوں کے ہاتھ سے شہادت پائی۔

خوارج کی اطلاع

حضرت ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت مال غنیمت تقسیم فرمارہے تھے بنو تمیم کا ایک شخص کہنے لگا یارسول اللہ انصاف سے مال تقسیم فرمایئے آپنے فرمایا کہ میں نہ انصاف

کرونگا تو کون کریگا؟ اسکی گستاخی پر حضرت عمر فاروقؓ سخت برہم ہوئے آنحضرتؐ سے عرض کیا کہ حکم ہو تو اسکی گردن اڑادوں۔ آنحضرت نے فرمایا جانے دو اسکے رفقا ایسے ہونگے جن کے نماز روزہ کے مقابل تم کو اپنے نماز اور روزہ حقیر معلوم ہونگے۔ وہ لوگ قرآن کی تلاوت کرینگے لیکن قرآن حلق کے نیچے نہ اترے گا مذہب کے دائرہ سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر نشانہ کے پار نکل جاتا ہے۔ اس گروہ کی علامت یہ ہے کہ ان میں ایک سیاہ فام شخص پیدا ہوگا جس کے دونوں بازوں میں عورت کے پستان کی طرح گوشت لٹکتا ہوگا۔ حضرت ابو سعید خدری کا بیان ہے کہ حضرت علی نے اس گروہ سے جنگ کی اور میں انکے ساتھ موجود تھا اس سیاہ فام کی تلاش کی گئی تو جو علامات آنحضرتؐ نے بتائے تھے وہ اس میں پائے گئے۔ (اس قسم کی تمام حدیثیں کنز العمال جلد ۶ کتاب الفتن میں ہیں)۔

شہادت کی اطلاع

حضرت علی اور بعض اصحاب کسی سفر میں آنحضرتؐ کے ساتھ تھے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا میں بتاؤں کہ دو سب سے بد بخت انسان کون ہیں لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ بتایئے۔ فرمایا کہ ایک قوم ثمود کا بد بخت سرخ رنگ والا جس نے ناقۂ ثمود کو قتل کیا اور اے علی دوسرا وہ جو تمہاری گردن پر تلوار ماریگا۔ (احادیث مذکورۂ بالا معہ تمام طرق احسن الانتخاب میں بالتفصیل آچکی ہیں یہاں مختصراً حسب ضرورت لکھی گئیں)۔

جناب خان بہادر منشی تاج الدین جذب مغفور کاکوروی نے اپنے مسدس میں کیا خوب کہا ہے:

آنکہ قدر گوہرش پیش خدا بودہ عزیز — خود شدے ماؤ شما را از تواضع دستیاب
بر سماء عزو تمکین عیسیٰ یزدان رسوخ — در جہان قدر گویا چوں محمد لاجواب
یا علی گشتہ محمد یا محمد شد علی — یا کہ یک یک شانِ حق واللہ اعلم بالصواب

کرامات حضرت علیؓ

اگرچہ صدور خرق عادات وکشف وکرامات حضرت علی ایسی ذات کے لئے کوئی بڑی بات نہیں آپ کی کرامت در حقیقت وہی ہے جو عند اللہ آپ کو حاصل ہوئی اور عند الرسول آپ کے

مناقب فاخرہ وفضائل متکاثرہ ومدائح عظیمہ وخصائل حمیدہ ظاہر ہوئے۔ان سب کے علاوہ جو کچھ کرامتیں آپ کی اولاد کرام نیز تمام اہل اللہ سے صادر ہوئیں وہ سب بھی درحقیقت آپ ہی کی کرامتیں ہیں اس لئے کہ مرجع الکل آپ کی ذات مبارک ہے۔علماو فضلا و اولیاء اللہ وعرفا آپ کے خوان نعمت کے ریزہ چین وذلہ ربا ہیں:

فروغ چشم آگاہی امیرالمؤمنین حیدر ز انگشت یداللہی امیرالمؤمنین حیدر

مداح آل سید المرسلین مولانا محمد مبین فرنگی محلی رسالہ وسیلۃ النجات صفحہ ۱۶۵ میں لکھتے ہیں۔

اما کرامات وے و کشت مغیبات و خوارق عادات مانند معجزات سرور کائنات بعید و بیحد مشہور و معروف بدرجۂ تواتر رسیدہ و کم کسی است کہ رجوع بخلوص و نیاز بجناب آن مشکل کشا ہادی راہ ہدا علی مرتضیٰ داشت و از بلا و محن نجات نیافت.

آپ کے کرامات اور کشف مغیبات اور خوارق عادات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کے مثل بیحد وشمار معروف و مشہور ہیں اور درجۂ تواتر کو پہونچ چکے۔ایسا کوئی شخص کم ہے کہ اس نے خلوص و نیاز کیساتھ حضرت علی مرتضیٰ مشکلکشا کی جناب میں رجوع کی ہو اور رنج و بلا سے نجات نہ پائی ہو۔

اس ذات گرامی کے کرامات اور خرق عادات کی کیا انتہا کہ جس کے چہرۂ اقدس پر نظر کرنا عبادت ہو۔جس کا ذکر عبادت کا ثواب رکھتا ہو۔جسکو بارگاہ نبوت سے اپنی اخوت کی خصوصیت اور انبیائے اولوالعزم سے تمثیل کا شرف عطا ہوا ہو۔جو منزلت ہارونی و مرتبت عیسوی سے سرفراز ہو۔جس کا ہر فعل کرامت ہر قول حجت اور ہر عمل لائق تبعیت ہو۔مگر بمتابعت اکابر قوم چند واقعات تیمناً و تبرکاً لکھے جاتے ہیں تاکہ یہی ذریعۂ آمرزش و باعث توجہ حضرات ائمہ اہلبیت قرار پائیں بقول حضرت میرزا مظہر جانجاناںؒ:

نکرد مظہر ما طاعتے و رفت بخاک نجات خود بہ تولائے بوتراب گذاشت

(۱)۔منقول ہے کہ جب حضرت علی کوفہ میں تشریف لائے تو آپ کے ساتھ اکثر لوگوں نے کوفہ میں بود و باش اختیار کرلی۔ان میں سے ایک جوان آپ کے محبین میں داخل ہوگیا لڑائیوں

میں برابر حاضر رہا اور وہیں کوفہ میں نکاح کیا۔ ایک روز حضرت علی بعد نماز صبح ایک شخص سے فرمانے لگے کہ فلاں محلہ میں جاؤ وہاں مسجد کے قریب ایک مکان ہے اس میں تمکو ایک مرد اور ایک عورت کے لڑنے کی آواز سنائی دے گی۔ تم ان کو میرے پاس لے آؤ وہ ان دونوں کو آپ کی خدمت میں لے آئے۔ آپ نے ان سے پوچھا تم رات بھر کیوں لڑتے رہے اس نے عرض کیا اے امیر المؤمنین! میں نے اس عورت سے نکاح کیا ہے جب خلوت کا وقت آیا تو مجھ کو اس سے ایسی نفرت ہوگئی کہ میں اس سے صحبت نہ کر سکا اگر مجھکو استطاعت ہوتی تو میں اسی وقت اسکو گھر سے نکال دیتا۔ اسی خاص وجہ سے ہم دونوں میں تکرار ہو رہی تھی کہ آپکا خادم ہمارے پاس پہونچا۔ ہم دونوں حاضر ہیں۔ حضرت علی نے حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا اکثر ایسی باتیں ہوتی ہیں جو غیر کے سامنے نہیں بیان کی جاسکتیں۔ سب لوگ اٹھ کر چلے گئے۔ آپ نے اس عورت سے فرمایا تجھ کو معلوم ہے کہ یہ جوان کون ہے۔ اس نے عرض کیا مجھ کو نہیں معلوم۔ آپ نے فرمایا اگر ہم تجھکو تیری کسی پوشیدہ بات سے مطلع کریں تو انکار مت کرنا اس نے اقرار کیا آپنے فرمایا کہ کیا تو فلاں شخص کی بیٹی نہیں ہے؟ وہ کہنے لگی ہاں میں وہی ہوں۔ پھر فرمایا کہ کیا تیرا چچازاد بھائی نہیں تھا اور تم دونوں میں محبت نہیں تھی اس نے عرض کیا صحیح ہے۔ پھر فرمایا تیرا باپ اس سے تیرا نکاح نہیں کرنا چاہتا تھا اور تیرے پڑوس سے اس کو نکال دیا تھا اس نے عرض کیا بجا ہے پھر فرمایا کہ تو ایک رات قضاء حاجت کے لئے باہر نکلی تھی اس مرد نے تجھ سے وطی کی تھی اور تو اس سے حاملہ ہوگئی تھی پھر تو نے اپنے حمل کو اپنے باپ سے چھپایا تھا۔ تیری ماں کو یہ بات معلوم ہوگئی تھی وضع حمل کے وقت رات میں وہ تجھکو گھر سے لیکر باہر نکلی تھی اور تیرے لڑکا پیدا ہوا تھا تو نے اسکو کپڑے میں لپیٹ کر دیوار پر سے پھینک دیا تھا ایک کتا آیا تھا اور وہ اس کو سونگھنے لگا تھا تجھکو خوف پیدا ہوا کہ کہیں اسکو کتا نہ کھا جائے اسلئے تو نے کتے کے پتھر کھینچ کر مارا تھا وہ پتھر اس لڑکے کے سر پر لگا اور اس کا سر زخمی ہو گیا تھا تو نے اور تیری ماں نے لوٹ کر اس کے سر پر پٹی باندھ کر چھوڑ دیا۔ پھر تجھکو اس کا حال معلوم نہیں ہوا وہ عورت یہ سب سن کر خاموش کھڑی رہی۔ آپنے فرمایا کہ سچ بول۔ اس نے عرض کیا اے امیر المؤمنین سچ ہے میری ماں کے سوا اور کسی کو اس بات کی خبر نہیں۔ حضرت علی نے فرمایا کہ خدا نے مجھکو اس سے مطلع کر دیا ہے۔ پھر فلاں قوم کے لوگ صبح کو اس لڑکے کو اٹھا لے گئے وہ لڑکا ان لوگوں میں پرورش پا کر جوان ہوا اور

ان کے ساتھ کوفہ میں آیا اور تیرے ساتھ نکاح کیا۔ دیکھ یہ وہی تیرا بیٹا ہے۔ پھر حضرت علی نے اس جوان سے ارشاد فرمایا کہ اپنا سر کھول اس نے کھولا زخم کا نشان دکھائی دیا آپ نے فرمایا کہ یہ تیرا بیٹا ہے خدا نے اسکو حرام سے بچالیا اپنے بیٹے کو لے اور گھر لوٹ جا تیرا اور اسکا نکاح نہیں ہوا۔ (مطالب السئول صفحہ ۴۶)۔

(۲)۔ حسن ابن رکنذان فارسی کہتے ہیں کہ میں حضرت علی کی خدمت میں حاضر تھا کہ لوگ فرات کی طغیانی کی شکایت لیکر آئے اور کہنے لگے کہ فرات کا پانی اتنا بڑھ گیا ہے کہ جس سے ہمارے کھیتوں کے تلف ہوجانے کا خوف ہے۔ ہماری استدعا ہے کہ آپ خدا کی جناب میں دعا فرمائیں کہ فرات کا پانی کم ہوجائے۔ آپ یہ سن کر گھر میں تشریف لے گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ عمامہ اور ردا پہن کر ہاتھ میں عصا لئے برآمد ہوئے اور سوار ہوکر چلے لوگوں کو ساتھ لیا۔ فرات پر پہونچکر آپ ٹھہر گئے اور گھوڑے سے اتر کر دو رکعتیں پڑھیں پھر اٹھے اور عصا ہاتھ میں لیکر پل کی طرف تشریف لے گئے حضرات حسنین علیہما السلام کے سوا اور کوئی ہمراہ نہ تھا عصا سے پانی کی طرف اشارہ کیا پانی بقدر ایک گز کے کم ہوگیا۔ آپ نے لوگوں سے دریافت کیا کہ اسقدر پانی کافی ہے لوگوں نے عرض کیا زیادہ ہے۔ آپ نے دوبارہ اشارہ کیا ایک گز اور کم ہوگیا پھر لوگوں سے پوچھا کہ اب کافی ہے لوگوں نے کہا اب بھی زیادہ ہے۔ آپ نے تیسری مرتبہ اشارہ کیا ایک گز اور کم ہوگیا لوگوں نے عرض کیا اے امیر المؤمنین اب اسقدر کافی ہے۔ (مطالب السئول صفحہ ۴۶)

(۳)۔ اسماء بنت عمیس کہتی ہیں کہ مجھ سے حضرت فاطمہ نے بیان کیا کہ جس رات حضرت علی میرے پاس آئے میں نے زمین کی آواز سنی کہ وہ ان سے باتیں کرتی تھی صبح کو میں نے اسکا تذکرہ آنحضرتؐ سے کیا آنحضرتؐ سجدہ میں گئے دیر کے بعد سر اٹھا کر فرمایا اے فاطمہ تجھکو پاکیزہ نسل مبارک ہو اللہ تعالی نے تیرے شوہر کو تمام سب پر فضیلت دی اور زمین کو حکم دیا کہ تمام باتوں سے اسکو مطلع کردے۔ (ارجح المطالب صفحہ ۶۷۸۔ وسیلۃ النجاۃ صفحہ ۱۷۶)

(۴)۔ شیخ ابوعبداللہ خطیب خوارزمی روایت کرتے ہیں کہ معاویہ بن سفیان نے اپنے چند ہمنشینوں سے بیان کیا کہ میں تم کو علی کا امتحان لیکر دکھاتا ہوں کہ وہ کبھی حرف باطل زبان پر نہیں لاتے انھوں نے اپنے تین معتبر آدمیوں سے کہا کہ تم کوفہ میں جاکر میرے مرنے کی خبر اڑادو۔ جب

کوفہ ایک منزل رہ جائے تو تم یکے بعد دیگرے جانا اور میری موت کی خبر منتشر کرنا۔ یہ ضروری ہے کہ میری بیماری اور وقت موت اور جائے قبر اور نماز پڑھانے والے کے متعلق بیان میں اختلاف نہ ہو۔ پہلے ایک شخص جا کر بیان کرے پھر دوسرا اور تیسرا جا کر تصدیق کرے دیکھو علی کیا کہتے ہیں۔ تینوں شخص حسب الحکم معاویہ کوفہ گئے۔ جب کوفہ ایک منزل رہ گیا تو پہلے ایک شخص آیا لوگوں نے اس سے شام کا حال پوچھا اس نے بیان کیا کہ معاویہ مر گئے۔ اسکو لوگ حضرت علی کے پاس لے گئے۔ آپنے اسکے قول پر کچھ اعتنا نہ کی دوسرے روز دوسرے سوار نے بھی آ کر یہی بیان کیا اسکو بھی لوگ حضرت علی کے پاس لے گئے اس نے بھی یہی بیان کیا تب بھی حضرت علی ساکت رہے۔ تیسرے روز پھر تیسرا سوار آیا اس نے بھی یہی بیان کیا۔ لوگ اسکو بھی آپ کی خدمت میں لے گئے اور عرض کیا اے امیر المؤمنین یہ خبر اب پایہ ثبوت کو پہونچ گئی ہے۔ یہ بھی ان دونوں کی تصدیق کرتا ہے۔ آپنے فرمایا معاویہ ہرگز نہیں مرے۔ پہلے یہ داڑھی میرے سر کے خون سے رنگین ہوگی اور وہ "ابن آکلۃ الاکباد" (ہند جگر خوار۔ جن نے حضرت حمزہ کا کلیجہ چبایا تھا اس کا بیٹا) اس سے بازی کریگا۔ یہ سن کر وہ لوگ واپس گئے۔ (ارجح المطالب صفحہ ۶۷۸۔ وسیلۃ النجاۃ صفحہ ۱۷۷)۔

(۵)۔ منقول ہے کہ حضرت علی جب خوارج کے قتل سے فارغ ہو کر کوفہ واپس تشریف لائے تو رمضان کا مہینہ تھا مسجد میں بعد نماز ممبر پر تشریف لے گئے اور ایک خطبہ ارشاد فرمایا: اثناء خطبہ میں حضرت امام حسن سے پوچھا اے ابا محمد ہمارے مہینہ کے کتنے روز گذر چکے ہیں حضرت امام حسن نے فرمایا تیرہ روز پھر حضرت امام حسینؑ سے پوچھا اے ابا عبداللہ ہمارے مہینہ کے اب کتنے روز باقی ہیں؟ انھوں نے عرض کیا کہ سترہ روز۔ پھر آپ نے اپنی ریش مبارک ہاتھ میں لیکر فرمایا "اللہ اکبر" خدا کی قسم اس امت کا بدبخت اسکو خون سے رنگین کریگا۔ پھر آپنے یہ شعر پڑھا:

اريد حياته و يريد قتلي　　خليلي عن غديري من مرادي

میں اسکی زندگی چاہتا ہوں اور وہ مجھکو قتل کرنا چاہتا ہے میرا دوست مجھ سے بیوفائی کرنیوالا قبیلہ "مراد" سے ہے۔

ابن ملجم نے جب یہ کلام سنا تو اسکا دل کانپ اٹھا اور سامنے کھڑے ہو کر عرض کرنے لگا اے امیر المؤمنین میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں۔ میرے یہ دونوں ہاتھ آپ کے سامنے موجود ہیں۔ آپ

ان کو کاٹ ڈالیں یا مجھ کو مار ڈالیں۔آپ نے فرمایا تیرا کیا گناہ ہے کہ میں تجھکو مار ڈالوں اگر مجھ کو اسکا علم بھی ہو جائے کہ تو میرا قاتل ہے تو بھی میں تجھکو نا ماروں لیکن ایک یہودن نے تجھ سے بغلگیر ہو کے کہا تھا کہ اے شفیق کے باپ! ثمود کی اونٹی کے پاؤں کاٹنے والے۔ابن ملجم نے کہا یہ بات تو ضرور ہوئی پھر آپ خاموش ہو رہے۔رمضان میں ایک روز آپ صبح کی نماز کے لئے اٹھے اور گھر سے مسجد کو تشریف لے چلے فرمایا کہ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ میں اسی مہینہ میں شہید ہونگا۔جب دروازہ کھولا تو آپ کا تہہ دروازہ سے اٹک گیا آپ نے فرمایا موت کے واسطے میں آمادہ ہوں کیونکہ موت مجھ سے ملاقات ضرور کرے گی۔قتل ہونے میں فریاد نہیں کرنا چاہئے جبکہ قاتل سامنے آجائے پھر آپ گھر سے باہر تشریف لائے اور شہید ہوئے۔(مطالب السئول صفحہ ۴۶)

(۶)۔بروایت ابن مردویہ زید بن ارقم سے مروی ہے کہ حضرت علی نے لوگوں کو قسم دے کر کہا کہ جس نے آنحضرتؐ کے زبان مبارک سے حدیث غدیر "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" سنی ہو کھڑا ہو جائے اور بیان کرے۔چنانچہ بارہ بدری اصحاب چھ ممبر کے داہنی جانب اور چھ بائیں جانب کھڑے ہوئے اور انھوں نے اسکی گواہی دی۔زید ابن ارقم کہتے ہیں کہ میں ان لوگوں میں تھا جنھوں نے آنحضرت کی زبان مبارک سے اس حدیث کو سنا تھا میں نے اس حدیث کے بیان کرنے سے اغماز کیا۔اس لئے اللہ نے مجھ کو اندھا کر دیا۔زید ابن ارقم اس گواہی کے نہ دینے پر تمام عمر نادم رہے(ارجح المطالب ۶۷۹)

(۷)۔ابن مردویہ بروایت طلحہ بن عمر لکھتے ہیں کہ حضرت علی ایک مرتبہ ممبر پر فرمانے لگے میں خدا کا بندہ اور اس کے رسول کا بھائی،وارث نبی رحمت و زوج سیدۃ نساء اہل الجنۃ سید الواصلین اور تمام انبیاء کے وصیوں کا آخری وصی ہوں۔میرے سوا کوئی اس کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔اگر کریگا تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ بہ بدی پیش آئے گا۔اس پر قوم عبس کے ایک شخص نے کہا کہ اپنی زبان سے یہ کہنا کہ میں خدا کا بندہ اور اس کے رسول کا بھائی ہوں کسقدر بری بات ہے۔یہ کہے ہوئے اسکو کچھ دیر نہ ہوئی تھی کہ وہ دیوانہ ہو گیا ایسا کہ لوگوں نے اسکی ٹانگ پکڑ کر دروازہ سے باہر کر دیا۔طلحہ بن عمر کا قول ہے کہ ہم نے اس کی قوم سے پوچھا کہ کیا اس سے پہلے بھی اس کو کبھی ایسا عارضہ ہوا تھا انھوں نے کہا کہ کبھی نہیں۔(ارجح المطالب صفحہ ۶۸۰)

(۸)۔اور ان سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرتؐ سے جن لوگوں نے حدیث غدیر سنی تھی حضرت علی نے ان سے قسم لے کر پوچھا تھا انصار کے بارہ آدمیوں نے گواہی دی تھی۔ حضرت انس ابن مالک اس مجمع میں موجود تھے انھوں نے گواہی نہیں دی تھی حضرت علی نے ان سے فرمایا یا انس تم کو کس بات نے شہادت دینے سے روکا۔ ان لوگوں نے جو کچھ سنا وہی تم نے بھی سنا تھا، حضرت انس نے اپنی کبرسنی ونسیان کا عذر کیا۔ حضرت علی نے جوش میں فرمایا: خداوندا اگر یہ جھوٹ کہتے ہوں تو انکی پیشانی پر برص کا ایسا داغ لگا دے جو عمامہ سے بھی نہ چھپ سکے طلحہ بن عمر قسم کھا کر کہتے ہیں کہ میں نے برص کا داغ انکی پیشانی پر دیکھا۔ (ارجح المطالب صفحہ ۶۸۰)

(۹)۔ایک مرتبہ حضرت علی نے ایک شخص غرار نامی سے کہا کہ تو معاویہ کو خبریں پہونچایا کرتا ہے اس نے انکار کیا آپ نے فرمایا تو قسم کھا سکتا ہے۔ اس نے قسم کھا کر انکار کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تو نے جھوٹی قسم کھائی ہے تو خدا تجھے اندھا کر دیگا ایک جمعہ بھی گذرنے نہ پایا تھا کہ وہ اندھا ہو گیا۔

(ارجح المطالب صفحہ ۶۸۱)

(۱۰)۔امام احمد مناقب میں اور طبرانی معجم اوسط میں اور ابونعیم دلائل میں بروایت علی بن زادان لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علی ایک بات بیان فرما رہے تھے کہ ایک شخص نے آپ کی تکذیب کی۔ آپ نے فرمایا اگر تو سچا ہے تو میں تجھ پر دعا کرتا ہوں وہ کہنے لگا بہتر ہے آپنے دعا فرمائی وہ لوٹنے بھی نہ پایا تھا کہ اندھا ہو گیا۔ (ارجح المطالب صفحہ ۶۸۱۔ ازالۃ الخفا جلد ۳ صفحہ ۳۳۶۔ ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۲۲۲)

(۱۱)۔مروی ہے کہ آپ جب صفین کی طرف لشکر لے کر چلے۔ راستہ میں پانی ختم ہو گیا ادہر ادہر پانی کی تلاش ہوئی پانی کہیں نہ ملا آپنے لکڑی سے اشارہ کر کے فرمایا کہ اس طرف چلو کچھ دور چل کر میدان میں عیسائیوں کا ایک کلیسا ملا۔ لوگوں نے وہاں جا کر راہب سے پانی کے متعلق پوچھا اس نے کہا پانی یہاں سے دو فرسخ پر ہے۔ جس طرف میں بتاتا ہوں اس طرف چلے جاؤ یقین ہے کہ تمہیں پانی مل جائے گا۔ آپ نے پوچھا کہ یہ راہب کیا کہتا ہے لوگوں نے عرض کیا وہ دو فرسخ پر پانی کا پتہ بتاتا ہے۔ ہم میں اب وہاں تک چلنے کی طاقت نہیں۔ آپنے فرمایا تم کو اس طرف جانے کی کوئی ضرورت نہیں قبلہ کی طرف منہ پھیر کر آپنے اس دیر کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ یہاں

کھودو۔ لوگ کھودنے لگے تو ایک وزنی چٹان نظر آئی۔ لوگوں نے عرض کیا اے امیر المؤمنین! اس چٹان میں اب کام نہیں ہوسکتا۔ آپ نے فرمایا یہ یہ چٹان پانی کے اوپر ہے لوگوں نے اسکے اکھاڑنے کی کوشش کی مگر اسکو جنبش تک نہ ہوئی جب سب عاجز ہو گئے تو خود آپنے گھوڑے سے اتر کر اور آستین پلٹ کر اس چٹان کے نیچے ہاتھ ڈال کر اسکو اکھاڑ لیا۔ اس کے نیچے سے نہایت شیریں پانی کا چشمہ نکل آیا کہ لوگوں کو تمام سفر ایسا سرد اور شیریں پانی کہیں نہ ملا تھا۔ راہب اپنے دیر سے یہ ساری کیفیتیں دیکھ رہا تھا لوگوں سے آواز دے کر کہنے لگا مجھکو نیچے اتارو جب اس کو چھت سے نیچے اتارا تو وہ حضرت علی کے سامنے دست بستہ کھڑے ہو کر کہنے لگا کیا آپ نبی مرسل ہیں؟ آپنے فرمایا نہیں۔ کہنے لگا آپ فرشتۂ مقرب ہیں؟ آپنے فرمایا نہیں۔ پوچھا پھر آپ کون ہیں؟ آپنے فرمایا میں خدا کے رسول محمد بن عبداللہ خاتم النبین کا وصی ہوں۔ راہب نے کہا ہاتھ بڑھایئے میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کروں گا اور اسلام لاؤں گا۔ حضرت علی نے ہاتھ بڑھایا۔ راہب آپ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوا (ارجح المطالب صفحہ ۶۸۱۔ روائح المصطفیٰ صفحہ ۳۲)

(۱۲)۔ براء بن عازب سے مروی ہے کہ حضرت علی نے مجھ سے فرمایا اے براء افسوس ہے کہ میرا بیٹا حسین قتل ہوگا۔ تم زندہ ہوگے اور اسکی مدد نہ کروگے۔ جب حضرت امام حسین شہید ہوگئے تو براء بن عازب کہنے لگے کہ حضرت علی نے سچ فرمایا تھا۔ امام حسین شہید ہوگئے میں نے ان کی مدد نہ کی۔ تمام عمر اس پر وہ اظہار حسرت وندامت کرتے رہے (ارجح المطالب صفحہ ۶۸۲)

(۱۳)۔ اصبغ ابن نباتہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت علی کے ساتھ جا رہے تھے آپ اس جگہ پر (کربلا) جہاں اب حضرت امام حسین علیہ السلام کا مزار ہے ہو کر گذرے آپنے فرمایا کہ یہاں ان کے (شہیدان کربلا) اونٹ بیٹھیں گے اور یہاں ان کا اسباب ہوگا۔ یہاں آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خون بہیگا اور ان پر زمین وآسمان روئیں گے۔ (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۲۲ وازالۃ الخفاء جلد ۳ صفحہ ۳۳۵)۔

(۱۴)۔ مروی ہے کہ حجاج ایک روز کہنے لگا کہ میری یہ خواہش ہے کہ اگر کوئی دوست حضرت علی کا مجھکو مل جاتا تو میں اس کو قتل کر کے خدا کا قرب حاصل کرتا۔ لوگوں نے کہا کہ حضرت علی کی خدمت میں قنبر سے زیادہ حاضر باش اب کوئی نظر نہیں آتا اس نے قنبر کو بلوایا جب قنبر آئے تو اس نے کہا تو ہی حضرت علی کا غلام ہے اور تیرا ہی نام قنبر ہے۔ قنبر نے کہا میرا مولیٰ خدا ہے اور

امیر المومنین میرے ولی نعمت تھے حجاج نے کہا تو انکے طریق پر تبرا کہہ قنبر نے کہا کہ مجھکو انکے طریقہ سے بہتر کوئی طریقہ دکھادے تو میں ایسا کروں۔ حجاج نے کہا میں تجھکو مار ڈالوں گا۔ تو جس طرح قتل ہونا پسند کرتا ہو بیان کر قنبر نے کہا تجھے اختیار ہے۔ حجاج نے کہا یہ کیوں قنبر نے کہا سوائے ذبح کرنے کے جس طرح مجھ کو مارنا چاہیگا نہ مار سکے گا کیونکہ حضرت علی نے مجھ سے فرمایا ہے کہ تم بلا وجہ ظلم سے ذبح کئے جاؤ گے۔ چنانچہ حجاج نے ان کو ذبح کر ڈالا (ارجح المطالب صفحہ ۶۸۳ بروایت کفایۃ الطالب)۔

(۱۵) مروی ہے کہ حجاج نے حضرت کمیل بن زیاد کو بلا بھیجا وہ خوف سے بھاگ گئے۔ حجاج نے ان کی قوم کی تنخواہ بند کردی جب حضرت کمیل کو معلوم ہوا کہ میری قوم کی تنخواہ بند ہوگئی ہے تو وہ خود حجاج کے پاس چلے گئے وہ کہنے لگا میں تمہاری انتظار میں تھا۔ حضرت کمیل کہنے لگے کہ میری عمر اب بہت تھوڑی رہ گئی ہے مجھے اپنے سامنے سے مت ہٹاؤ جو جی چاہے وہ کرو کل ہی خدا کے وعدہ کا دن ہے اور قتل کے بعد حساب ضرور ہوگا مجھ سے امیر المومنین نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ تو میرا قاتل ہے یہ سن کر حجاج نے انکو قتل کرادیا۔ (ارجح المطالب صفحہ ۶۸۳)

(۱۶)۔ جندب ابن عبداللہ ازدی ناقل ہیں کہ میں جمل اور صفین میں حضرت علی کی خدمت میں حاضر تھا مجھکو ان لڑائیوں میں سے کسی قسم کا کوئی شبہ نہیں پیدا ہوا جب نہروان پر جا کر اترا تب میرے دل میں یہ شبہ پیدا ہوا کہ بڑے بڑے نیک بندوں اور قاریوں کو قتل کرنا پڑے گا یہ بات مجھ کو بہت سخت معلوم ہوئی دوسرے روز میں ٹہلتا ہوا صفوں سے دور نکل گیا وضو کا لوٹا میرے ہاتھ میں تھا میں نے اپنا نیزہ گاڑ دیا آفتاب کی تمازت کی وجہ سے ڈھال کا سایہ کر کے بیٹھ گیا۔ ناگاہ حضرت علی بھی وہاں تشریف لائے اور پوچھا کہ کیا تمہارے پاس کوئی لوٹا ہے میں نے وہ لوٹا انکو دیدیا وہ لے کر چلے گئے پھر طہارت کر کے واپس آئے اور ڈھال کی آڑ کر کے اس کے سایہ میں بیٹھ گئے اتنے میں ایک سوار آپ کو پوچھتا ہوا آیا آپنے اشارہ سے اسکو اپنے پاس بلایا وہ کہنے لگا نہروانی دریا کے اس پار چلے گئے۔ آپنے فرمایا نہیں اس پار نہیں گئے ہیں۔ اتنے میں دوسرے سوار نے آکر بھی یہی کہا پھر آپنے فرمایا کہ وہ پار نہیں ہوئے ہیں وہ سوار کہنے لگا بخدا جبتک میں نے یہ دیکھ نہیں لیا کہ علم دریا سے پار ہوگئے ہیں تب تک میں وہاں سے نہیں لوٹا۔ آپنے فرمایا واللہ وہ دریا سے پار نہیں اترے دریا کا

کنارہ ان کے لوٹ پوٹ ہونے کی جگہ ہے۔ اسی جگہ ان کا خون بہے گا۔ یہ فرما کر حضرت علی اٹھ کھڑے ہوئے میں نے کہا یا تو یہ جھوٹ بولتے ہیں یا ان کے پاس کوئی دلیل موجود ہے۔ پھر اپنے دل میں عہد کیا کہ اگر میں نے نہروانیوں کو دریا سے پار اترا ہوا دیکھا تو سب سے پہلے میں ان سے (حضرت علی) سے جنگ کرونگا اور اگر نہ گذرے ہوں گے تو ان کی طرف سے لڑنے میں کوتاہی نہ کرونگا۔ اتنے میں آپ نے لشکر کو کوچ کا حکم دیا۔ جب دریا کے قریب پہونچے تو خوارج کے علم دریا کے اسی طرف ملے اور ان کا سامان بھی وہیں ملا جہاں کہ آپ نے فرمایا تھا اتنے میں اپنے پشت سے میری گردن پکڑ کر فرمایا: اے اخی ازداب! تجھے اصل حقیقت معلوم ہوگئی؟ میں نے عرض کیا: بیشک امیر المؤمنین۔ (ارجح المطالب صفحہ ۶۸۴)۔

(۱۷)۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ وعلی آباءِ السلام اپنے والد ماجد حضرت امام محمد باقر سے روایت کرتے ہیں کہ دو شخصوں نے اپنا جھگڑا حضرت علیؑ کے سامنے پیش کیا آپ ایک دیوار کے نیچے تصفیہ کیلئے بیٹھ گئے۔ ایک شخص کہنے لگا اے امیر المؤمنین یہ دیوار گر رہی ہے آپ نے فرمایا خدا نگہبان ہے۔ جب آپ ان کا تصفیہ کر کے اٹھے تب وہ دیوار گری (ریاض النضرہ جلد۲ صفحہ ۲۲۲۔ وترجمہ ازالۃ الخفاء جلد۳ صفحہ ۳۳۵)۔

(۱۸)۔ حارث کہتے ہیں کہ میں حضرت علی کیساتھ صفین میں موجود تھا کیا دیکھتا ہوں کہ شامیوں کا ایک اونٹ اپنے سوار اور بوجھ کو پھینک کر صفیں چیرتا ہوا آیا اور حضرت علی کے پاس آ کر کھڑا ہوگیا اور اپنا منہ ان کے کندھے پر رکھ کر اپنے ہونٹوں کو ہلانے لگا گویا وہ کچھ خبریں بیان کر رہا تھا۔ حضرت علی نے فرمایا یہ ایک نشانی ہے جو آنحضرتؐ نے بتائی تھی لوگوں نے اس روز بہت مستعدی کی اور سخت معرکہ ہوا۔ (ریاض النضرہ جلد۲ صفحہ۲۲۲ وازالۃ الخفاء جلد۳ صفحہ ۳۳۵)۔

(۱۹)۔ ملا ابو عمر اپنی سیرت میں ابوذر غفاری سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرتؐ نے مجھے حضرت علی کے بلانے کو بھیجا میں نے انکے گھر میں آواز دی مجھ کو کوئی جواب نہ ملا میں آنحضرت کے حضور میں واپس آیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا تم پھر جاؤ علی گھر میں موجود ہیں۔ میں نے پھر جا کر آواز دی اور چکی کے پسنے کی آواز سنی جھانک کر دیکھا کہ چکی خود بخود چل رہی ہے میں نے حضرت علی کو بلایا وہ ہنستے ہوئے آئے اور میرے ساتھ آنحضرتؐ کے حضور میں

حاضر ہوئے۔ میں آنحضرت کی طرف دیکھنے لگا۔ آنحضرت بھی مجھکو بار بار دیکھتے رہے پھر آنحضرتؐ نے مجھ سے فرمایا کہ اے ابوذر خدا کے فرشتے سیر کرتے پھرتے ہیں۔ اور وہ آل محمد کی مدد کیلئے مامور ہیں۔ (ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۲۲۳۔ اسی مضمون کی حدیث امام احمد نے مناقب میں بھی علی ابن زاذان سے روایت کی و ازالۃ الخفا جلد ۲ صفحہ ۳۳۶)۔

(۲۰)۔ ایک مرتبہ حجر ابن عدی کندی سے حضرت علی نے فرمایا کہ عنقریب تم مجھ پر لعنت کرنے کے لئے مجبور کئے جاؤ گے اگر ایسا موقع آئے تو لعنت کرنا مگر تبرا نہ کرنا۔ چنانچہ چند روز کے بعد حجاج کے بھائی نے ان کو اس پر مجبور کیا انہوں نے کہا کہ مجھکو حضرت علی پر لعنت کرنے لئے حجاج کا بھائی مجبور کرتا ہے میں اس پر لعنت کرتا ہوں اللہ اس پر لعنت کرے اس کو صرف ایک آدمی سمجھا (وسیلۃ النجات صفحہ ۱۷۵۔ جلد ۵ شمس التواریخ صفحہ ۷۹۵۔ بحوالہ صواعق محرقہ)

(۲۱)۔ حضرت علی کے زمانہ خلافت میں آپ کی دعا سے ردشمس ہوا۔ شواہد النبوت میں ہے کہ جب آپ بابل سے گذرے اور لوگوں کی نماز قضا ہوگئی تو آپ کی دعا سے ردشمس ہوا اور لوگوں نے نماز ادا کی پھر جب سورج غروب ہوا تو ایک دہشت ناک آواز پیدا ہوئی جس سے لوگ خائف ہوگئے۔ (روائح المصطفیٰ صفحہ ۳۲۔ مناقب مرتضوی صفحہ ۱۶۳)۔

(۲۲)۔ منقول ہے کہ جب حضرت علی گھوڑے پر سوار ہونے کا قصد فرماتے تو ایک پاؤں رکاب میں رکھتے اور قرآن مجید شروع کرتے سواری کی پشت پر سنبھل کر بیٹھتے اور دوسری رکاب میں پاؤں ڈالنے کی نوبت نہ آتی کہ آپ تمام قرآن مجید ختم کر دیتے۔ (شمس التواریخ جلد ۵ و مناقب مرتضوی صفحہ ۱۶۳)

(۲۳)۔ جنگ نہروان میں حضرت علی نے فرمایا کہ خوارج میں دس آدمیوں سے کم زندہ رہیں گے اور ہمارے رفقا میں سے دس آدمیوں سے کم مارے جائینگے۔ چنانچہ بعد فراغ جنگ نو خارجی زندہ بچے اور نو رفقائے حضرت علی شہید ہوئے۔ (ائمۃ الہدیٰ حصہ اول صفحہ ۱۱۵)

(۲۴)۔ جنگ جمل میں جب حضرت علی کی امداد سے ابوموسیٰ اشعری نے پہلو تہی کی آپنے حضرت امام حسن کو کوفہ روانہ کیا تو فرمایا بارہ ہزار کوفی میری مدد کرینگے۔ راوی کا قول ہے کہ میں نے شمار کیا تو پورے بارہ ہزار تھے نہ ایک کم نہ ایک زیادہ (ائمۃ الہدیٰ حصہ اول صفحہ ۱۱۶)۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مناقب قرآن وحدیث وارشادات صحابہ سے ناظرین جلد ثالث کتاب السیر ۃ العلویہ بذکر المآ ثر المرتضویہ موسومہ بہ مناقب المرتضیٰ من مواہب المصطفیٰ میں مطالعہ کریں حقیقت یہ ہے کہ آپ ایسی ذات مجمع الصفات شخص کا عالم وجود میں آنا ہی اتنی بڑی عنایت خلق کے حال پر ہے کہ اس سے بڑھ کر اور موہبت الٰہی ومعجزہ وکرامت رسالت پناہی اور کیا ہوسکتا ہے۔

نہ حسنش غایتی دارد نہ سعدی راسخن پایاں	بمیرد تشنہ مستقی و دریا ہمچنان باقی
لمعات وجھک اشرقت سطعات حسنک اعتلا	بطلوع عارض شمس تو شب تار ما قمر الدجیٰ
در بحر فضل وکرامتی گل باغ حسن و لطافتی	چہ بہار رحمت آیتی بولائے دولت ھل اتیٰ
لفحات قدسک فرحۃ نسمات انسک راحۃ	طلعات نورک شعشع درجات فعلک ملتھا
بہ نگاہ لطف وکرم بہ بین کرمے بکن بہ من حزیں	کہ سزد ترا ہمہ ایں چنین دل وجاں حضرت مصطفیٰ
تو انیس خاطر بیدلی تو نصیب عاشق بسملی	گرہے کشا کہ تو کاملی مثل السفینہ للنجاۃ
نظرے بعبد شباب کن تو خراب بادہ ناب کن	بکمال لطف خطاب کن تو امیر کشور لافتیٰ
تو ولی و سرور اتقیا تو حبیب احمد مجتبیٰ	بفروغ آیت انما تو علی حیدر مرتضیٰ

و لقد استراح القلم من تسوید الجزء الثانی من الکتاب السیرة العلویہ بذکر المآثر المرتضویہ المسمیٰ "بنفائس المنن فی ذکر فضائل ابی الحسن" فی الخامس و العشرین(۲۵) من شھر ربیع الآخر بیوم الخمیس وقت الصبح سنة الف و ثلثمائة و ثمان و اربعین من الھجرہ و آخر دعوانا ان الحمد للہ الذی ھو ولی فی الدنیا و الآخرة و الصلوۃ و السلام علی رسولہ و نبیہ سیدنا و مولانا محمد، الذی ھو امام البررۃ و قاتل الفجرہ و علی آلہ و اصحابہ الذین ھم خیر الخیرۃ المنطوق فی حقہ "اللھم لا خیر الاخیر الاخرۃ فاغفر الانصار و المھاجرۃ صلوٰۃ و سلاماً و تحیۃ و عظاماً ما دامت الدنیا الفانیہ.

تمت

قطعات تاریخ طبع کتاب ہذا

از نتیجۂ فکر بلند آسمان پیوند صدف بحر سخنوری رابے بہادر منشی معراج الدین صاحب المخاطب بہ نواب حسین نواز جنگ بہادر والمتخلص بہ خسرو مداللہ ظلہ العالی

حبیب جان علی حافظ علی حیدر — بفیض ساقی کوثر چہ لعل و گوہر سفت
زہے کرشمۂ قدرت کہ خسرو مضطر — حیات حیدر مشکلکشا بسالش گفت

۱۳۵۲ھ

دیگر

صوفی بصفا علی حیدر — مرہم نہ زخم خستہ حالاں
فرخندہ قدح بدست آمد — ساقی بہار نونہالاں
تحریر نفائس المنن کرد — از سرمۂ دیدۂ غزالاں
توصیف علیت حاصل عشق — مراد کمال با کمالاں
تنقید و روایت احادیث — ترتیب خیال نو خیالاں
تفسیر محاسن و فضائل — در انجمن ملک خصالاں
خسرو بنوشت سال تاریخ — تصویر نفوس خوش جمالاں

١٩٣٢ء

از نوک ریز خامہ مشکیں ختامہ رشک عرفی وظہوری منشی تقی حیدر صاحب المتخلص بہ

انوری کاکوروی ادام اللہ القوی

اے علی حیدر توئی فرمانروائے ملک دل — وارث شاہ نجف لخت دل شاہ تراب
جمع کردی گوہر مقصود در گنجینۂ — گشت آں مشہور در عالم بہ احسن انتخاب
باز کردہ باز دستت باب آں گنجینہ را — بار دیگر دیدہ افروز جہاں شد یک کتاب
بے گماں از روئے تحقیقات علمی مستند — بے نظیر و بیعدیل و بیمثال و لا جواب

دادۂ تطبیق تحقیقات خود را اے فتیٰ | با حدیث مصطفیٰ با آیت ام الکتاب
شاہ اقلیم ولایت زور بازوئے رسول | گشتۂ رطب اللساں در وصف آں گردوں جناب
حیف گر فضل و کمالش ہست محتاج ثبوت | گفت رومی آفتاب آمد دلیل آفتاب
شیر یزداں شاہ دیں چوں پا نہادے بر زمین | عرش نعرہ می زدے یا لیتنی کنت تراب
طبع شد ایں نسخہ بہر قوت ایمان ما | وا رہاند دیدنش از سختیٔ روز حساب
سال طبعش انوری از روئے جودت گفتہ ام | بحر اندر کوزہ مدح علی اندر کتاب

۳+۱۳۴۹=۱۳۵۲ھ

دیگر

چوں علی حیدر شہ علی مقام | کاندراں تنزیہہ و تشبیہت جفت
از کمالات جناب مرتضیٰ | در کتابے گوہر معنی بسفت
ملہم اسرار سال طبع آں | شاہ مرداں خواجۂ کونین، گفت

۱۳۵۲ھ

دیگر

زہے شاہ علی حیدر زہے تصنیف لا ثانی | بود در کار خیرش مصطفیٰ حامی خدا یاور
کتابے لاجوابے شد نظر افروز مشتاقاں | چو سال طبع آں جستم ندائے شد بگوشم در
بگفتم انوری من بے سر اندیشہ و وقفہ | علی یاور علی حیدر علی انور علی اکبر

۷-۱۳۵۹=۱۳۵۲ھ

از طراوش طبع خامۂ کہربار رامین سخن راویس مولوی محمد عاصم صاحب متخلص بہ قیس کاکوروی ابقاہ اللہ العلی

صلوٰۃ حق بر محمدؐ و ہم بر آل پاک مجد او | کہ بودہ ہر فرد شان مؤید بصورت و سیرت وشمائل
برادر و صہر با کمالش علی با ہیبت و جلالش | کہ بودہ پروانۂ جمالش تمام اصحاب ذی وسائل
ز جاہ و قدرش رسول داند ز سر پاکش بتول داند | کہ دل بحسن قبول داند نبی چو قرآن علی حمائل

خدا شناسی و چشم پوشی ز کوثر عشق بادہ نوشی   گدا نوازی کہ مفت کشور بیک اشارت دہد بسائل
زفضل او جمع کرد دفتر ز آل پاکش علی حیدر   نجستہ پیکر نجستہ منظر نجستہ حالات وخوش خصائل
زہی روایات وہم رواتش زہی درآیات وماٰ خذآتش   زہے رموزات وہم نکاتش زہے براہین زہے دلائل
حدیث ہائے رسول مطلق ہمہ صحیح وحسن ہمہ حق   بذکر فضل علی است برحق فللّٰہ الحق درٌ قائل
چوگشت مطبوع نقش اول زہے مرصع زہے مکلل   چہ نقش ثانی شدہ مؤجل بعالم رسل ہم رسائل
چہ نقش ثانی کہ بہ زاول زہے مشرح زہے مفصل   عیون عشاق شد مکمل بجلوہ گاہش چوگشت مائل
نسیم طبعش چو مشکبو شد زقیس مضطر بجستجو شد   بسال طبعش بگفتگو شد بگو شمیم گل فضائل

۱۳۵۲ھ

دیگر

زہے حافظ علی حیدر قلندر   فدا جانم برہر نقش خیالش
ز آل بوتراب عاشق او   حماہ اللہ زہے شان جلالش
چہ درہا ریختہ از کنز مخفی   ز درج فضل جد با کمالش
مبارک بادا او را حب جدش   مبارک جدّ او را نونہالش
خوش آمد قیس را این نقش رنگیں   کہ حالات فضائل گفت سالش

۱۳۵۲ھ

دیگر

حضرت حافظ علی حیدر   در فضائل چہ خوش جواہر سفت
قیس بے مایہ را چو پرسیدند   سال او دولت فضائل گفت

۱۳۵۲ھ

از طبع سخنور بلاغت ممتلی مولوی اصطفیٰ علی صاحب سلمہ اللہ الواہب

ز فیض حبیب خداوند نعمت   جہاں شد منور ز نور حقیقت
ز لطفش بر آمد برائے ہدایت   علی حیدر شمع راہ صداقت

چرا خاک پائش بنوشند مرداں — کہ زیبد بہ او اسم شاہ ولایت
کتابے نوشتہ بحالات حیدر — ولی و وصی پناہ رسالت
چہ تحریر دلکش، چہ ترتیب موزوں — چہ توصیف اعلیٰ سراسر حقیقت
ہر آنکس کہ بیند کتاب معلّیٰ — بداند علی را سراپا کرامت
ز ہاتف رسیدہ صدائے بگوشم — کہ سال طباعت، گواہ فضیلت

۱۳۵۲ھ

ازفکر گلدستہ بند گلہائے مضامین بطرز نوی مولوی مکرم احمد عرف میر نذر علی درد علوی سلمہ اللہ الولی

اے خامۂ عنبرش شمامہ — حمدے بجناب سرمدی گو
نعتیکہ سزد بسرورِ دیں — برخواں صلّوا علی النبی گو
وصفیکہ سزد بآل و اصحاب — پیوستہ بجان خرمی گو
ہمنام علی، علی حیدر — از بخت چہ کرد یاوری گو
این بلبل باغ کاظمی را — ہمراز نوائے حیدری گو
در صورت و شکل جلد ثانی — بنوشت فضائل علی گو
چوں طبع بشد بحسن و خوبی — مطبوع قلوب ہر ولی گو
ہم جدول اوست کہکشانے — ہر صفحہ ز حسن منجلی گو
ہم جملہ دوائر و نقط را — انجم فلک ثناگری گو
بہر سِن عیسوی بہ طبعش — تنجم فضیلت علی، گو
اے درد مگر بسال ہجری — معیار فضائل علی گو

۱۳۵۲ھ

دیگر

سیرت علی کا ہے، سلسلہ ابھی قائم — دوسری کڑی یہ ہے، سیرت معظم کی

پھر لکھی گئی سیرت، پھر چھپی بصد عظمت — کیا بیاں کروں لذت، جلوہ ہائے پیہم کی
سچی بات لکھنے میں، کیا کسی کا ڈر ناصح — سب و شتم اعدا کی تو نہ دے ہمیں دھمکی
فکر جب ہوئی اے درد سال طبع لکھنے کی — بول اٹھے ملک، پھر وہ تیغ حیدری چمکی

۱۹۳۳ء

از شاعر دلپذیر منشی مصلح الدین احمد اسیرؔ سلمہ اللہ القدیر

چشم عرفاں کھول مرد با صفا — آشکارا ہے جمال کبریا
جگمگا اٹھا علی کے نور سے — ذرہ ذرہ آسمانِ حسن کا
مشرق دل سے جو چمکا آفتاب — مغرب جانمیں غروب اسکا ہوا
جس سے روشن ہیں زمین و آسماں — جس سے پر ہے ہر خلا و ہر ملا
وہ علی، نفس نبی، شیر خدا — دست بازوئے محمد مصطفیٰ
لحمک لحمی ہے جس کی شان میں — عینیت سے جسکو یہ حصہ ملا
وہ علی جس نے کیا ہے فتح باب — فتح باب علم و حکمت بر ملا
زور و قوت سے ہے جس کی آج بھی — خیبر نفس و طبیعت کو فنا
ملت عارف ہمہ عرفان و علم — مذہب عاشق ہمہ شوق و لقا
خدمت ساقی کی ہمت چاہئے — کوثر و تسنیم کے دریا بہا
مستی صہبائے الفت مول لے — توڑ دے قلعہ طلسم عقل کا
پڑھ کتاب معنوی کا ایک حرف — مکتب عشق و محبت میں در آ
اس رباب زندگی کو چھیڑ کر — مرغ جاں کو بے چھری بسمل بنا
تا رسے ذوق مغنی ہے عیاں — زیر و بم سے ہے حرارت جانفزا
شاہد معنی یہاں ہے بے حجاب — کر نظارہ اس کے جوش حسن کا
درس لے اے تنگ داماں اے اسیر — بھر لے ہاں کوزہ میں یہ بحر عطا
صاحب خلق حسن فیض عظیم — منبع جود و سخا صدق و صفا

وہ علی حیدر قلندر بادشاہ مظہر ذات علی مرتضی
جب اٹھایا ہاتھ میں اس نے قلم لوح دل پر نقش ایماں بن گیا
روح معنی کا تھا جلوہ آشکار حرف تھے بے صورت وصوت وصدا
ہو گئے ہم آج پھر مست الست پھر وہی نغمہ جنوں افزا ہوا
پھر وداع ہوش کا سامان ہے پھر سرور بیخودی پیدا ہوا
نقش ہو کر صفحۂ قرطاس پر یہ صحیفہ تا ابد باقی رہا
سال ہجری اور سال عیسوی یک بیک دل پر مرے القا ہوا
مراۃ مشکلکشا ہے، اور ہے عکس افشاں مراۃ مشکلکشا

۱۳۵۲ھ ۱۹۳۳ء

ازنکتہ سنج فصاحت پرور منشی حیدر حسن نشتر سلمہ اللہ العلی الاکبر

رباعی

بواسطہ انسان نہیں ہوتا کامل ملتا ہے خدا جو ہوں محمدؐ حاصل ۱۹۳۳ء
ہے ذکر علی عبادت حق نشتر پس ہے یہ کتاب خضر راہ منزل

قطعہ

یہ ایک کتاب آئینہ رحمت کہیں جسے پائی ہے یوں کہ حاصل قسمت کہیں جسے
پڑھ لوں نفائس المنن بے مثال کو رعنائیوں میں یار کی صورت کہیں جسے
تالیف کی ہوئی ہے یہ اس ذات پاک کی مخمور جام عشق و محبت کہیں جسے
اک بے خزاں بہار تصور جسے کریں گلہائے انتخاب کی نکہت کہیں جسے
بحر قلندری کا شناور جسے کہیں پر جوش مردِ راہِ حقیقت کہیں جسے
دریائے فضل وجود کا گوہر جسے کہیں گوہر کہ تاجِ فقر کی زینت کہیں جسے
لکھا ہے حال حیدر مشکلکشا علی اک مظہر کمال شجاعت کہیں جسے
آنکھیں ہیں محو جلوۂ دیدار مرتضی دیدار وہ کہ حاصل قسمت کہیں جسے

قائم ہو اس کے پڑھنے سے ایمان کا وہ رکن
حضرات اہلبیتؑ کی الفت کہیں جسے
نشتر پڑھوں حکایت سردار اولیاء
نقش بساط عیش محبت کہیں جسے

قطعہ

۱۳۴۲ھ

اے مراۃ حسن شیر یزداں
مفہوم صفات شاہ مرداں
اے آب رواں باغِ خوباں
ہے تجھ سے ظہور فرد ایماں

دیگر

بیٹھا ہوا تھا نشتر صد خانماں خراب
مخمور و مست و بیخود و سرشار بے حساب
اپنا نہ ہوش تھا نہ زمانے کی تھی خبر
مستی سے چور آنکھوں کی مرکز تھی اک کتاب
تھا قلب اس کا محو جمال نظر فروز
آنکھوں میں تھا سپہر ولایت کا آفتاب
پوچھا کسی نے ہنس کے کہ کیوں ہیں یہ ہستیاں
اک بار سر اٹھا کے دیا اس نے یہ جواب
پی لی چڑھا کے اور خود اپنے کو کھو دیا
اک طرح کا کرشمہ ہے یہ نشۂ شراب
پڑھ لی سمجھ کے اور خود اپنے کو پالیا
اک معجزہ کی قسم ہے یہ نشۂ کتاب
پڑھتا ہوں میں فضائل شاہ ابی الحسن
ہوش و حواس و عقل و خرد میں ہے انقلاب
تشریح حسن ذاتِ علی کر رہا ہوں میں
پیدا ہے جس سے چاروں عناصر میں اضطراب
اجزائے حسن او ہمہ یک یک نگاہ کن
کو ہست نفسِ آں کہ خدا کردش انتخاب
''وانگہہ بیا و حال من بے نوا بہ بیں''
کانم کہ از منت خرابات ہم خراب
پڑھتا ہوں جب بیانِ صفات علی کو میں
کھنچتی بساط دل پہ ہے تصویر بوتراب

۱۹۳۳ھ